ردِ قادیانیت پر حضرت نیلوی کی علمی تحقیقی تصنیفات کا مجموعہ
المعروف بہ
مجموعہ رسائل نیلوی رحمۃ اللہ علیہ
جلد ہفتم
ردِ قادیانیت
تفسیر آیۃ خاتم النبیین
القول الاتم فی حیاۃ عیسٰی ابن مریم
تفسیر آیۃ رفع عیسٰی علیہ السلام
مرزے کی تضاد بیانیاں
شیخ التفسیر والحدیث
محمد حسین شاہ نیلوی رحمۃ اللہ علیہ
سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی ہندوستان
محمد کفایت اللہ دہلوی
حسین علی الوانی
مکتبہ اشاعۃ العلوم

ردِ قادیانیت پر حضرت نیلویؒ کی علمی تحقیقی تصنیفات کا مجموعہ

المعروف بہ

مجموعہ رسائل نیلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ التفسیر والحدیث
مفتی اعظم الشیخ المحقق حضرت مولانا مفتی محمد حسین شاہ نیلوی رحمۃ اللہ علیہ
سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی ہندوستان

جلد ہفتم

ردِ قادیانیت

- تفسیر آیۃ خاتم النبیین
- القول الاتم فی حیاۃ عیسیٰ ابن مریم
- تفسیر آیۃ رفع عیسیٰ علیہ السلام
- مرزے کی تضاد بیانیاں

تلمیذ رشید مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی
محمد کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

وتلمیذ رشید [illegible]
امام اہل السنت [illegible]
حسین علی الوانی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ اشاعۃ العلوم

قال اللہ تعالیٰ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

تفسیر آیت

خاتم النبیین

مؤلفہ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرۃ مولانا

علامہ مفتی سید محمد حسین شاہ نیلوی رحمۃ اللہ علیہ

سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (انڈیا)

اجمالی فہرست

جلد ہفتم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا العاقب محمد خاتم النبیین وآخر المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد احقر فقیر محمد حسین غفر اللہ لہ ولوالدین عارض ہے کہ ناخواندہ لوگوں کو قادیانی فتنہ بڑی تیزی سے میٹھی میٹھی باتوں سے بہکا رہا ہے اور اپنی حقانیت کا سبز باغ دکھا رہا ہے۔ اس لیے اشد ضرورت ہے کہ کچھ رسالے حق بات سمجھانے کے لیے لکھ دیے جائیں جن میں سے ایک یہ رسالہ ہے۔ علماء حق نے اپنا پورا حق ادا کیا ہے سینکڑوں کتابیں لکھیں مناظرے کیے مباحثے کیے۔ مگر یہ فرقہ کچھ ایسا ڈھیٹھ واقع ہوا ہے کہ اپنی شکست کو فتح سمجھتا ہے اور علماء کی کتابیں تقریباً نایاب بھی ہیں پھر ہر شخص حاصل بھی نہیں کر سکتا۔ اور علماء حق کی صحبت میں بیٹھنا بھی کم نصیب ہوتا ہے۔ کم از کم اس رسالہ کو گھر میں رکھا دیکھ کر بوقت فرصت مطالعہ کر لیں گے۔ واللہ الہادی بیدہ الخیر

قال اللہ تعالیٰ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیءٍ علیما "لوگو! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں (تو زید کے باپ کیوں ہوں) وہ تو اللہ کے رسول ہیں اور خطوں کی مہر کی طرح سب پیغمبروں کے آخر میں ہیں اور اللہ تمام چیزوں کے حال سے واقف ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ خود اپنے متبنّٰی (زید بن حارثہ) کی مطلقہ سے نکاح کر کے جاہلیت کے رسم باطل کو توڑ دیں۔ جب کفار اعتراض کریں گے تو اس کے تین جواب بہ ترتیب سکھائے:

ا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں کہ ان کی مطلقہ بیوی آپ پر حرام ہوتی۔

ب۔ اگر کہو کہ چلو حلال تھی مگر خود ان کا اس سے نکاح کرنا کیا ضروری تھا؟ تو جواب دیا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں جن کا کام ہی یہ ہے کہ جس رسم کو اللہ تعالیٰ مٹانا چاہتا ہے اسے خود آگے بڑھ کر مٹائیں۔

ج۔ مزید برآں ان کو ایسا کرنا اس لیے بھی ضروری تھا کہ وہ محض رسول ہی نہیں بلکہ خاتم النبیین ہیں۔ اگر وہ جاہلیت کی ان رسوم کو خود مٹا کر نہ جائیں تو پھر کوئی ایسا نبی آنے والا نہیں جو ان رسوم کو وہ آکر مٹائے۔

فائدہ: ایک پیغمبر کے بعد دوسرے پیغمبر کے آنے کی صرف تین وجوہ ہو سکتی ہیں۔

۱ یہ کہ پہلے پیغمبر کی تعلیم و ہدایت مٹ چکی ہو اور اس کو پھر سے پیش کرنے کی ضرورت ہو۔
۲ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ناکمل ہو اور اس میں ترمیم یا اضافہ کی ضرورت ہو
۳ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک خاص قوم تک محدود ہو اور دوسری قوم یا اقوام کے لیے دوسرے پیغمبر کی ضرورت ہو۔

لیکن ہمارے نبی کریم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب یہ تینوں وجوہ باقی نہیں رہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پوری طرح بفضلہ تعالیٰ مصون و محفوظ ہے۔ اور کامل و مکمل و اکمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا آج ہم تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کر چکے اور ہم نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور ہم نے تمہارے لیے اسی دین اسلام کو پسند فرمایا۔
پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی بھی تمام دنیا کے لیے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ھُدًی للناس تمام لوگوں کے رہنما ہیں وما ارسلناک الا کافۃ للناس اور اے پیغمبر! ہم نے تو تم کو تمام دنیا کے لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے و اوحی الیّ ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ اور یہ قرآن شریف میری طرف اسی لیے وحی کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے تم کو اور تمام ان لوگوں کو جن کو اس کی خبر پہنچے ان کو خدا کے عذاب سے بچاؤں ڈراؤں۔
اس لیے اب نہ کسی نبی کی ضرورت ہے نہ کسی کتاب کی نہ وحی کی نہ نئی شریعت کی۔ قیامت کے آنے تک اسی ایک نبی کی اسی ایک کتاب کی کفایت ہے۔

ختم نبوت کے معنے اہلِ لغت کے نزدیک

۱ بحث طلب مطلقاً نبوت نہیں۔ بلکہ نبوت بعد محمد صلی اللہ م کے بحث ہے۔ اسی لیے مدعی اجراءِ نبوت وہ آیات اور نصوص دکھائے جن میں نصًّا یا کنایۃً اس بات کا ذکر ہو کہ آں حضرت م کے بعد بھی نبوت جاری ہے۔ مطلقاً نبوۃ کے متعلق آیات پیش کرنا خلطِ مبحث ہے۔
۲ قرآن میں حضور م کے بعد اجراءِ نبوت کا کہیں ذکر نہیں ۳ نہ اس بارے کوئی حدیث ہے
۴ نہ اس بارے کسی صحابی کا قول ہے ۵ نہ کسی تابعی کا قول ہے ۶ نہ کسی امام کا قول ہے
خاتم النبیین کے معنے لغت کی رو سے

المحکم ابن سیدہ و لسان العرب لابن منظور خاتم کل شیء و خاتمته عاقبته و آخرہ
وخاتمتهم وخاتمهم آخرهم ؛ قاموس میں ہے والخاتم آخر القوم کالخاتم ومنه قوله تعالیٰ و
خاتم النبیین ای آخرهم ؛ صحاح جوہری میں ہے خاتمة الشیء آخرہ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم الانبیاء ؛ تاج العروس میں ہے ومن اسمائه علیه السلام الخاتم والخاتم وهو الذی
ختم النبوة بمجیئه ؛ مفردات راغب میں ہے خاتم النبیین لانه ختم النبوة ای تممها
بمجیئه ؛ تہذیب اللغة ازہری میں ہے والخاتم والخاتم من اسماء النبی صلی اللہ علیہ و
وسلم وفی التنزیل العزیز ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین
ای آخرهم ؛ مجمع بحار الانوار للفتنی میں ہے خاتم النبوة ای فاعل الختم وهو الاتمام وخاتم
بمعنی الطابع ای شیء یدل علی انه لا نبی بعده ؛ کلیات ابی البقاء میں ہے وتسمیة نبینا صلی
اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء لان الخاتم آخر القوم قال تعالیٰ ما کان محمد ابا احد من رجالکم
ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ؛ منجد ص ۱۶۵ میں ہے الخاتم والخاتم بالختم به - عاقبة کل شیء...
الخاتمة مؤنث الخاتم انتهی الشیء وآخرہ وعاقبته ج خواتیم وخاتمات - الختم الخاتم - الختم من
الطین او کل ما یختم به علی الشیء ج ختوم . توضیح ص ۳۳ میں ہے ختمت الکتاب بلغت آخرہ ؛
تہذیب اللغة ج ۷ ص ۳۱۳ میں الازہری نے لکھا الختم المنع... خاتمة السورة آخرها وخاتم
کل شیء آخرہ... معنی ختم وطبع فی اللغة واحد وهو التغطیة علی الشیء والاستیثاق منه لئلا
یدخله شیء کما قال تعالی ام علی قلوب اقفالها..... ختامه مسک ..... قال ابن مسعود عاقبته
طعم المسک . وقال الفراء قرأ علی خاتمه مسک وقال اما رأیت المرأة تقول للعطار اجعل لی خاتمه
مسکاً ترید آخرہ وقوله تعالی ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین
معناه آخر النبیین ومن اسمائه صلی اللہ علیہ وسلم العاقب ایضاً معناه آخر النبیین (ج ۷ ص ۳۱۵)
وقال ابن الاعرابی الختم فصوص مفاصل الخیل...... واحدها ختام وخاتم . قال والخاتم والخاتم
من اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعناه آخر الانبیاء . وقال اللہ تعالی وخاتم النبیین (ج ۷ ص ۳۱۶)
ابن فارس بن زکریا النحوی نے مقاییس اللغة ج ۲ ص ۲۴۵ میں لکھا الخاء والتاء والمیم اصل
واحد وهو بلوغ آخر الشیء یقال ختمت العمل وختم القاری السورة فاما الختم وهو الطبع علی الشیء
فذلک من هذا الباب ایضاً فان الطبع علی الشیء لا یکون الا بعد بلوغ آخرہ فی الاحراز والخاتم
مشتق منه لان به یختم ..... والنبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء لانه آخرهم . وختام

عنہ قال القادیانی فی حمامۃ البشریٰ ص ۳۴ خاتم النبیین

فسیح نبینا ص فی قوله لا نبی بعدی رسالہ ص ۳۰

کل مشروب آخره قال تعالیٰ ختامه مسك ای آخره یجد وذمه عند شربه ایام رائحة مسك
صراح میں ہے ختم مہر کردن ... و تمام گردانیدن ... خاتم الشیء آخره و محمد صلی اللہ علیہ و
سلم خاتم الانبیاء بالفتح۔

المحکم میں ابن سیدہ نے لکھا۔ خاتم کل شیء وخاتمته عاقبته و آخره

مجمع البحار ج ا ص ۳۲۹ میں ہے خاتم النبوة ای فاعل الختم وهو الاتمام و خاتم بمعنی الطابع
ای شیء یدل علی انه لا نبی بعده

قاموس ج ص میں ہے والخاتم آخر القوم کالخاتم ومنه قوله تعالیٰ وخاتم النبیین ای آخرهم
تاج العروس ج ص میں ہے ومن اسمائه علیه السلام الخاتم والخاتم وهو الذی ختم النبوة
بمجیئه آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں خاتِم اور خاتَم بھی نام ہیں آپ نے آنے کے ساتھ نبوۃ ختم کر دی
عجاج شاعر نے ایک شعر کہا جس کا ایک مصرعہ یہ ہے ع مبارك للانبیاء خاتم یعنی آن
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبارک ہستی ہیں تمام انبیاء کرام کو ختم کرنے والے ہیں۔

کلیات ابی البقاء ص ۱۷۱ میں ہے خاتمة کل شیء آخره۔ وتسمیة نبینا صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم الانبیاء لان الخاتم آخر القوم قال تعالیٰ ما کان محمد ابا احد ..... وخاتم النبیین؛
عبدالرشید نعمانی نے لغات القرآن ص ۳۰۰ میں لکھا خاتَم مُہر، ختم کرنے والا، خواتم اور خُتُم جمع چونکہ
آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی تھے کہ آپ پر نبوت ختم ہو گئی اور آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں
اس لیے قرآن مجید نے آپ کو خاتم النبیین (مہر سب نبیوں پر) فرمایا ہے یعنی تمام نبیوں کا ختم کرنے
والا۔ کیونکہ سب کے مُہر اخیر میں لگائی جاتی ہے۔

(۱)
ختم نبوت کے معنے مفسّرین کے نزدیک

خاتم النبیین آخرهم۔ وعیسیٰ علیه السلام ینزل بعده متبعاً له (جامع البیان لصفی الدین ص ۳۶۴
ختم بی البنیان وختم بی الرسل (معالم التنزیل ص ۵۶۶) خاتم النبیین لانه ختم به النبیون فهو
خاتمهم (معالم ص ۵۶۵) خاتم النبیین ای به ختموا (جلالین ص) خاتم بمعنی الطابع وبکسرها
بمعنی الطابع وفاعل الختم وتقویة قراءة ابن مسعود رضی اللہ عنه ولکن نبیاً ختم النبیین (تفسیر

معارف القرآن جلد ۷، ص ۱۰۱ المفتی محمد شفیع مُہر کے معنے میں بھی یہ دونوں لفظ (خاتِم و خاتَم) استعمال ہوتے ہیں۔ اور نتیجہ دونوں معنے کا بھی وہی آخر کے معنے ہوتے ہیں کیونکہ مُہر کسی چیز پر بند کرنے کے لیے آخر ہی میں لگائی جاتی ہے

فتح الرحمٰن از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی خاتم النبیین و مہرِ پیغمبران است یعنی بعد از وی ہیچ پیغمبرے نباشد

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے لکھا خاتم النبیین اور پیغمبروں پر مُہر ہے اس کے بعد کوئی پیغمبر نہیں

شیخ زادہ حاشیہ تفسیر بیضاوی: واخرھم الذی ختمھم او ختموا بہ علی قراءۃ عاصم بالفتح وھو اسم لما یختم وطبع ویقال لہ الطابع ایضاً۔ وفی الصحاح الطبع الختم وھو التاثیر فی الطین ونحوہ۔ والطابع بالفتح الخاتم والطابع بالکسر لغۃ فیہ فمن قرأ وخاتِم بکسر التاء اراد انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فاعل الختم حیث ختم النبیین ومن قرأ بفتحہا اراد انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام آخر النبیین لا نبی بعدہٗ حیث ختموا بہ۔ وختم بہ بنیان النبوۃ … کما یختم الکتاب بالخاتم ولما کان علیہ الصلوٰۃ والسلام آخر النبیین صار بمنزلۃ الخاتم بالنسبۃ الیھم حیث ختموا بہ فسمی خاتم النبیین۔ (ج ۳ ص ۶۶)

خاتم النبیین کے معنے آخر النبیین لغت و محاورات عرب کے رو سے اس کے یہی معنے ہیں کہ آپ ﷺ وصفِ نبوت کے ساتھ اس عالم میں سب سے آخر میں متصف ہوئے۔ جس کا حاصل صرف یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی شخص کو نبوت نہ دی جائے گی اور اس وصفِ نبوت کے ساتھ آئندہ کوئی شخص متصف نہ ہو سکے گا۔ نہ یہ کہ آپ سے پہلے تمام انبیاء وفات پا گئے ہیں

خاتم الاولاد یا آخر الاولاد کے معنے لغۃً وعقلاً یہی ہوتے ہیں کہ یہ بچہ سب سے آخر میں پیدا ہوا اس کے بعد کسی بچہ کی ولادت نہیں ہوئی۔ نہ یہ کہ پہلی تمام اولاد اور سب بچوں کا صفایا ہو چکا۔ اور سب مر گئے

تفسیر قادری ج ۲ ص ۲۵۳ میں ہے وخاتم النبیین اور مہر ہیں پیغمبروں کی یعنی آپ کے سبب سے نبوت پر مُہر ہو گئی اور پیغمبری آپ پر ختم ہو گئی۔ اور بمعنی آخر کے معنے میں بھی ہے یعنی آپ آخر انبیاء ہیں۔۔۔۔
چونکہ نبوۃ پر حضرت کی ذات مُہر ہے تو آپ کے سبب سے نبوۃ کا دروازہ بند ہو گیا۔ اور جو کہ سب انبیاء سے مہرِ نبوت کے ساتھ آپ مخصوص ہوئے تو ان کی محبت کے ساتھ بھی آپ نے اختصاص پایا۔ مثنوی میں ہے۔

نظم: بہر او خاتم شدست او کہ بجود ۔۔۔ مثل او نے بود نے خواہند بود

ختم نبوت کے معنے علم عقائد والوں کے نزدیک

— الملل ج ۱ ص ۱۰۰ میں ہے وختم ان وجود النبوۃ بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم باطل لا یکون البتۃ اور یہ صحیح عقیدہ ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا وجود باطل ہے قطعاً نہ ہوگی۔

— الملل ج ۳ ص ۲۴۹ میں ہے حق قال .... ان بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیاً غیر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فانہ لا یختلف اثنان فی تکفیرہ لصحۃ قیام الحجۃ بکل ہذا جو شخص کہ عیسیٰ بن مریم کے سوا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہے تو اسکے کافر کہنے میں دو دینداروں کا بھی باہم اختلاف نہیں ہوا کیونکہ اس عقیدے کے صحیح دلائل موجود ہیں۔ اسی طرح ص ۱۹۰ ج ۳ وص ۱۱۳ ج ۱ اور ص ۲۱۰ ج ۴ میں ہے

— عبدالکریم شہرستانی نے الملل والنحل میں لکھا ہے فکیف یستجیز مسلم ان یثبت بعدہ علیہ السلام نبیاً فی الارض پھر ایک مسلمان کس طرح جائز سمجھ سکتا ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زمین میں کوئی نبی ثابت کرے۔

— عقائد نسفیہ میں ہے واول الانبیاء آدم وآخرھم محمد سب سے پہلا نبی آدم ہیں اور آخری نبی محمد

— شرح عقائد نسفیہ میں ہے وقد دل کلامہ وکلام اللہ المنزل علیہ انہ خاتم النبیین وانہ مبعوث الی کافۃ الناس بل الی الجن والانس ثبت انہ آخر الانبیاء نبی پاک اور کلام اللہ جو آپ پر اترا ہر دو اس عقیدہ پر دال ہیں کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں نیز یہ عقیدہ کہ آپ تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہیں بلکہ تمام جن وانس کی طرف مبعوث ہیں یہ بھی ثابت ہے کہ آپ آخری نبی ہیں؛

— المعتقد المنتقد ص ۲۰۹ میں بھی — اور الاتقان السیوطی ج ۲ ص ۱۲۸ میں بھی اور

— المسامرۃ لابن ہمام ص ۲۰۳ میں بھی — اور مجموعۃ العقائد للیافعی ص ۱۵ میں بھی اور

— عقیدۃ العوام للشیخ احمد مرزوقی ص ۲ میں — اور شرح عقیدۃ عوام الغزنوی میں بھی اور

— مسائل ابو اللیث میں بھی — اور قطر الغیث الغزنوی ص ۱۵۰ میں بھی کما مر

— شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ میزان العقائد میں ہے کہ محمد رسول اللہ وخاتمہم

— جوہرۃ التوحید میں ہے وخص خیر الخلق ان قد تمما بہ الجمیع ربنا وعمما

— اتحاف المرید شرح جوہرۃ التوحید میں شیخ امام عبدالسلام ابن ابراہیم مالکی رحمہ نے اس شعر کی تشریح ان الفاظ میں فرمائی ای ختم ربنا بنبوتہ جمیع الانبیاء وقال تعالیٰ خاتم النبیین والزم منہ ختم المرسلین ایضا

لان ختم الاعم ختم الاخص من غیر عکس فلا تبث النبوۃ ولا شریعۃ بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ہمارے رسول آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کے ساتھ تمام انبیاء کو ختم کر دیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے و خاتم النبیین اور اس عبارت سے رسولوں کا ختم کرنا بھی لزومی طور پر ثابت ہو گیا کیونکہ نبی عام ہے اور رسول خاص ہے اور عام کا ختم ہو تو خاص کا بھی ختم ہو جاتا ہے اس لیے اب نئے سرے سے نہ نبوت ہوگی اور نہ کوئی شریعت بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

—— شیخ عبد الغنی نابلسی نے شرح کفایۃ العوام صـ۱۰ میں لکھا ثم الاخر منہم بحیث لیس بعدہ نبی ولا رسول اصلا محمد بن عبد اللہ خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وھو النبی الباقی علی رسالتہ صلی اللہ علیہ وسلم وان مات الی آخر الزمان وانقطاع عمران الدنیا انبیاء میں سے سب سے آخری نبی اس طرح کا کہ آپ کے بعد اصلا نہ کوئی نبی ہو اور نہ آپ کوئی رسول وہ صرف حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو تمام نبیوں اور رسولوں کے آخر میں آئے ہیں اور وہی ایک ایسے نبی ہیں کہ اگرچہ وہ وفات پاچکے ہیں اپنی رسالت و نبوۃ پر آخر وقت تک اور دنیا کے ختم ہونے تک باقی رہیں گے

—— شیخ عبد الشکور سالمی نے کتاب التمہید میں لکھا وقالت الروافض ان العالم لا یکون خالیا من النبی قط وھذا کفر لان اللہ تعالیٰ قال وخاتم النبیین ومن ادعی النبوۃ فی زماننا فانہ یصیر کافرا ومن طلب منہ المعجزات فانہ یصیر کافرا لانہ لا شک فی النص فیجب الاعتقاد بانہ لا شرکۃ لاحد فی النبوۃ لمحمد صلے اللہ علیہ وسلم بخلاف ما قالت الروافض ان علیا کان شریکا لمحمد صلے اللہ علیہ وسلم فی النبوۃ وھذا منہم کفر رافضی شیعہ کہتے ہیں دنیا جہان کبھی نبی سے خالی نہیں رہتا اور یہ قطعی کفر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وخاتم النبیین کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور جو شخص ہمارے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کرے تو کافر ہو گیا اور جو شخص اس سے معجزوں کا سوال کرے

—— شیخ عبد الغنی نابلسی رح نے شرح فرائد میں لکھا ہے فساد ما علیہم (الروافض) غنی عن البیان بشہادۃ البیان کیف وھو یؤدی الی تجویز نبی مع نبینا صلے اللہ علیہ وسلم او بعدہ وذلک یستلزم تکذیب القرآن اذ قد نص علی انہ خاتم النبیین وآخر المرسلین وفی السنۃ انا العاقب لا نبی بعدی واجمعت الامۃ علی ابقاء ھذا الکلام علی ظاہرہ وھذا احدی المسائل المشہورۃ التی کفرنا بہا الفلاسفۃ لعنہم اللہ (اکفار الملحدین ص ۴۴) رافضیوں کے مذہب کے غلط ہونے پر کھلی شہادتیں موجود ہونے کی وجہ سے کسی بیان کی ضرورت نہیں کیسے غلط نہ ہو جب کہ اس مذہب

کا انجام یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا بعد میں اور نبی تجویز کیا جا سکتا ہے جس سے قرآن پاک کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ قرآن نے صاف صریح بتایا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور آخری رسول ہیں اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اخیر میں آنے والا نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور ساری امت محمدیہ کا اس بات پر اتفاق بھی ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہری معنے پر باقی ہے اور یہ ان مشہور مسئلوں میں سے پہلا مسئلہ ہے جس میں فلسفیوں کو کافر کہتے ہیں اللہ ان پر لعنت کرے۔

—— دارمی ص ۹۳ میں حضرت خلیفہ عمر بن عبد العزیز کا خطبہ درج ہے جس میں ان کا یہ قول منقول ہے کہ یا ایہا الناس ان اللہ لم یبعث بعد نبیکم نبیا ولم ینزل بعد ھذا الکتاب الذی انزلہ علیہ کتابا (لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں کیا اور نہ مبعوث کرے گا اور ہمارے نبی پر اللہ تعالیٰ نے جو کتاب نازل فرمائی ہے اس کے بعد نہ اس نے کوئی کتاب اتاری ہے اور نہ اتارے گا)

—— شرح عقائد جلالی ج ۲ ص ۱۰۸ میں ہے واما نزول عیسیٰ علیہ السلام فھو دینا بعد الشریعۃ صلی اللہ علیہ وسلم فھو مما یؤکد کونہ خاتم النبیین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی کرنا سو یہ ان امور میں سے ہے جس سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اور زیادہ مؤکد ہو جاتا ہے

—— شرح عقیدہ سفارینیہ ص ۲۵۰ میں ہے ومن زعم انہا مکتسبۃ لا تنقطع فھو زندیق یجب قتلہ لانہ یقتضی کلامہ واعتقادہ ان لا تنقطع وھو مخالف للنص القرآنی والاحادیث المتواترۃ بان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین جو شخص سمجھتا ہے کہ نبوت کوشش سے حاصل ہو سکتی ہے وہ بے دین ہے اس کا قتل کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کا یہ قول اور عقیدہ اس بات کا مقتضی ہے کہ نبوت بند نہیں ہوئی حالانکہ یہ عقیدہ نص قرآنی اور احادیث متواترہ کے خلاف ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔

—— اکفار الملحدین ص ۴۳ میں ہے وقد قتل عبد الملک بن مروان الحارث المتنبی وصلبہ، وفعل مثلہ غیر واحد من الخلفاء والملوک باشباھھم واجمع علماء وقتہم علی صواب فعلہم والمخالف فی ذلک من کفرھم کافر حارث مدعی نبوت کو خلیفہ عبد الملک بن مروان نے قتل کیا اور سولی چڑھایا اور بہت سے خلیفوں اور بادشاہوں نے انہی جیسا کام کیا جن کے اس درست کارروائی پر علماء وقت نے اتفاق کیا اور مخالفت کرنے والے کافر ہیں۔

—— عقیدہ طحاویہ ص ۳۶ میں امام ابو جعفر طحاوی نے فرمایا کہ حضرت محمد علیہ السلام ... وهو المبعوث الی عامۃ الجن وکافۃ الوریٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر حقیقت نبوت اور فضائل نبوت ... جن اور تمام مخلوق کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ (اسی طرح ...) ...

ختم نبوت کے معنے فقہاء واصولیین کے نزدیک

—— امام سرخسی نے اپنی کتاب اصول الفقہ ج ۲ ص ۳۰۰ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جعل الرسول خاتم النبیین و حکم ببقاء شریعتہ الی یوم القیامۃ وانہ لا نبی بعدہ۔ اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیوں کا خاتم اور آخر بنایا اور ان کی لائی ہوئی شریعت کو روز قیامت تک باقی رہنے کا حکم دیا اور یہ بھی کہ اس کے بعد کوئی نبی ہوگا نہیں۔ پھر ج ۲ ص ۱۷۱ میں لکھا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ما قبض نعتقد فیہ انہ رسول اللہ وانہ خاتم الانبیاء علی ما کان فی حال حیاتہ وان اخرجہ اللہ من بیننا بانتہاء مدۃ حیاتہ ولہذا انقطع القول ببقاء شریعۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم الی قیام الساعۃ قطعا بدلیل مقطوع بہ انہ لا نبی بعدہ حتی یکون ناسخا لشریعتہ (اصول سرخسی ج ۲ ص ۱۷۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے بارے ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ کے رسول ہیں اور تمام انبیاء کے آخر میں ہیں جیسے کہ آپ اپنی دنیوی زندگی میں تھے اگرچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں ان کی مدت حیات ختم ہونے پر ہمارے اندر سے نکال لیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ قیامت کے قائم ہونے تک ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت رہے گی کیونکہ ہمیں یقینی علم ہے جو آپ کے بعد نبی نہ ہونے کی قطعی دلیل موجود ہے ورنہ بعد میں اس شریعت کا ناسخ کوئی ہوتا۔

—— محمد طاہر پٹنی نے تذکرۃ الموضوعات ص ۸۰ میں لکھا ہے الاجماع علی انہ علیہ السلام خاتم الانبیاء وآیۃ الاحزاب نص فیہ۔ اس بات کا اجماع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر ہیں اور سورۃ احزاب کی آیت (ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین) اس بارے میں نص ہے۔

—— النہر الفائق اور شامی ج ۳ ص ۲۵۹ میں ہے ولا رسول بعدہ آپ کے بعد کوئی رسول نہ ہوگا۔

—— العبر میں علامہ شمس الدین ذہبی نے لکھا والصلوۃ والسلام علی محمد خاتم النبوات۔

—— ہدایہ اولین ج ۲ ص ۶۰۵ و فتح القدیر و عنایہ ج ۳ ص ۳۳۲ و بحر الرائق ج ۵ ص ۱۱ میں ہے ولا رسول بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شرح میں شامی ج ۳ ص ۲۵۹ میں لکھا ہے ای لا یتصف احد بعدہ بہذا الوصف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص وصف نبوۃ کے ساتھ متصف نہ ہوگا۔

قیامت تک کوئی شخص وصفِ نبوت و رسالت کے ساتھ متصف نہیں ہو سکتا۔

—— قوت القلوب کے حاشیہ پر حیات القلوب ج ۲ ص ۳ پر شیخ عماد الدین اموی نے فصل رابع کے بیان میں صوفیاء کے عقیدہ کی شرح کرتے ہوئے جس پر ان کا اجماع ہے نیز فروعِ احکام میں ان کا مذہب ماخوذ ہے بیان کرتے ہوئے لکھا ما عقیدتہم فعقیدۃ شیخ السنۃ ابی الحسن الاشعری واصحابہ من فاتحتہا الی خاتمتہا ان کا عقیدہ تو ابتداء سے لیکر اخیر تک امام اہل سنت ابو الحسن الاشعری اور ان کے اصحاب کا ہی ہے آگے چل کر لکھتے ہیں وان محمدا افضل الانبیاء وان اللہ تعالیٰ ختم بہ النبوۃ ان عقیدوں میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں نیز یہ عقیدہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی سلسلۂ نبوۃ کو ختم کر دیا۔

ابن عربی نے فتوحات مکیہ جلد ۳ ص ... میں لکھا کہ [illegible] فی المبشرات وھی جزء من اجزاء النبوۃ [illegible] صاحب المبشرۃ نبیا فتفطن لعموم [illegible] فما تطلق النبوۃ الا [illegible] بالمجموع فذلک النبی وتلک النبوۃ التی حجزت علینا وانقطعت فان من جملتہا التشریع بالوحی الملکی فی التشریع وذلک لا یکون الا للنبی خاصۃ

—— نور [illegible] ج ۲ ص ۲۵۷ میں ہے التاویل الفاسد کالکفر تاویل فاسد کفر کی طرح حرام ہے۔

—— امام غزالی نے الاقتصاد میں لکھا ان الامۃ فہمت من ھذا اللفظ خاتم النبیین انہ افہم عدم النبی بعدہ ابدا وعدم رسول بعدہ ابدا وانہ لیس فیہ تاویل ولا تخصیص ومن اولہ بتخصیص فکلامہ من انواع الہذیان لا یمنع الحکم بتکفیرہ لانہ مکذب بھذا النص الذی اجمعت الامۃ علی انہ غیر مؤول ولا مخصوص

—— شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ نے غنیۃ الطالبین [illegible] روافض ایضا ان علیا رضی اللہ عنہ نبی ... لعنہم اللہ والملائکۃ وسائر خلقہ الی یوم الدین فقطع اللہ دابرہم ولا جعل منہم فی الارض دیارا فانہم بالغوا فی غلوہم ومردوا علی الکفر وترکوا الاسلام وفارقوا الایمان وجحدوا الالہ والرسل والتنزیل فنعوذ باللہ ممن ذھب الی ھذہ المقالۃ (اکفار الملحدین ص ۳۲)

—— ابن عربی نے فتوحات مکیہ ج ۲ ص ۵۹۵ میں لکھا وان محمدا افضل الانبیاء وان اللہ تعالیٰ ختم بہ النبوۃ

ختم نبوت دیگر علماء کرام کے نزدیک

قاضی عبد المنتجی احمد نگری نے جامع الغموض کے مقدمہ میں لکھا ہے والصلوٰۃ والسلام علی سید العرب والعجم خاتم الانبیاء شفیع الامم

رضی نے شرح کافیہ کے مقدمہ ص ۲ میں لکھا وصلواتہ وسلامہ علی خاتم انبیاءہ ومبلغ انبائہ محمد بن عبد اللہ المبشر بہ قبل میلادہ

فیض الباری جز ۴ ص ۱۲۳ میں ہے العاقب سمی بہ لکونہ علیہ السلام عقب الانبیاء کما یسمی الآخر من الجیش عاقبا لکونہ فی عقبہم

آمالیہ شرح ہدایۃ النحو ص ۲ میں ہے والصلوٰۃ والسلام علی النبی الذی قامت شریعتہ علی سبیل الاستمرار والدوام

ابن عقیل شرح الفیہ کے حاشیہ پر مقدمہ بہجۃ المرضیہ ص ۲ میں ہے واصلی واسلم علی النبی خاتم انبیاءک

مقامات میں ادیب حریری نے ص ۲ پر لکھا الذی ختمت بہ النبیین

ابن حاجب نے شافیہ ص ۲ میں اور اس کے شارح نے عافیہ ص ۲ میں لکھا والصلوٰۃ علی سیدنا محمد خاتم النبیین

جامی نے قصیدہ الوافرہ ص ۱ میں لکھا والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد الذی جعل ختم الرسل الی یوم الدین

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے مالابد منہ ص ۱۰ میں لکھا ہمہ انبیاء برحق اند اول ایشان آدم است وافضل ایشان محمد است صلی اللہ علیہ وسلم وخاتم النبیین

محمد حسن سنبھلی نے العقد المنظوم فی سمط العلوم میں لکھا

فاولھم آدم المستبین — وآخرھم سید المرسلین

قاضی ابو الحسین محمد بن ابی یعلی نے طبقات حنابلہ ص ۴ میں لکھا ہے واشہد ان محمدا رسولہ المصطفیٰ ونبیہ المرتضیٰ لختارہ اللہ لرسالتہ ومستودع امانتہ فجعلہ خاتم النبیین وخیر خلقہ اجمعین۔

ابن رجب نے کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ کے مقدمہ ص ۵ میں لکھا وصلی اللہ علی سیدنا محمد

خاتم النبیین

ابن تیمیہ حرانیؒ نے منہاج السنہ ص ۲ میں لکھا واشهد ان محمدا عبده ورسوله الذی ختم به انبیاءه وهدی به اولیاءه

شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ نے اذکار الخیار ص ۱ میں لکھا واشهد ان محمدا عبده ونبیه الذی لانبی بعده

عبدالکریم شہرستانی رح الملل والنحل ص ۱۱ میں لکھا وصلی الله علی محمد المصطفی رسول الرحمة وخاتم النبیین

ابن عابدین نے رسائل جزو ثانی کے مقدمہ میں لکھا وختم به المرسلین

شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ نے گلستان ص ۲ میں لکھا تتمۂ دور زمان

علامہ شرنبلالی رح نے نور الایضاح ص ۲ میں لکھا والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین

عضد الدین نے المواقف ص ۲ میں لکھا ثم ختمهم باجلّهم قدرا ومرتبة وشرفه وتعظمه بدرا.

قاضی مبارک نے حاشیہ سلم العلوم ص ۲ میں لکھا سید المرسلین وخاتم النبیین سیدنا ونبینا محمد رحمة للعٰلمین.

محمد احسن نے قاضی مبارک کے حاشیہ ص ۲ میں لکھا ان تصلی علی اکرم مخلوقاتك افضل صفیك سید المرسلین وخاتم النبیین رحمة للعٰلمین

عبدالرؤف مناوی نے شرح شمائل ترمذی میں لکھا اضافة (الخاتم) الی النبوة لانه ایة ختامه اذ الشئ یختم بعد تمامه.

بحر العلومؒ نے شرح سلم العلوم ص ۲ میں لکھا مظهر اسمائه الحسنی محمد المصطفی خاتم الرسالة احمد المجتبی صاحب الشفاعة

اسی شرح کے حاشیہ زیدیہ ص ۳ میں لکھا فکمل به حائط النبوة وختم به دفتر الرسالة.

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے رسالہ کشاف کے خطبہ میں لکھا واشهد ان سیدنا محمدا عبده ورسوله الذی لانبی بعده

رسالہ شاہ اسمٰعیل صاحبؒ ص ۱۳ میں ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ست وختم الانبیاء مستند بدلائل قواعد شرعیہ المعتبرہ پس از اصول عقائد اسلامیہ است.

علامہ بدرالدین زرکشی البرہان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۳۴۳ میں لکھتے ہیں لا نبی معہ ولا بعدہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی کوئی نبی نہیں اور آپ کے بعد بھی کوئی نبی نہیں ہوگا۔

ابن سیدہ النحوی نے اپنی کتاب المحکم ج ۱ ص ۱ مقدمہ میں لکھا وصلی علی عاقب انبیاءہ

سیبویہ نے الکتاب ج ۱ ص ۵ میں لکھا وصلی اللہ علی محمد خاتم النبیین وعلی آلہ الطیبین۔

بعض علماء کرام کے مختصر طور پر اسماء گرامی

حضرت امام اعظم صدیق اکبر رض
حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطاب رض
حضرت عبداللہ بن عمر رض
حضرت ابی بن کعب رض
حضرت انس بن مالک رض
حضرت سعد بن ابی وقاص رض
حضرت جابر بن عبداللہ رض
حضرت زید بن ابی اوفی رض
حضرت عوف بن مالک رض
حضرت مالک بن حویرث رض
حضرت نافع رض
حضرت سفینہ مولی ام سلمہ رض
حضرت ابو الطفیل رض
حضرت ام کرز رض
حضرت نعیم بن مسعود رض
حضرت عبداللہ بن عمرو اللیثی رض
حضرت ابو حازم رض
حضرت ابو مالک اشعری رض

حضرت علی رض
حضرت عباس رض
حضرت زبیر رض
حضرت حسن رض
حضرت سلمان رض
حضرت مغیرہ رض
حضرت ابوذر رض

حضرت جابر بن سمرہ رض
حضرت ابو سعید خدری رض
حضرت ابو ہریرہ رض
حضرت معاذ بن جبل رض
حضرت ابو الدرداء رض
حضرت عبداللہ بن عباس رض
حضرت حذیفہ رض

حضرت خالد بن ولید رض
حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رض
حضرت عقیل بن ابی طالب رض
حضرت معاویہ بن حیدہ رض
حضرت بہز بن حکیم
حضرت جبیر بن مطعم
حضرت بریدہ رض

حضرت زید بن حارثہ رض
حضرت عبداللہ بن ثابت رض
حضرت ابو قتادہ رض
حضرت نعمان بن بشیر رض
حضرت ابن عمر رض
حضرت یونس بن میسرہ رض
حضرت ابو بکرہ رض
حضرت سعید بن خیثم رض
حضرت سعد رض
حضرت زید بن ثابت رض
حضرت زید بن ارقم رض

حضرت عرباض بن ساریہ رض
حضرت مسعود بن مخرمہ رض
حضرت عروہ بن رویم رض
حضرت ابو امامہ باہلی رض
حضرت ابو قبیلہ رض
حضرت ثوبان رض
حضرت مجاہد رض
حضرت مالک رض
حضرت عائشہ صدیقہ رض
حضرت تمیم داری رض
حضرت محمد بن حزم رض
حضرت سہل بن سعد الساعدی رض

حضرت ابو زمل جہنی رض
حضرت خالد بن معدان رض
حضرت عمرو بن شعیب رض
حضرت مسلمہ بن مخلد رض
حضرت قرۃ بن ایاس رض
حضرت عمران بن حصین رض
حضرت عقبہ بن عامر رض
حضرت عصمہ بن مالک رض
حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو
حضرت عمرو بن قیس رض
حضرت عکرمہ بن الاکوع رض
حضرت سلمہ بن الاکوع رض
حضرت عبداللہ بن حارث رض
حضرت حبشی بن جنادہ رض
حضرت اسماء بنت عمیس رض
حضرت ضحاک بن نوفل رض
ابو زید بن اخطب رض
عباد بن عمرو رض
عبداللہ بن بحینہ رض
سائب بن یزید
زیاد بن لبید
اسامہ بن زید
زید بن حارثہ
حضرت ابو رمثہ رض

وہب بن منبہ رح
تنوخی رسول ہرقل
ابو العالیہ رح
عطاء
کعب الاحبار
نوفیۃ بن مسعود
امام بخاری
امام مسلم
امام ترمذی
امام ابو داؤد
امام نسائی
امام مالک
امام احمد
امام ابن ماجہ
امام طحاوی رح
امام ابن ابی شیبہ
ابو داؤد طیالسی
طبرانی
ابن شاہین
ابو نعیم
ابن حبان
ابن عساکر
حکیم ترمذی
حاکم

ابن سعد
بیہقی
ابن خزیمہ
ضیاء مقدسی
ابو یعلیٰ
محی السنہ بغوی
دارمی
خطیب
سعید بن منصور
ابن مردویہ
ابن مندہ
دار قطنی
ابن السنی
خطابی
خفاجی
قسطلانی
نووی شرح مسلم
سندھی برنسائی
شعبی
عبدالرؤف مناوی
زرقانی
ابن قیم الجوزیہ
ابن ابی الدنیا
دیلمی
ابن ابی حاتم

ابن النجار
بزار
ابو سعید باوردی
ابن عدی
رافعی
ابن عرفہ
ابن راہویہ
ابن جوزی
قاضی عیاض
عبد بن حمید
ابو نصر
سجزی فی الابانہ
ہروی
رویانی
طبری فی ابن عساکر
حافظ ابن حجر
علامہ عینی
صاحب مشارق الانوار
شارح ترمذی
ابو زرعہ عراقی
ابن کثیر
قرطبی
ابو نعیم مسند
ابن تیمیہ در جواب صحیح
شاہ ولی اللہ در ازالۃ الخفاء

ابن عباس از زرقانی
مجدد الف ثانی
ابن جریر طبری
امام راغب اصفہانی
ابن کثیر
زمخشری
سیوطی
سید محمود آلوسی
علامہ نسفی
علامہ بغوی
خازن
امام رازی
بیضاوی
المعتقد المنتقد ص۲۹
الاتقان ص۱۳۸ ج۲
مسامرہ لابن ہمام ص۲۳۱
مکتوبات امام ربانی ج۲ ص[illegible] و ج۸ ص۹۰

ابوحیان
شربینی صاحب سراج منیر
صاحب جمل
شیخ محی الدین ابن عربی
شیخ محمد فوزی [illegible] البیان
قاضی ثناء اللہ پانی پتی
شیخ اسمٰعیل حقی
صاحب جامع البیان
صاحب موضح القرآن
ابو محمد روزبہان شیرازی
علامہ ثعالبی
شیخ کمال الدین [illegible]
تحفہ شرح منہاج
ابن حزم در ملل ج۱ ص۷۷ و ج۳ ص۲۴۹
و ص۱۱۳ و ج۴
نجم الدین عمر نسفی
علامہ تفتازانی

فواتح الرحیم
الجواہر الحسان
عرائس البیان
تفسیر مواہب علیہ
الاشباہ والنظائر ص۲۹۶
بحر الرائق ج۵ ص۱۳۰
عالمگیری ج۲ ص۲۶۳
ابن حجر مکی شافعی
ملا علی قاری در شرح شمائل
و در شرح فقہ اکبر ص۲۰۲
شیخ سلیمان بحیری شرح منہج
فصول عمادی ص۱۳۰۰
خلاصۃ الفتاوی ج۴ ص۳۸۶
مجموعۃ العقائد یافعی ص۱۵
عقیدۃ العوام ص[illegible]
شرح عقیدہ نووی ص[illegible]
مسائل ابی اللیث ص[illegible]

[illegible] للقدوری ص۳
[illegible] شاہ عبدالعزیز
جوہرۃ التوحید
اتحاف المرید ص۱۲۶
شرح کفایۃ العوام للفضالی ص۱۳
تمہید ابو شکور سالمی
الاقتصاد للغزالی
عقائد [illegible]
شرح تعرف
مخزن الاسرار نظامی گنجوی
غنیۃ الطالبین للجیلانی
[illegible] القلوب [illegible]
[illegible]
فتوحات مکیہ لابن عربی ج۲ ص[illegible]
و ج۳ ص۵۶۰
شرح فصوص الحکم للنابلسی ص[illegible]
سیبویہ
ابن سیدہ

انجیل برنباس میں ختم نبوت کا ثبوت

انجیل برنباس ۹۷: ۸۰-۹ ص۱۳۳ و ۱۴۲ اور جدید ج۲ ص۱۹۵

یسوع نے کہا تحقیق تمہارا کلام مجھ کو کچھ تسلی نہیں دیتا اس لیے ایک ایسا اندھیرا آنے والا ہے جس میں کہ تم روشنی کی امید ہی کیا کرو گے۔ مگر میری تسلی اس رسول (الرسول) کے آنے میں ہے جو کہ میرے بارے میں ہر جھوٹے خیال کو محو کر دے گا۔ اور اس کا دین پھیلے گا۔ اور تمام دنیا میں عام ہو جائے گا کیونکہ اللہ نے ہمارے باپ ابراہیم سے یہی وعدہ کیا ہے۔ اور جو چیز مجھ کو تسلی دیتی ہے وہ یہ ہے کہ اس رسول کے دین کی کوئی حد نہیں اس لیے اللہ اس کو درست اور محفوظ رکھے گا۔

کاہن نے جواب میں کہا کیا اس رسول (الرسول) کے آنے کے بعد اور رسول بھی آئیں گے؟
یسوع نے جواب دیا "اس کے بعد خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی کوئی نہیں آئیں گے"!
(یعنی وہ رسول خاتم الانبیاء ہوں گے) نوٹ :- صفحہ ۱۵۰۰ تک جھوٹے مدعیان نبوۃ آتے رہیں گے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والے کا کیا حکم ہے

قاضی عیاض نے شرح شفا میں لکھا وکذلک نکفر من ادعی نبوۃ احد مع نبینا صلی اللہ علیہ وسلم او فی زمانہ کمسیلمۃ الکذاب والاسود العنسی او ادعی نبوۃ احد بعدہ فانہ خاتم النبیین بنص القرآن والحدیث فھذا تکذیب للہ ورسولہ کالعیسویۃ مسیلمۃ الکذاب واسود عنسی نے جیسے عہد نبوی میں ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا ہم ان کو بھی کافر سمجھتے ہیں اور آپ کے بعد بھی جس نے نبوۃ کا دعویٰ کیا ہم ان کو بھی کافر سمجھتے ہیں اس لیے کہ قرآن وحدیث کا صاف بیان ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ اللہ ورسول کی بات کو جھوٹا کہنا ہے (جو کفر ہے)

مجموعہ فتاویٰ ج ۳ ص ۳ میں ہے وھاتان المسئلتان من جملۃ ما کفروا بہ تجویز النبوۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذی اخبر تعالیٰ انہ خاتم النبیین دو مسئلوں میں سے ایک وہ مسئلہ جس میں کفر لازم آتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ السلام جن کے خاتم النبیین ہونے کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی ہے ان کے بعد بھی کسی کی نبوۃ کی تجویز کرنا ہے

ابن نجیم نے الاشباہ والنظائر کی کتاب السیر ص ۲۹۶ میں لکھا ہے اذا لم یعرف ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات جب کوئی آدمی یہ نہ سمجھتا ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے کیونکہ یہ عقیدہ تو ضروریات دین میں سے ہے۔

خفاجی نے شرح شفا میں لکھا جلد ۴ صفحہ ۴۳۴ من زعم انہ نبی یوحی الیہ کالملک فی احکامہ لانہ قد کفر بکتاب اللہ ولانہ کذبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ خاتم النبیین ولا نبی بعدی من الفریۃ علی اللہ جس شخص کا خیال ہے کہ میں نبی ہوں مجھے وحی ہوتی ہے وہ اپنے تمام احکام میں وہ ہے مرتد کی طرح ہے کیونکہ اس نے اللہ پر جھوٹ گھڑ کے قرآن پاک کا بھی انکار کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کو بھی جھوٹا کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

الجواہر المنیفۃ ج ۲ ص ۳۸۳ میں ہے وادعی رجل النبوۃ وطلب من الناس ان یمھلوہ حتی یاتی بالعلامۃ علی صدقہ فقال الامام ابو حنیفۃ رح من طلب منہ العلامۃ کفر لانہ یرم صلاف وانفتاح باب النبوۃ وفیہ

علامہ شاطبی رحمہ نے الاعتصام ج ۲ ص ۹۷ میں لکھا ہے

ينظر في قوله تعالى وخاتم النبيين وهل يمكن تاويله؟ ويجعل يطرق اليه الاحتمالات ليسوغ امكان بعث نبي بعد محمد وكان متقول هذا المفتري على يد شيخنا ابي جعفر ابن الزبير رحمه

نبی و ولی کجا مرزا قادیانی شریف انسان بھی نہ تھا

کیونکہ

مرزا فحش گو تھا

انوار الاسلام ص ۳۰: اب جو شخص زبان درازی سے باز نہ آئیگا اور ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائیگا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے ... حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے۔

رسالہ آریہ دھرم ص ۵۲ میں آریہ کی بابت لکھا "ایسے ایسے حرام زادے جو سفلہ طبع دشمن ہیں۔

رسالہ نجم الہدیٰ ص ۱۰ میں کہا ان العدیٰ صاروا خنازیر الفلا ونساءهم من دونهن الاکلب یعنی میرے دشمن جنگلوں کے سؤر اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ کر ہیں

آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۷ میں ہے کل مسلم یقبلنی ویصدق دعوتی الا ذریۃ البغایا ہر مسلمان مجھے قبول کرتا اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے سوائے کنجریوں کی اولاد کے۔

سید نذیر حسین محدث دہلوی کو استفتاء ص ۱۳۰ میں شیخ الضال اور انجام آتھم میں ضال نالائق اور ص ۴۶ ان کے فتویٰ کو دجالانہ فتویٰ کہا

مولانا ثناء اللہ امرتسری کو تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۲۶ میں ابوجہل اور حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۵ میں کتے مردار خوار اور اعجاز احمدی ص ۲۳ میں کفن فروش۔ کتا اور ص ۴۳ میں اپنی بڑا غدار کہا

مولوی سعد اللہ کو انوار الاسلام ص ۳۹ میں شیطان فطرت، نادان، عدو الدین اور ضیاء الحق ص ۶ میں کم بخت ص ۳۰ میں ہندو زادہ، بدبخت، دین فروش اور انجام آتھم ص ۲۸۱/۲۸۲ میں کنجری کا بیٹا اور تحفہ لئیم فاسق شیطان ملعون نطفۂ سفہاء، خبیث، مفسد، مزور، منحوس اور شہادۃ القرآن ضمیمہ ص ۱۲ میں مردار علماء کہا

محمد حسین بٹالوی کو تریاق القلوب ص ۲۳ حاشیہ ۱۹۹/۱۹۸ میں ترازغتا، بیہودہ اور ضیاء الحق ص ۳۱ میں بدبخت دین فروش اور ص ۲۳۰/۲۳۱ میں پلید بے حیا سفلہ گندی کارروائی گندے اخلاق لغزی۔ ناپاک شیعہ اور استفتاء ص ۲۲ میں فرعون اور انجام آتھم ص ۲۴۹ میں یا شیخ ارض البطالۃ اے شیخ زمین پلید زمین بطالت کہا

ازالۃ الاوہام ص ۷۰۸، ۷۰۹ میں لکھ دیا قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں اور قرآن عظیم سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے۔

کہ وہ وقت آنے والا ہے کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑ دو گے۔ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا؟ نورحق ص ۲۴ میں لکھا "نالائق مولویوں کو ذلت پر ذلت نصیب ہوئی ...... نفاق زدہ یہود پرست مولوی سخت ذلیل ہوگئے"

مرزا جھوٹ بولتا تھا

مرزا قادیانی نے چشمہ معرفت ص ۲۲۲ میں کہا "جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا" اربعین نمبر ۳ ص ۵ میں کہا "جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں" براہین احمدیہ ص ۵۰۶ میں کہا "متکبر اللہ تعالیٰ کسی حالت میں کسی نیک پاک آدمیوں کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے"

اب مرزا قادیانی کو اس محک پر بھی پرکھتے ہیں کہ کہاں تک ان کا مقام ہے

فیضِ آسمانی مع تتمہ حصہ اول میں ۱۵۹ جھوٹ مرزا قادیانی بولے ہیں! اور حصہ دوم میں ۶۹ جھوٹ بولے! اور حصہ سوم میں ۹۰ جھوٹ بولے! دوسری شہادت آسمانی میں ۲۱۵ جھوٹ بولے۔ انجم ثاقب حصہ اول میں ۲۲ جھوٹ! مسیح کاذب میں ۲۴ جھوٹ۔ ہدیہ عثمانیہ میں ۱۷ جھوٹ بولے! صحیفہ رحمانیہ و صحیفہ محمدیہ میں مزید برآں جھوٹ شائع کیے (پہلا) مولوی عبد الماجد بھاگلپوری نے منہاج النبوت میں کمال ہی کر دیا جس میں لکھا "جھوٹ بولنا تمام انبیاء کا شیوہ رہا (گویا جھوٹ نبوۃ کا خاصہ ہے نعوذ باللہ) یاد رہے جھوٹ تین قسم پر ہے واقعات ماضیہ کے متعلق واقعات حال کے متعلق واقعات مستقبلہ کے متعلق

مرزا کے کلام میں تینوں قسم کے جھوٹ پائے جاتے ہیں! مشتے نمونہ از خروارے مندرج ذیل ہیں!

۱ اگر حدیث کے بیان پر اعتبار ہے تو پہلے ان حدیثوں پر عمل کرنا چاہیے جو وثوق میں اس حدیث پر کئی درجہ بڑھی ہوئی ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری کی حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کے لیے آواز آئیگی کہ ھذا خلیفۃ اللہ المھدی اب سوچو کہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے کہ جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ میں ہے (شہادت القرآن) حالانکہ بخاری میں یہ حدیث نہیں ہے۔ یہ مرزا کا جھوٹ ہے

۲ جاننا چاہیے کہ اگرچہ عام طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ حدیث صحیح ہو چکی ہے کہ خدا تعالیٰ اس امت کی اصلاح کے لیے ہر ایک صدی پر ایک ایسا مجدد مبعوث کرتا رہیگا جو اس کے دین کو نیا

کرے گا۔ لیکن چودھویں صدی کے لیے یعنی اس بشارت کے بارہ میں جو ایک عظیم الشان مجدد چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوگا اس قدر نشانات خوبیہ پائے جاتے ہیں جو اُن سے کوئی طالب منکر نہیں ہو سکتا" (نشانِ آسمانی ص ۱۶) حالانکہ کسی حدیث میں چودھویں صدی کا ذکر نہیں، اور نہ ہی چودھویں صدی میں مہدی کے آنے کا ذکر ہے۔ اور نہ ہی چودھویں صدی کے مجدد کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ کوئی اشارہ یا بشارت ہے۔

۳ ازالۂ اوہام ۱۲ ص ۷۷ میں کہا "تیرھویں صدی کے اختتام پر مسیح موعود کا آنا ایک اجماعی عقیدہ معلوم ہوتا ہے" حالانکہ اس کا کوئی عالم قائل نہیں چہ جائیکہ اجماع ہو۔ پس یہ بھی مرزا کا جھوٹ ہوا۔

۴ حاشیہ کشتی نوح ص ۱۳ میں کہا "یہودی اپنی تاریخ کی رُو سے بالاتفاق یہی مانتے ہیں کہ موسیٰ سے چودھویں صدی کے سر پر عیسیٰؑ ظاہر ہوا تھا" حالانکہ یہ جھوٹ ہے۔ حضرت عیسیٰؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ۱۵ یا ۱۶ سو سال بعد تشریف لائے

۵ سلف صالح میں سے بہت سے صاحب مکاشفات مسیح کے آنے کا وقت چودھویں صدی کا شروع سال بتلا گئے ہیں" (یہ مرزا کا جھوٹ ہے) (۶) چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ قدس سرہ کی بھی یہی رائے ہے" (۶) (۷) اور اکثر محدثین اس حدیث کے معنے میں کہ بعد المائتین کے ... آیات بعد المائتین سے اسی طرف گئے ہیں (ازالۂ اوہام ح ۱ ص ۷۶) (یہ سب مرزا کا جھوٹ ہے)

۸ اخبار بدر مؤرخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۰۵ء میں کہا "ہمارے نبی کریمؐ کے گیارہ بیٹے فوت ہوئے" حالانکہ بچہ بچہ تاریخ کی رُو سے سمجھ سکتا ہے کہ مرزا کا صریح جھوٹ ہے۔

۹ اشتہار مؤرخہ ۲۳ اگست ۱۹۰۷ء میں لکھا "آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جب کسی شہر میں وبا نازل ہو تو اس شہر کے لوگوں کو چاہیے کہ بلاتوقف اس شہر کو چھوڑ دیں" حالانکہ قطعاً ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا بلکہ اس کے برعکس فرمایا۔ پس مرزا کا یہ جھوٹ ہے

۱۰ اور یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف میں ...... یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی (کشتی نوح ص ۵) حالانکہ قرآن مجید میں کہیں تذکرہ نہیں۔ یہ مرزا کا جھوٹ ہے

۱۱ ازالۂ اوہام ص ۳۴ میں لکھا "تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن کریم میں درج کیا گیا ہے مکہ اور مدینہ اور قادیان" قرآن شریف میں قادیان کا نام کہیں نہیں۔ یہ مرزا کا جھوٹ ہے۔

۱۲ مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری اور مولوی اسمٰعیل صاحب علی گڑھی نے لکھا ہے کہ جھوٹا ہے

کے سامنے مرجائے گا (اربعین ۳ ص ۹) حالانکہ ان دونوں میں سے کسی نے اپنی کسی کتاب میں یہ مضمون نہیں لکھا ۔ لہٰذا یہ مرزا کا جھوٹ ہے ۔

۱۳ یہ ضرور تھا کہ قرآن کریم و حدیث کی وہ پیش گوئیاں پوری ہوتیں جن میں یہ لکھا تھا کہ مسیح جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھائے گا وہ اسے کافر قرار دیں گے اور اس کے قتل کا فتوے دیں گے (اربعین ۳ ص ۱۱) حالانکہ یہ سب مرزا کی جھوٹی باتیں ہیں .. کیونکہ قرآن و حدیث میں یہ کہیں نہیں ہے کہ مسیح علماء اسلام کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا ۔ اور نہ یہ ہے کہ وہ مسیح کو کافر کہیں گے ۔ اور نہ یہ ہے کہ وہ مسیح کے قتل کا فتوے دیں گے (بلکہ اس وقت تمام ادیان ختم ہوجائیں گے صرف دین اسلام رہ جائیگا)

۱۴ تحفۃ الندوہ ص ۷ مطبوعہ ۱۹۰۲ء میں لکھا قرآن نے بھی میرے آنے کا زمانہ متعین کیا ہے جو یہی زمانہ ہے حالانکہ قرآن کریم نے کہیں نہیں کہا لہٰذا یہ مرزا کا جھوٹ ہے ف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد جھوٹے نبی آئیں گے تو یہ مثلے تھوڑا از خروارے پیش کیے گئے اور مرزا اپنے کہنے کے مطابق مرتد ہوا

مرزا نے بھی کئی جگہ بیان میں لکھا مرزا کی پیش گوئیاں دس سے زیادہ جھوٹی ثابت نہیں ہوئیں اسلئے اب یہ بھی دیکھ لیتے ہیں :-

مرزا کی پیش گوئیاں غلط

۱ اعجاز احمدی ص ۵۰ (۱۹۰۲ء) میں پیش گوئی لکھی مولوی محمد حسین بٹالوی میرا اسلام قبول کریگا اور ۱۹۰۲ء میں تحریر لکھی بوحی اللہ تشویش کردی ہے کہ محمد حسین کا ایمان سعید لوگوں کی طرح ہوگا مگر محمد حسین مرزا پر ایمان نہ لائے

۲ اعجاز احمدی ص ۳۷ میں پیش گوئی لکھی وہ (ثناء اللہ امرتسری) ہرگز قادیان نہیں آئیں گے : مگر مولوی ثناء اللہ صاحب) ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان پہنچے ۔

۳ میگزین ۱۴ جنوری ۱۹۰۶ء میں پیش گوئی لکھی "ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں" مگر مرزا لاہور میں مرا ، قادیان میں دفن ہوا ۔ نہ حج نصیب ہوا نہ عمرہ ۔ نہ وہاں کا مرنا نصیب میں تھا

۴ محمدی بیگم کے ساتھ مرزا کا نکاح ہونے کی مشہور پیش گوئی ہے ؛ مرزا مرگیا نکاح نہ ہوا ۔ محمدی بیگم زندہ رہی

۵ اشتہار ۲۰ نومبر ۱۹۰۱ء میں پیش گوئی لکھی "ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھ کو خوشخبری دیتے ہیں جو مبارک احمد کے بعد ہوگا اور اس کا قائم مقام اور اس کا شبیہ ہوگا" مگر لڑکا نہ ہوا اور مرزا مرگیا ۔

۶ صاحبزادہ مبارک احمد کو تپ ہوا ۔ الہام ہوا قبول ہوگئی نو دن کا بخار ٹوٹ گیا "یعنی دعا قبول ہوگئی

کہ اللہ تعالیٰ میاں صاحب موصوف کو شفا دے (میگزین ستمبر ۱۹۰۵ء ڈائری ۲۰ اگست ۱۹۰۵ء) مگر بیچارہ ۱۶ ستمبر کو صبح کے وقت فوت ہو گیا (میگزین اکتوبر ۱۹۰۵ء)

۷ تریاق القلوب ط اص ۴۸ میں لکھا خدا نے مجھے کہا اجیب کل دعائك میں تیری ہر دعا قبول کرونگا مگر مولوی عبدالکریم کی صحت کی دعا مانگی ! نہ قبول ہوئی۔

۸ میگزین ۲۸ مارچ ۱۹۰۷ء والبشریٰ ج۲ ص ۱۲۷ میں پیش گوئی کی "میرا دشمن ہلاک ہو گیا" مگر مرزا کے بڑے دشمن ڈاکٹر عبدالحکیم خان و مولوی ثناء اللہ یہ دونوں زندہ رہے ! مرزا ان کی زندگی میں مر گیا!

۹ آئندہ زلزلہ کی نسبت جو میری پیش گوئی ہے اس کو ایسا خیال کرنا کہ اس کے ظہور کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی یہ خیال سراسر غلط ہے کیونکہ بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیش گوئی میری زندگی میں میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدہ کے لیے ظہور میں آئیگی۔ کیونکہ ضروری ہے کہ یہ حادثہ میری زندگی میں ہی ظہور میں آئے (ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۹۷) مگر اس کے بعد مرزا کی زندگی میں کوئی زلزلہ نہ آیا!

۱۰ مبارک احمد مصلح موعود مرزا کے الہام میں تھا مگر وہ ۹ سال سے کم عمر پا کر مر گیا مرزا کی پیشگوئی غلط نکلی مرزا نے کہا تھا ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لیے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں (دیکھو اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء و مندرجہ آئینہ کمالات اسلام ص ۲۸۰ حصہ اول و ص ۲۳۲ حصہ دوم) نیز لکھا کسی انسان (خاص کر مدعی الہام) کا اپنی پیش گوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے دیکھو تریاق القلوب ط اول ص ۱۰۷ و ص ۲۶۸ ج ۳) اب ناظرین نتیجہ خود نکالیں۔

مرزا پیغمبروں کی توہین کرتا تھا

مرزا صاحب نے خود ست بچن ص ۱۳۱ ھ ۵ میں لکھا ہے "کوئی بھلا آدمی گذشتہ بزرگوں کی مذمت نہیں کرتا۔ پھر ضمیمہ اربعین نمبر ۳ ص ۵ میں لکھا گالیاں دینا اور بد زبانی کرنا طریق شرافت نہیں۔ کشتی نوح ص ۱۱ میں لکھا کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو! تبلیغ رسالت ج ۴ ص ۴ اشتہار ۷ ستمبر ۱۸۹۵ء میں لکھا کسی شخص کو "جاہل" "نادان" "دنیا پرست" "مکار" "فریبی" "گنوار" "متکبر وغیرہ الفاظ کہنے والا شریفوں اور معقولوں اور نیک سرشت لوگوں کے نزدیک گندہ طبع اور بد زبان ہوتا ہے۔ اربعین ۴ ص ۴۴ میں لکھا خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول یعنی اس عاجز کو تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا

آئیے! اب ہم مرزا قادیانی کو اس کے اپنے بنائے ہوئے محک پر پرکھتے ہیں کہ کیسے ہیں؟

اور میرا غضب، میرا حلم، اور تلخی و شیرینی و حرکت و سکون سب اسی کا ہو گیا، اور اسی حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب و تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے مطابق اس کی ترتیب و تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح۔ پھر میں نے کہا ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے؟

ضرورۃ الامام ص ۳۰ میں لکھا: سیدنا حضرت مصطفیٰ ﷺ بار بار یمن کی طرف منہ کر کے فرمایا کرتے تھے کہ اجد ریح الرحمن من الیمن یعنی مجھے یمن کی طرف سے خدا کی خوشبو آتی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اویس میں خدا کا نور اترا ہے۔ ف: مرزا کو نبی کا اطلاق پسند نہیں معاذ اللہ، اطلاق مجازاً کیسے؟

زنا، شراب، اور ......

روزنامہ "الفضل" قادیان دار الامان مورخہ ۳۱ اگست ۱۹۳۸ء میں ص ۶ کالم ۳ میں لکھا:

"اس کی سلسلہ سے محبت کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ ایک خط میں جس کے متعلق اس نے تسلیم کیا ہے کہ وہ اسی کا لکھا ہوا ہے، اس پر یہ تحریر کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود ولی اللہ تھے، اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کر لیا تو اس میں حرج کیا ہوا۔ پھر لکھا ہے۔ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض نہیں کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے۔ ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے۔ کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔ اس اعتراض سے پتہ لگتا ہے کہ یہ شخص پیغامی طبع ہے۔ اس لیے کہ ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ آپ نبی اللہ تھے مگر پیغامی اس بات کو نہیں مانتے اور وہ آپ کو صرف ولی اللہ سمجھتے ہیں"۔ پ

مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کے تاریخی مقدمہ کا فیصلہ، شواہد چوہدری افضل حق

"معلوم ہوتا ہے کہ مرزا ایک ٹانک استعمال کرتا تھا جس کا نام پلومر کی شراب تھا۔ ایک موقع پر اس نے اپنے مریدوں میں سے ایک کو لکھا کہ پلومر کی شراب لاہور سے خرید کر مجھے بھیجو۔ پھر دوسرے خطوط میں یاقوتی کا تذکرہ ہے۔ مرزا محمود نے خود اعتراف کیا ہے کہ اس کے باپ نے ایک دفعہ پلومر کی شراب دوا استعمال کی ہے، مجھے میرے نزدیک یہ حقہ بھی قابل اعتراض نہیں ہے"

۶ جون ۱۹۳۵ء
(دستخط) جی۔ ڈی کھوسلہ سیشن جج

مرزا انکارِ وحی کے بعد مدعی وحی

حمامۃ البشریٰ ص ۳۴ : قد انقطع الوحی بعد وفاتہ ۔ وختم اللہ بہ النبیین
حاشیہ کشتی نوح ص ۲۲ : قرآن شریف پر شریعت ختم ہو گئی ہے مگر وحی ختم نہیں ہوئی کیونکہ وہ سچے دین کی جان ہے جس دین میں وحی الٰہی کا سلسلہ جاری نہیں وہ دین مردہ ہے ۔ اور خدا اس کے ساتھ نہیں ۔

مرزا اہل سنت بن کر عقائد کا فرانہ رکھتا ہے

آسمانی فیصلہ ص ۳ میں لکھا : اور خدا جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہل السنۃ والجماعۃ مانتے ہیں اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہوں ۔ اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں اور مدعی نبوت نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں
مجموعہ اشتہارات ص ۲۳۰ جلد ۱ میں لکھا : میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل السنۃ والجماعۃ کا ہے اب میں مندرجہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانۂ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء کی ختم نبوۃ کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوۃ کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں ۔
کتاب البریہ ص ۲۰۲ میں لکھا : افتراء کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور گویا ہم معجزات اور فرشتوں کے منکر ہیں لیکن یہ یاد رہے کہ یہ تمام افتراء ہے ۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء ہیں اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقائد اہل سنت کے قائل ہیں
پھر مرزا نے بدر اخبار جلد ۵ مارچ ۱۹۰۸ء میں لکھا : ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں
اربعین نمبر ۴ ص ۹۹ میں ہے : " مجھے اپنے وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توراۃ و انجیل اور قرآن کریم پر
اربعین نمبر ۴ ص ۱۹ میں ہے جب کہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توراۃ انجیل قرآن کریم پر تو کیا انہیں مجھ سے توقع ہو سکتی ہے کہ میں ان کے ظنیات بلکہ موضوعات کے ذخیرہ یعنی حدیثوں کو سن کر اپنے یقین کو چھوڑ دوں ۔ جس کی حق الیقین پر بنا ہے ؟ ف حدیث کی بحث ضعف کا حکم مرزا سے پوچھ کر لگاؤ ۔ لاحول ۔

مرزائیوں کی طرف سے چند سوالوں کے جوابات

سوال حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تو کہہ سکتے ہو مگر یوں نہ کہو لا نبی بعدہ آپ کے بعد نبی کوئی نہیں۔

جواب ۱ اس حدیث کی سند بیان نہیں کی گئی۔ بغیر سند کے صحت و ضعف کا حکم نہیں کیا جا سکتا

جواب ۲ یہ عبارت صریح بہتان ہے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر کیونکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یبقی بعدہ من النبوۃ الا المبشرات (مسند احمد بخاری) نبوۃ میں سے کچھ بھی اب باقی نہ رہا سوائے سچے خوابوں کے

جواب ۳ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لا نبی بعدی فرمایا تو ام المؤمنین کی کیا مجال ہے کہ اس کی تردید کرے چنانچہ ترمذی میں خود آں حضرت کا ارشاد ہے انا العاقب الذی لا نبی بعدی

جواب ۴ خود مرزا قادیانی نے بھی خاتم النبیین کی یہی تشریح کی ہے دیکھو اس کی کتاب حمامۃ البشریٰ ص ۳۴ خاتم النبیین وفسرہ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ علیہ السلام لا نبی بعدی

جواب ۵ اگر ہم تسلیم کر لیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سچ مچ یہ بات کہی ہے تو اس کی صحیح توجیہ ہو سکتی ہے جسے راوی نے اختصار کی وجہ سے ذکر نہیں کیا وہ دراصل بات یوں تھی کہ کسی نے لا نبی بعدی کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی نہ ہوگا تو اس کے اس زعم باطل کی تردید کے لیے آپ نے فرما دیا ہوگا کہ تم لا نبی بعدی کہو نہیں کیونکہ اس عبارت کا مفہوم اگرچہ یہ نہیں ہے مگر تمہارے دل میں اس عبارت کی وجہ سے غلط عقیدہ جگہ پکڑ گیا ہے اس لیے یہ لفظ کہنا ہی چھوڑ دو

حضرت عیسیٰؑ کا نزول من السماء مانیں تو ہمارے نبی خاتم الانبیا نہیں رہتے

جواب:

کشاف ج ۳ ص ۲۱۵ میں علامہ زمخشری نے جو کٹر قسم کے معتزلی ہیں لکھا ہے فان قلت کیف کان آخر الانبیاء وعیسیٰ علیہ السلام ینزل فی آخر الزمان ؟ قلتُ معنی کونہ علیہ السلام آخر الانبیاء انہ لا ینبأ احد بعدہ صلے اللہ علیہ وسلم وعیسیٰ علیہ السلام ممن نبیّ قبلہ علیہ السلام یعنی اگر کوئی کہے کہ آں حضرتؐ آخر الانبیاء کس طرح ہوسکتے جب کہ آخر زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام نے اترنا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الانبیاء ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کسی کو نبی بنایا نہ جائے گا۔ اب رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سو وہ تو آں حضرتؐ سے پہلے نبی بنائے گئے ہیں۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رح نے تکمیل الایمان ص ۴۴ میں لکھا و نسخ شریعت عزل نبوت نیست شرع کے منسوخ ہونے سے نبوت نہیں چھنتی۔ پس شریعت عیسیٰؑ کے منسوخ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عیسیٰؑ اب نبی نہیں ہے۔

علامہ نسفی رح تفسیر مدارک ج ۳ ص ۲۳۳ میں لکھا یعنی لا ینبأ احد بعدہ و عیسیٰ ممن نبیّ قبلہ وحین ینزل ینزل عاملا علی شریعۃ محمدؐ وکانہ بعض امتہ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کسی کو نبی بنا کر نہ بھیجا جائے گا اور عیسیٰؑ تو آپؐ سے پہلے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں اور جب (آخر زمانہ میں) آپ اتریں گے تو شریعت محمدیہ پر عمل کرتے ہوئے اتریں گے جیسا آپؐ آں حضرتؐ کی امت کا ایک فرد ہیں

علامہ آلوسی نے روح المعانی ج ۷، ص ۶۰ میں فرمایا ولا یقدح فی ذلک ما اجمعت علیہ الامۃ و اشتہرت فیہ الاخبار ولعلہا بلغت مبلغ التواتر المعنوی ونطق بہ الکتاب علی قول و وجب الایمان بہ و اکفر منکرہ کالفلاسفۃ من نزول عیسیٰ علیہ السلام آخر الزمان لانہ کان نبیا قبل تحلی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم بالنبوۃ فی ہذہ النشاۃ اور مسئلہ ختم نبوت اس عقیدہ سے ہرگز معارض نہیں جس پر امت کا اجماع ہے اور جس میں حد شہرت کو پہنچ گئی ہیں شاید تواتر معنوی کے درجہ کو پہنچ گئی ہیں اور جس پر قرآن نے بھی تصریح کی ہے اور جس پہ ایمان لانا واجب ہے اور فلاسفہ جیسے منکرین کو کافر سمجھا گیا ہے یعنی آخر زمانہ میں عیسیٰؑ کا اترنا، کیونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم میں نبوت ملنے سے پہلے ہی وہ (عیسیٰؑ) وصف نبوت کے ساتھ متصف ہوچکے تھے

زرقانی رح نے شرح المواہب اللدنیہ ج ۵ ص ۲۶۷ میں لکھا ولا یقدح نزول عیسیٰ علیہ السلام بعدہ لانہ یکون علی دینہ مع ان المراد انہ آخر من نبیّ اور عیسیٰؑ کے اترنے سے ختم نبوت پر کوئی اعتراض

نہیں ہو سکتا اس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام اُس وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہوں گے۔ علاوہ
بریں ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ آپؐ سب سے آخر میں نبی بنائے گئے اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ پہلے نبی بن چکے ہیں۔
مولانا ثناء اللہ پانی پتی رحمہ نے تفسیر مظہری ج ۲ ص ۳۵۱ میں لکھا وبقاء نبی سابق لا ینافی ختم النبوۃ
پہلے نبی کا زندہ رہنا ختم نبوت کے منافی نہیں ہے

جامع البیان پ ۲۲ ص ۳۶۴ میں لکھا ہے وعیسیٰ ینزل بدینہ ھو یدالہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
دین محمدی لیے ہوئے اسی کی تائید کرتے ہوئے اتریں گے (یہ تو بہت اچھی بات ہو گئی کہ جو مطابق شرع ہے اس کو وہ
بیضاوی ج ۲ ص ۱۲۳ میں زرقانی کی سی عبارت لکھی ولا یقدح فیہ نزول عیسیٰ علیہ السلام لانہ
اذا نزل کان علی دینہ مع ان المراد انہ اخر من نبی یعنی وہ ویسے ہی آئیں گے جیسے نبی کی شان دوبارہ ہو گئی)

کفایۃ العوام فی علم الکلام ص ۹۹ میں ہے وعیسیٰ علیہ السلام بعد نزولہ یحکم بشرع نبینا صلی اللہ
علیہ وسلم یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کے بعد ہمارے نبی ہم کی شرع کے موافق فیصلہ فرمائیں گے
ابجوری نے اس کے حاشیے میں لکھا ہے فلا رسول ولا نبی بعدہ یبتدأ نبوۃ ورسالۃ وبھذا القید
اندفع ما ورد من ان سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ینزل اخر الزمان کما ثبت فی الحدیث الصحیح ووجہ
الاندفاع انہ لا یبتدئ نبوۃ ورسالۃ حینئذ لسبقھما لہ قبل رفعہ الی السماء
مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد نبوت ورسالت نئے سرے سے شروع نہ ہو جائے گی تو اس قید سے
وہ اعتراض رفع ہو گیا جو حضرت عیسیٰ ع کے اترنے کے بارے ہوتا ہے آخر زمانہ میں جیسے صحیح حدیث سے
ثابت ہے اس اعتراض کے رفع ہونے کی صورت یہ ہے کہ پھر سے نئے سرے سے نبوت و رسالت جاری
نہ ہو گی۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ ع کی نبوت و رسالت آپ کے آسمان کی طرف اٹھا جانے سے پہلے ہو گئی تھی۔

شرح عقیدہ سفارینیہ ج ۲ ص ۹۰ میں اور کتاب الاذاعۃ ص ۷۷ میں ہے ولیس ینزل عیسیٰ
بشریعۃ مستقلۃ عند نزولہ من السماء وان کانت النبوۃ قائمۃ بہ وھو متصف بھا یعنی حضرت عیسیٰ ع
اگرچہ آسمان سے اترتے وقت نبوت کی وصف کے ساتھ متصف اور اپنی سابقہ نبوت پہ قائم رہیں گے۔
مستقل شریعت لے کر نہ آئیں گے (بلکہ شریعت محمدیہ کے مطابق فیصلے فرمائیں گے وقد انعقد اجماع الامۃ
علی انہ ینزل ویحکم بھذہ الشریعۃ المحمدیۃ اور اس عقیدہ پر تمام امت کا اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام زمین میں اتر کر فیصلے اسی شریعت محمدیہ ہی کے موافق فرمائیں گے وانما انکر ذلک الفلاسفۃ
والملاحدۃ ممن لا یعتد بخلافہ صرف فلسفیوں اور بے دین ملحدوں نے اس عقیدہ کا انکار کیا ہے
جن کی مخالفت اہل شریعت کے اجماع کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

ابن قیم نے مدارج السالکین ج ۲ ص ۳۱۳ و ۳۱۴ طبع مصر میں لکھا ہے ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث الی جمیع الثقلین ...... واذا انزل عیسیٰ بن مریم فانما یحکم بشریعۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن وانس سب کی طرف مبعوث ہیں ...... اور جب عیسیٰ بن مریم اتریں گے تو وہ بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق فیصلے فرمائیں گے

ابن عربی صوفی نے فتوحات مکیہ ج ۲ ص ۱۲۵ میں لکھا ہے ان عیسیٰ ینزل [illegible] الامۃ فی آخر الزمان ویحکم لشریعۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت میں آخر زمانے میں آئیں گے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کے مطابق فیصلے فرمائیں گے [illegible]

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے مکتوبات کے دفتر دوم مکتوب [illegible] میں لکھا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ از آسمان نزول خواہند نمود متابعت شریعت خاتم الرسل خواہند نمود

صدیق حسن خان صاحب بھوپالی نے حجج الکرامۃ ص ۴۲۱ باب [illegible] میں لکھا وھو عیسیٰ بن مریم نازل من السماء فیحکم بکتاب اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر قرآن مجید کے مطابق فیصلے کریں گے

شرح عقائد جلالی ج ۲ ص ۱۰۰ میں ہے واما نزول عیسیٰ علیہ السلام فھو متابعۃ لشریعۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لانہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا اگر آنحضرت کی شریعت پر چلنے سے آپ کے وصف خاتم النبیین ہونے میں اور زیادہ وضاحت پیدا ہو جاتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جو آپ سے پہلے صاحب شریعت نبی تھے وہ بھی اپنی شریعت پر عمل نہیں کر سکتے ان کی نجات بھی اسی میں ہے کہ شریعت محمدیہ پر ہی عمل کریں

توضیح الکلام کے حوالے سے کتاب الاسلام ص ۳۴ میں لکھا انہ ای عیسیٰ بن مریم یحکم بشرع نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وردت بہ الاحادیث وانعقد علیہ الاجماع حضرت عیسیٰ ہمارے نبی کی شرع کے مطابق فیصلے فرمائیں گے اس کے متعلق بہت سی احادیث آئی ہیں اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔

الفقہ الاکبر ص ۲۴۴ میں بحوالہ تحفہ شرح منہاج کلمات کفریہ میں سے ایک یہ بھی لکھا او جوز نبوۃ احد بعد وجود نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وعیسیٰ علیہ السلام نبی قبل فلا یرد یعنی کسی کی نبوت آنحضرت کے بعد جائز رکھے (یہ بھی کفر ہے) اور حضرت عیسیٰ آپ سے پہلے نبی ہو چکے ہیں اس لیے ان کے نزول سے اعتراض نہیں ہو سکتا۔

سوال لوکان عاش ابراھیم (ابن النبی) لکان صدیقا نبیا اس سے امکان نبوۃ بعد نبینا معلوم ہوتا ہے
جواب جامع صغیر ج ۲ ص ۱۲۹ میں امام سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے واخرجہ الباوردی عن اسمٰعیل السدی عن انس وابن عساکر عن جابر وعن ابن عباس وعن ابن ابی اوفیٰ (ض)۔

ونوویت تحدیث بین لما هذا الحدیث باطل وجسارة علی الکلام بالمغیبات (موضوعات الکبیر ملا علی القاری ص ۵۹ والمقاصد الحسنہ ص ۳۴۳) وفیہ ایضا ابراهیم بن عثمان بن ابی شیبہ ضعفہ احمد وابن عبد البر متفق علی ضعفہ یعنی متروک الحدیث (تقریب ص ۲۵ - المقاصد الحسنہ ص ۳۴۳) ولکن فی کلام النووی نظر فان لهذا الحدیث طرق ثلثة احدها ما اخرجہ ابن ماجہ وغیرہ عن ابن عباس رض قال لما مات ابراهیم بن النبی صلی الله علیہ وسلم وقال ان لہ مرضعا فی الجنة ولو عاش لکان صدیقا نبیا ...... وفی سندہ ابراهیم بن عثمان الواسطی وهو ضعیف ومن طریقہ اخرجہ ابن منده فی المعرفة وقال انہ غریب . وثانیتها ما رواہ اسمٰعیل السدی عن انس رض قال کان ابراهیم قد ملأ المهد ولو کان لکان نبیا ولکن لم یکن لیبقی فان نبیکم آخر الانبیاء . ثالثتها ما عند البخاری من طریق محمد بن بشر عن اسمٰعیل بن ابی خالد قال قلت لعبد الله بن ابی اوفی رأیت ابراهیم بن النبی صلی الله علیہ وسلم قال مات صغیرا ولو قضی ان یکون بعد محمد صلی الله علیہ وسلم نبی عاش ابنہ ابراهیم ولکن لا نبی بعدہ و اخرجہ احمد عن وکیع عن اسمٰعیل سمعت ابن ابی اوفی یقول لو کان بعد النبی صلی الله علیہ وسلم نبی ما مات ابنہ . قلت وعزاہ شیخنا البخاری من حدیث البراء فلینظر . وللاحمد والترمذی وغیرهما عن عقبة بن عامر رضه لو کان بعدی نبی لکان عمر وفی الباب عن جماعة (المقاصد الحسنہ ص ۳۴۵) وروی ابو القاسم الازهری من طریق المعافی بن زکریا ثنا ابن ابی الازهر ثنا ابو کریب محمد بن العلاء ثنا اسمٰعیل بن صبیح ثنا ابو ادریس ثنا محمد بن المنکدر ثنا جابر قال قال علیہ السلام لعلی رض اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسٰی الا انہ لا نبی بعدی ولو کان لکنتہ (تحاشیہ المقاصد الحسنہ ص ۳۴۵) فالجواب الصحیح عن هذا ان القضیة الشرطیة لا تستلزم الوقوع کما ذکرہ السخاوی فی المقاصد الحسنة ص ۳۴۳)

ابو شیبہ ابراهیم بن عثمان عبسی متروک (تقریب) کذبہ شعبة کان یزید علی کتابہ لیس بثقة منکر الحدیث ضعیف الحدیث سکتوا عنہ ترکوا حدیثہ ساقط لایکتب حدیثہ روی مناکیر لیس بالقوی (تهذیب التهذیب)

جن نے اچھا کہا وہ نقاد نہیں فن نقد میں ان کے سہم آتے نہیں۔ مرقاۃ ج ۱ ص ۳۴۳ میں ہے کہ جہ محدثین نے اسے مجروح کہا ہے مثلاً ابن حجر، ابن عبد البر، نووی، شہاب محشی بیضاوی وملا علی قاری کا وہ مقام نہیں ہے۔

نیز جرح تعدیل پر مقدم ہے ولا یخفی ان الجرح مقدم علی التعدیل کما فی النخبة فلا یفید تصحیح بعض المحدثین

نیز لو فرض کے لیے آتا ہے جیسے لو کان موسٰی حیا ما وسعہ الا اتباعی پس یہ ختم نبوت کے منافی نہیں ہے

سوال: صراط الذین انعمت علیھم سے اجراء نبوت مفہوم ہوتا ہے جیسے کہ ازالہ اوہام ص ۰۰۲ میں مرزا قادیانی نے لکھا "یوں تو کوئی مومن بلکہ کوئی انسان بلکہ کوئی حیوان بھی خداتعالیٰ کی نعمت سے خالی نہیں مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کی پیروی کے لیے خداتعالیٰ نے یہ حکم صادر فرمایا ہے۔ لہٰذا اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ جن لوگوں پر اکمل اور اتم طور پر نعمت روحانی کی بارش ہوئی ہے ان کی راہوں کی ہمیں توفیق بخش کہ تا ہم ان کی پیروی کریں سو اس آیت میں یہی اشارہ ہے کہ تم امام الزمان کے ساتھ ہو جاؤ" انتہی

جواب ۱: یہ استنباط نص قرآن خاتم النبیین کے خلاف ہے۔ احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے بلکہ خود مرزا قادیانی کے معنے کے بھی خلاف ہے جیسے ازالہ اوہام ص ۳۰۰ میں لکھا ختم کرنے والا نبیوں کا۔ اور جو استدلال منصوص کے خلاف ہو وہ مردود ہوتا ہے۔

۲ نیز یہ اس آیت میں منعم علیہم کی راہ پر چلنے کی دعا ہے نہ نبی بننے کی

۳ نیز خدا نے نبوت کا حصول دعاؤں التجاؤں پر نہیں رکھا۔ وہ خود اپنے انتخاب سے جسے چاہا نبی بنا۔ ارشاد: اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ وما کنت ترجوا ان یلقی الیک الکتاب الا رحمۃ من ربک۔ قال رب بما انعمت علی۔

۴ نیز یہ دعا حضور بھی مانگتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ دعا اس وقت مانگی جب آپ نبی منتخب ہو چکے تھے۔ قرآن اترنا شروع ہو گیا تھا۔ معلوم ہوا کہ آپ اس دعا سے نبی نہیں بنے

۵ نیز عورتیں بھی یہ دعا مانگتی ہیں مگر عورت کوئی نبیہ نہیں ہوتی۔

۶ نیز نبوت تشریعی بھی نعمت ہے بلکہ اعلیٰ درجہ کی نعمت ہے پھر امت اس نعمت عظمیٰ سے کیوں محروم ہے۔

۷ نیز ۱۳ صدیوں کے بعد آپ کے بعد مرزا کو ظلی نبوت ملی۔ پہلی صدیاں اس نعمت سے محروم کیوں ہیں؟

۸ نیز مرزا کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر کیوں؟ اب رحمت کا دروازہ بند کیوں ہے؟ آخر وہ بھی تو یہ دعا ہر رکعت میں مانگتا ہی ہے

۹ نیز محمد علی لاہوری بیان القرآن ص ۶ میں لکھتا ہے انعمت علیہم میں مقام نبوت کی دعا نہیں یہاں نبی کا لفظ آجانے سے بعض لوگوں کو یہ ٹھوکر لگی ہے کہ خود مقام نبوت بھی اس دعا کے ذریعے سے مل سکتا ہے گویا ہر مسلمان ہر روز بار بار مقام نبوت کو ہی اس دعا کے ذریعے طلب کرتا ہے۔ یہ ایک اصولی غلطی ہے۔ نبوۃ ایک موھبۃ ہے اس لیے کہ نبوۃ محض موہبت ہے اور نبوت میں انسان کی جدوجہد اور اس کی سعی کو کوئی دخل نہیں۔ ایک وہ چیزیں ہیں جو موہبت سے ملتی ہیں اور ایک وہ جو انسان کی جدوجہد سے ملتی ہیں۔ نبوت اول میں سے ہے جیسا کہ الرحمٰن علم القرآن سے بھی ظاہر ہے۔ دنیا میں کوئی شخص کوشش کرے اور دعائیں مانگ مانگ کر

اور خدا سے التجائیں کر کر کے : پہلے نبی بنا دیا جائے گا - البتہ خود اللہ تعالیٰ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ کے تحت جب چاہتا کسی کو نبوت و رسالت کے منصب پر کھڑا کر دیتا تھا یہاں تک کہ اپنی کامل مشیت اور حکمت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حصول کر تمام آنے والی نسلوں کے لیے مقام نبوت و رسالت کو ایک برگزیدہ انسان کے نام کے ساتھ مخصوص کر دیا اور اس کو النبی اور الرسول کے نام سے پکار کر بتا دیا کہ اب دوسرا نبی اور رسول نہیں ہوگا۔ اگر دوسرا بھی آجائے تو یہ الفاظ مشتبہ ہو جائیں۔ پس مقام نبوت کے لیے دعا کرنا ایک بے معنی بات ہے۔ اور اسی شخص کے منہ سے نکل سکتی ہے جو اصول دین سے ناواقف ہے۔

کن کمالات کی دعا ہے؟

ایسے بھی لوگ ہیں جن کا خیال ہے کہ اس دعا میں حصول بادشاہت کی دعا ہے کیونکہ بادشاہت کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام قرار دیا ہے اور بعض نے اسے اور بھی وسیع کر کے دنیا کے تمام امور میں صراط مستقیم کی دعا قرار دیا ہے۔ ادنیٰ تدبر سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ سب باتیں دعا کے اصل مقصد سے دور ہیں۔ بیشک بادشاہت ایک انعام ہے مگر ہر ایک بادشاہ منعم علیہم نہیں۔ دولت ایک انعام ہے مگر ہر دولتمند منعم علیہ نہیں۔ اور یہاں منعم علیہم کی راہوں کا ذکر ہے نہ خاص خاص انعاموں کا مطالبہ ہے۔ پھر منعم علیہم کے مقابلہ پر مغضوب علیہم اور ضالین ہیں جو دولت اور بادشاہت سے محروم نہیں۔ اور نہ دنیا کے کاموں کو سرانجام دینے سے محروم ہیں اخلاق فاضلہ سے محروم ہیں

دعا صرف اس قدر ہے کہ جن راہوں پر نیک بندے چلتے رہے انہیں راہوں پر چلنے کی ہمیں بھی توفیق دے بالفاظ دیگر یہ جس انبیاء، شہداء، صلحاء کے نقش قدم پر چلیں اس دعا کے مقابل پر امور دنیا کی خواہشات ایک نہایت پست مقام ہے۔ انتہی کلامہ

سوال۔ من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین الخ

جواب۔ مع بمعنی من کلام عرب میں کہیں مستعمل نہیں بلکہ مع پر من کا آنا دلیل ہے اس امر کی کہ من کے معنے میں مع نہیں آتا دیکھو مصباح منیر

سوال مع و من ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے رہتے ہیں دیکھو قرآن کریم میں ایک جگہ ہے ابی ان یکون مع الساجدین دوسری جگہ ہے لم یکن من الساجدین۔ اور واقعہ ایک ہی ہے

جواب ابلیس نے ایک جرم میں تین گناہ کیے ١ تکبر ٢ عصیان حکم اللہ ٣ مفارقت جماعت۔ پہلے گناہ کا ذکر کنت من العالین دوسرے کا ذکر کیا لم یکن من الساجدین تیسرے کا ذکر کیا ابی ان یکون مع الساجدین پس ہر جگہ ہر لفظ کا اپنا اپنا معنے ہے نہ من بمعنے مع ہے اور نہ مع بمعنے من کذا فی فتح البیان

سوال وتوفنا مع الابرار میں مع بمعنی من ہے ورنہ معنی صحیح نہیں بنتے

جواب ابوالسعود مدارک کشاف بیضاوی سراج المنیر میں اس کے صحیح معنے اس طرح بتائے وتوفنا مخصوصین بصحبتہم (یعنی بیان تضمین ہے تو فی متضمن ہے معنی خصوص کو)

جمل میں اس کے معنے بطریقہ تضمین اس طرح کیے محشورین مع الابرار " " " حشر کو

ابن کثیر اس طرح معنے کیے ای الحقنا بالصالحین " " " الحاق کو

ابن جریر اس طرح معنے کیے ای احشرنا محشرہم ومعہم

امام رازی وفاتہم معہم ان یموتوا علی مثل اعمالہم حتی یکونوا فی درجاتہم یوم القیامۃ قد یقول الرجل انا مع الشافعی فی ھذہ المسئلۃ ویرید بہ کونہ مساویا لہ فی ذلک الاعتقاد یعنی ابرار کے ساتھ موت کا یہ مطلب ہے کہ ان جیسے اعمال کرتے کرتے موت آئے حتی کہ قیامت کے دن ان کے درجہ میں ہو جائیں۔ آدمی کبھی کہہ دیتا ہے کہ اس مسئلہ میں میں امام شافعی کے ساتھ ہوں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں اس اعتقاد میں ان کے مساوی ہوں۔ جیسا کسی مفسر نے مع کے معنے من نہیں کیا۔

سوال الا الذین تابوا واصلحوا واعتصموا... فاولئک مع المؤمنین اس کے معنے یہ تو ہو نہیں سکتے کہ وہ خود تو مؤمن نہیں مگر مؤمنوں کے ساتھ ہیں

جواب المؤمنین میں الٰ عہد خارجی ہے ان سے خاص وہ مخلص معہود مؤمن مراد ہیں جن سے اصلاً نفاق کا کوئی ادنیٰ سے شائبہ والا عمل ظاہر نہیں ہوا جب سے ایمان کی وصف کا تو متصف ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ان کے ساتھ جنت میں بلند درجوں میں ہوں گے ای مع المؤمنین المعہودین الذین لم یصدر عنہم نفاق اصلا منذ آمنوا وہم فی الدرجات العالیۃ فی الجنۃ (ابوالسعود) جمل ای یدخلہم مع المؤمنین محل الکرامۃ یسکنہم معہم مساکنہم فی الجنۃ (ابن جریر) فہم اصحاب المؤمنین ورفقاتہم (مدارک کشاف) معلوم ہوا کہ مع اپنے اصل معنے میں ہے نہ بمعنی من

سوال جب مع اپنے معنے میں رہا تو اطاعت اللہ و رسول سے درجہ کوئی نہ ملا

جواب یہاں درجات ملنے نہ ملنے کا ذکر نہیں۔ یہاں تو صرف قیامت میں نیک رفاقت کی خوشخبری ہے۔ مگر جہاں درجات ملنے کا ذکر ہے وہاں نبوت کا ذکر نہیں ہے باقی سب درجات کا ذکر ہے چنانچہ فرمایا والذین آمنوا وعملوا الصالحات لندخلنہم فی الصالحین

والذین آمنوا باللہ ورسولہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم

نیز یہ وعدہ جمیع مومنین کے لیے ہے بلا استثناء۔ صحابہؓ سے بڑھ کر کون مومن ہے؟ جن کی تعریف قرآن مجید بھرا پڑا ہے۔ کیا ان کے ساتھ یہ وعدہ پورا نہیں ہوا؟ پھر تابعین تبع تابعین بڑے بڑے صلحاء و اتقیاء ہوئے ہیں کیا ان میں سے کوئی ایک بھی کامل متبع نہ تھا؟ حالانکہ نبیؐ نے فرمایا خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم الخ

نیز نبی پاکؐ کا ارشاد ہے التاجر الصدوق الامین مع النبیین

مرزا کے طرز استدلال سے تاجر بھی نبی ہو سکتا ہے

سوال پھر یہ بتاؤ کہ یہ رفاقت ہوگی کب کو؟

جواب یہ رفاقت قیامت کو ہوگی جنت میں جیسے حضرت معاذ بن انسؓ سے مسند احمد میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من قرأ الف اٰیۃ فی سبیل اللہ کتب یوم القیٰمۃ مع النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین جو ہزار آیت اللہ کی رضا کے لیے پڑھے گا تو لکھا جائے گا کہ قیامت کے دن نبیوں صدیقوں شہیدوں صالحوں کے ساتھ ہوگا

آیت مذکورہ کا مفہوم لاہوری مرزائی کی رائے میں

ومن یطع اللہ والرسول: اس آیت کے تحت محمد علی لاہوری نے بیان القرآن صفحہ ۴۹۳ میں لکھا ہے صحابہؓ کی "اللہ اور رسول کی کامل فرمانبرداری سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے یہاں تک کہ ان کے لیے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی سند قرآن کریم میں موجود ہے وہ اللہ سے راضی اور اللہ ان سے راضی۔ اس سے بڑھ کر کامل اطاعت کا کوئی مرتبہ تصور میں نہیں آ سکتا۔ لیکن ایک طرف اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی کامل اطاعت ایسی صفائی سے ثابت ہے تو دوسری طرف یہ بھی صفائی سے ثابت ہے کہ کوئی صحابی نبوت کے منصب پر کھڑا نہیں کیا گیا۔ یعنی نبی نہیں بنایا گیا، بلکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوکان بعدی نبی لکان عمر اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ تو گویا حضرت عمرؓ میں وہ جوہر موجود تھے مگر نبی چونکہ اکتساب سے کوئی نہیں بنتا اور اللہ تعالیٰ کی مصلحت نے نبوت کا دروازہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بند کر دیا اس لیے نبوت کسی کو نہیں مل سکتی۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ تیرہ سو سال تک کوئی نبی اس لیے نہیں بنا کہ کسی نے اللہ اور رسول کی کامل اطاعت نہیں کی" وہ دشمن اسلام ہے اور اسلام کو دنیا میں بدنام کرتے ہیں۔ اگر صحابہؓ کے گروہ نے کامل اطاعت نہ کی تھی تو کیا خدا نے بھی غلطی سے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی سند ان کو دے دی۔ غرض اگر کامل اطاعت سے کوئی نبی بن سکتا تو صحابہؓ کا گروہ اس کا حق دار تھا کہ ان میں سینکڑوں نبی ہوتے۔ مگر چونکہ ایسا نہیں ہوا

اس لیے اطاعت سے نبوت کا ملنا ایک غلط خیال ہے جس کی صاف تردید قرآن سے حدیث سے اور واقعات سے ہو چکی ہے۔

اور صفحہ ۱۶۳ میں فاولٰئک مع الذین... کے تحت لکھا: پس یہ تو صاف ظاہر ہے کہ یہاں کاملین کی رفاقت اور صحبت کا ذکر ہے۔ رہا یہ سوال کہ یہ رفاقت محض آخرت کے لیے ہے یا دنیا میں بھی اس سے کچھ حظ ملتا ہے۔ سو ظاہر ہے کہ اسلام نے جتنے انعامات کا وعدہ دیا ہے ان کو کسی نہ کسی رنگ میں اس عالم میں بھی پورا کر دیا ہے۔ اس لیے اس میں کوئی شک نہیں کہ مومنین کو اس دنیا میں بھی کچھ حظ ان مراتب کمال میں سے مل جاتا ہے۔ لیکن اس پر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس صورت میں مومنین کو ایسا حظ مل جاتا ہے تو کیا وہ منعم علیہم میں داخل ہو کر نبی صدیق شہید صالح بن جاتے ہیں یا نہیں؟ صالح کے مرتبہ پر ایک مومن کا پہنچ جانا اس سے تو قرآن شریف بھرا پڑا ہے۔ شہید اور صدیق کے مرتبہ پر پہنچنے پر بھی جیسی آیات شاہد ہیں جیسے فرمایا لتکونوا شہداء علی الناس.... والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اولٰئک ھم الصدیقون والشہداء عند ربہم.... لیکن بذریعہ ایمان بذریعہ اطاعت بذریعہ اعمال صالحہ کسی کا نبوت کے مرتبہ پر پہنچنا اس کا ذکر قرآن کریم میں کہیں نہیں ملتا۔ مگر رسالت کے متعلق فرمایا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اللہ خود بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں رکھے۔ صدیقیت کا مقام شہادت کا مقام صالح کا مقام یہ سب والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا کے ماتحت انسان کی کوشش اور سعی سے مل جاتے ہیں جیسا کہ والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اولٰئک ھم الصدیقون والشہداء عند ربہم سے صاف ظاہر ہے۔ ایمان جب اپنے کمال کو پہنچتا ہے تو وہی صدیق اور شہید کا مقام ہے۔ ایمان کے لیے اس سے آگے کوئی مرتبہ نہیں۔ البتہ یہ کمال انسان کو صدیقیت کے مرتبہ تک ہی پہنچاتا ہے جیسا کہ خود اس لفظ کے معنے میں بھی میں نے دکھایا ہے کہ یہ کمال ایمان پر دلالت کرتا ہے

اس امت میں صرف مبشرات یا نبوت اپنے لغوی معنی میں ہے۔ نبوت اگر کوئی کمال ایمان کا مرتبہ ہوتا تو اس کا ذکر قرآن شریف میں ہونا چاہیے تھا۔ کسی حدیث میں ہونا چاہیے تھا۔ مگر نہ تو قرآن شریف نے کہیں فرمایا کہ مومن جب ایمان میں ترقی کرتا ہے تو اسے نبی بنا دیا جاتا ہے۔ نہ کسی حدیث سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ ہاں قرآن کریم یہ ضرور فرماتا ہے کہ لہم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا مومنوں کو اس دنیا کی زندگی میں بشارتیں دی جاتی ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ تتنزل علیہم الملٰئکۃ کہ ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں الخ

نیز عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے آکر حضور سے عرض کی کہ یا رسول اللہ شہدت ان لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ وصلیت الخمس وادیت زکوٰۃ مالی وصمت رمضان؟ فقال علیہ السلام من مات علی ھذا کان مع النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین یوم القیٰمۃ ھکذا ونصب اصبعیہ (مسند احمد) یا رسول اللہ میں توحید و رسالت کی شہادت بھی دیتا ہوں پنجگانہ نمازیں بھی ادا کرتا ہوں اور اپنے مال کی زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہوں اور رمضان کے روزے بھی رکھتا ہوں؟ تو آپؐ نے فرمایا جو اسی حالت پر مر گیا تو وہ قیامت کے روز نبیوں، صدیقوں، شہیدوں، صالحین کے ساتھ اس طرح ہوگا (آپؐ نے دو انگلیاں نصب کر کے دکھایا)۔

سوال جنت میں ان کے مقامات بلند تر ہوں گے۔ غریب مومن نچلے درجے میں ہوں گے رفاقت کیسے ہوگی؟

جواب یہی سوال حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اس کا جواب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحمت فرمایا الحدیث قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نراک یوم القیٰمۃ لانک فی الجنۃ فی الدرجات العلیٰ فقال علیہ السلام انت معی فی الجنۃ (درمنثور) تو میرے ساتھ ہوگا جنت میں۔ بایں طور کہ جنت میں ان کے دیدار سے اور ان کے ساتھ حاضر ہونے سے فیض اٹھائے

ابن مردویہ اور طبرانیؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک آدمی نے حضورؐ سے آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ مجھ کو میری جان، آل اولاد سے زیادہ محبوب ہیں اور میں گھر میں ہوتا ہوں اور آپ مجھے یاد آجاتے ہیں تو مجھے صبر نہیں آتا یہاں تک کہ میں آپ کو دیکھ لیتا ہوں تب چین آتا ہے۔ اور جب میں اپنی اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں تو جانتا ہوں کہ آپ تو جب جنت میں داخل ہوں گے تو اونچے درجوں میں جا دیئے جائیں گے اور انبیاء علیہم السلام آپ کے ساتھ ہوں گے اور میں اگر جنت میں داخل کیا گیا تو بھی مجھے خوف ہے کہ آپ کو نہ دیکھنے پاؤں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہیں دیا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ حافظ ضیاء مقدسیؒ نے کہا اسنادہٗ لا باس بہ۔ اسی طرح ابن مردویہ نے یہ روایت حضرت ابن العباس رضی اللہ عنہ سے بھی بیان کی۔ ابن جریر نے بھی یہ اثر مرسلاً سعید بن جبیرؒ، شعبیؒ، مسروقؒ، عکرمہؒ و قتادہ سے روایت کیا۔

طبرانی کبیر میں ہے قال حبشی للنبی صلی اللہ علیہ وسلم أرأیت ان آمنت وعملت انی لکائن معک فی الجنۃ قال نعم حبشی نے نبی پاکؐ سے پوچھا یہ بتایئے کہ اگر میں ایمان لاؤں اور عمل صالح کروں تو آپ کے ساتھ جنت میں ہوں گا آپؐ نے ارشاد فرمایا جی ہاں!

بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک آدمی نے کہا میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں تو آپؐ نے فرمایا انت مع من احببت تو اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تیرا پیار ہے۔

سوال ولقد جاءکم یوسف الآیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ختم نبوۃ کا عقیدہ کفار کا تھا یہ جو نبوۃ کو بند کہے کافر ہے

جواب یہ یوسف کے منکرین کا عقیدہ بیان ہے۔ وہ یوسف کو نبی نہ مانتے تھے۔ جب یوسف فوت ہوگئے تو کہنے لگے چھٹکارا ہوا اب خدا کوئی رسول نہ بھیجیگا۔ یہ نبائی فیصلہ کا ذکر نہیں۔ اور اس قول کی غلطی کی یہ وجہ بھی ہے کہ اس وقت علم الٰہی میں سلسلہ نبوت میں سینکڑوں نبی باقی تھے۔ نیز حضرت یوسف کو یہ وحی نہیں آئی تھی کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔

سوال وانہم ظنوا کما ظننتم ان لن یبعث اللہ احدا سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نبوۃ کی بندش کا فاسد عقیدہ جنوں کا تھا

جواب یہ محض جنات کا غلط عقیدہ تھا۔ خدائی فیصلہ نہ تھا

سوال واذ اخذ اللہ میثاق النبیین ... میں رسول نکرہ ہے اور دعوت عام ہے کیونکہ ہی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عہد لیا گیا تھا کہ وہ اپنے بعد کے آنے والے نبی کی مدد کے لیے امت کو تلقین کریں گے

جواب مرزا قادیانی نے حقیقۃ الوحی ص ۱۳۰ میں لکھا ہے اور تمہارے پاس آخر زمانہ میں میرا رسول آئے گا جو تمہاری تصدیق کرے گا۔ تمہیں اس پر ضرور ایمان لانا ہوگا اور تمہیں اس کی مدد کرنی ہوگی۔ اب ظاہر ہے کہ انبیاء تو اپنے اپنے وقت میں فوت ہو چکے ہیں یہ حکم ہر نبی کی امت کو ہے کہ جب وہ رسول ظاہر ہو تو اس پر ایمان لاؤ جو لوگ آں حضرت پر ایمان نہیں لائے خدا ان کا ضرور مواخذہ کرے گا

دیکھو خود مرزا قادیانی نے مخصوص نبی مراد لیا ہے۔ تو تمہارا عموم تمہارے ہی نبی کے خلاف ہے

۲۔ ثم جاءکم میں ثم خود دلیل ہے اس امر کی کہ تمام انبیاء کے آچکنے کے بعد سب کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے چنانچہ حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے ما بعث اللہ نبیا من الانبیاء الا اخذ علیہ المیثاق لئن بعث اللہ محمدا صلی اللہ علیہ وسلم وھو حی لیؤمنن بہ ولینصرنہ وامرہ ان یاخذ المیثاق علی امتہ لئن بعث محمد وھم احیاء لیؤمنن بہ ولینصرنہ (ابن کثیر ص ۳۷۸) وجامع البیان ص ۵۵ ہر نبی سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ اگر آپ کی زندگی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ مبعوث فرمائے تو تم خود بھی اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا اور اپنی اپنی امت سے بھی عہد لینا کہ اگر ان کی حیات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ضرور ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔ علامہ قرطبی نے فرمایا ہے کہ اس جگہ رسول سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لفظ نکرہ ہے اشارہ معین کی طرف ہے۔ یہ تنوین تنکیر کی ہے جیسے ربنا وابعث فیہم رسولا منہم، ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منہم، لقد جاءکم رسول من انفسکم وغیرہ

۳۔ نکرہ اگر سیاق نفی میں واقع ہو تب تو بے شک فائدہ عموم وشمول کا فائدہ دیتا ہے لیکن نکرہ اثبات میں آئے تو عموم کا فائدہ نہیں دیتا بلکہ خاص مراد ہوتا ہے النکرۃ فی الاثبات۔ اب یہاں مرزائی اثبات سے عموم مراد لیتے ہے ایک مسلمہ قاعدہ اصولیہ کے خلاف ہوا دوسرے اس سے تسلسل لازم آتا ہے جو بعض اعتبارات میں تو برداشت ہو سکتا

ہے گر دقتات میں محال ہے چونکہ اجرائے نبوت کا قول مستلزم ہے محال کو اس لیے یہ قول خود قول بالمحال ہوا۔

عٹ اس قول سے قیامت کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ جب آخری کو نبی تسلیم نہ کیا جائے ہر نبی کے بعد دوسرے نبی کا آنا لازم ہوا تو قیامت کیسے آئے گی یا پھر یوں کہ قیامت میں بھی نبی آتے ہی رہیں گے

عٹ اگر یہ قول کریں تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تبلیغی کلمات دکھاؤ جنہیں آپ نے اپنی امت کو فرمائے ہوں کہ میرے بعد فلاں نام کا نبی آئے گا تم اس پر ایمان بھی لانا اور اس کی مدد بھی کرنا

عٹ مرزا قادیانی کا خاص مرید محمد علی لاہوری نے بیان القرآن ص ۳۰۳ میں لکھا ہے اس بات پر کہ رسول مصدق بھیجے جانے کا یہاں ذکر ہے اس سے مراد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں قریباً قریباً سات کا اتفاق ہے اور ابن جریر میں حضرت علی سے یہ روایت ہے لم یبعث اللہ تعالیٰ نبیاً آدم فمن بعدہ الا اخذ علیہ العہد فی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آدم سے لے کر آخر تک اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی مبعوث نہیں کیا جس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عہد نہ لیا ہو اور یہی صحیح ہے ...... کل دنیا کی طرف مبعوث ہونا صرف ایک ہی رسول کے لیے مخصوص رکھا گیا جو سب سے آخر اور سب کو ایک دین پر جمع کرنے کے لیے آیا

استثناء ۱۸ : ۱۵ - ۱۸ میں ہے خداوند تیرا خدا تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے بھائیوں ہی میں سے میری مانند ایک نبی تیرے لیے برپا کرے گا۔ تم اس کی سننا جیسا کہ ...... میں ان کے بھائیوں کے درمیان سے تیری طرح ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اس کو حکم دوں گا وہ ان سے کہے گا اور جو انسان میرے کلام کو جو وہ میرے نام سے کہے گا نہ مانے گا۔ تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔

اعمال رسل ۳ : ۲۱ میں ہے چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے میری مانند تمہارے لیے ایک نبی برپا کرے گا جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سب باتیں سنو اور ایسا ہوگا کہ جو بھی انسان اس نبی کی نہ سنے گا وہ قوم میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا اور سموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنے انبیاء نے کلام کیا ہے ان سب نے ان دنوں کی خبر دی ہے

پس اس آیت کا مطلب بھی یہ ہوا کہ تمام نبیوں سے اللہ تعالیٰ نے یہ عہد و پیمان لیا کہ جب ایک رسول کتاب و حکمت لے کر تمہاری طرف یا تمہاری امت کی طرف آوے وہ اس پر خود ایمان لادیں اور اس کی مدد کریں؛

یہ قاعدہ ہے کہ اکثر قوم سے مراد ان کے تابعین لیے جایا کرتے ہیں اسی طرح یہاں انبیاء کو مخاطب فرمایا اور ان سے امت مراد لی گئی ہے۔ یہی مطلب ہے فرمان نبوی کا لو کان موسیٰ حیا ما وسعہ الا اتباعی دیکھو

تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۲۶ میں مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو ابوجہل کہا اور اعجاز احمدی ص ۲۳ میں کفن فروش کہا اور ص ۳۳ میں محمق کہا اور ص ۴۴ میں ابن ہوا و غدار کہا اور حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۵ میں کتا۔ مردار خوار کہا۔

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کو نزول المسیح ص ۶۳ میں لکھا یہ گوہ کھاتا ہے اے جاہل بے حیا اور ص ۶۴ میں لکھا خبیث طبع اور ص ۷۰ میں لکھا نجاست پیر صاحب کے منہ میں کھلائی اور ص ۷۵ میں لکھا کذاب مزور۔ خبیث۔ بچھو کی طرح نیش زن۔ اے گولڑہ کی زمین! تجھ پر خدا کی لعنت تو ملعون کے سبب ملعون ہو گئی اور ص ۷۶ میں لکھا فرومایہ۔ کمینہ۔ گمراہی کے شیخ۔ دیو۔ بدبخت۔

خطبہ الہامیہ ص ۱۷ و ۱۹ میں ہے والضحک والقہقہۃ بابداء النواجذ والثنایا والتشوق الی رقص البغایا وبوسھن وعناقھن اس کا ترجمہ خود مرزا قادیانی نے یوں کیا: "ٹھٹھا اور قہقہہ مار کر ہنسنا پچھلے دانتوں کے نکلنے سے اور شوق کرنا بازاری عورتوں کے رقص کی طرف اور ان کا بوسہ اور گلے لپٹانا۔ بجلیاں گریں" (بڑھیا)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا بالفاحش ولا البذی یعنی مؤمن لعن طعن کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ فحش گو اور نہ زبان دراز۔ اور خدا پاک نے بھی فرمایا ہے ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ ان کو بھی دشنام نہ دو جو اللہ سے ورے دوسروں کو غائبانہ حاجات میں اور مصائب و مشکلات میں پکارتے ہیں اور ان کے معبودوں کو بھی دشنام نہ دو۔ جب مشرکین اور ان کے معبودان باطلہ کو بھی گالی دینا منع اور حرام ہے تو دوسروں کو گالی دینا کہاں جائز ہوگا۔

فائدہ علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ العبر ج ص ۲۸۶ میں سنہ ۷۴۳ھ کے حالات کے بارے لکھا کہ دمشق میں ایک شخص کو سولی دی گئی جو اپنے تئیں عیسیٰ ابن مریم ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اور اس نے ایک بڑے گروہ کو گمراہ کیا تھا تب علماء نے اس کو قتل کرنے کا فتویٰ دیا صلب بدمشق الذی یزعم انہ عیسیٰ بن مریم واضل طائفۃ فافتی العلماء بقتلہ۔

سوال سورۂ مزمل میں ہے انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا

مرزا قادیانی نے شہادۃ القرآن ص ۲۶ و ۲۷ میں لکھا ہے کما کے لفظ سے اشارہ ہے کہ جانے نبی مثیل موسیٰ ہیں..... اور ظاہر ہے کہ مماثلت سے مراد مماثلت تامہ ہے نہ مماثلت ناقصہ..... اور ظاہر ہے کہ مماثلت تامہ کی عظیم الشان جزو میں سے ایک جزو یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ ؑ کو اپنی رسالت سے مشرف کرکے پھر بطور اکرام و انعام کے خلافت ظاہری و باطنی کا ایک لمبا سلسلہ ان کی شریعت میں رکھ دیا جو قریبا چودہ سو برس

محمد ہو کر آخر حضرت عیسیٰ پر ان کا خاتمہ ہوا ۔ ۔ ۔ ۔

جواب قانون ہے التشبیہ لا عموم لہ (فتح بخاری ص ۲۲۲) مماثلت تامہ تشبیہ میں ضروری نہیں ورنہ کہنا ہوگا
(۲) حضرت موسیٰ کی رسالت خاص بنی اسرائیل کی طرف تھی تو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت بھی خاص ہی ہے
(بقول شما آخری نبی اسرائیل کا خلیفہ یعنی) حضرت عیسیٰ بن باپ پیدا ہوئے تھے ۔ کیا مرزا بھی بن باپ پیدا ہوا ۔
(۳) انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ بے انتہا نبی بعد حضرت نبی نوح کے آئے ۔ کیا ہمارے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی چودہ صدیوں میں بے انتہا نبی آئے تھے ۔
(۴) شہادت القرآن ص ۲۶ میں مرزا قادیانی نے لکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہزارہا
نبی اور محدث انہیں پیدا ہوئے ۔ کیا حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ہزارہا نبی ہوئے ہیں ؟ اگر آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہزارہا نبی ہوئے ہیں تو مرزا قادیانی کے اس قول کا کیا مطلب ہوگا جو
اس نے لکھا ہے

خاتم کے معنے خود مرزا کی زبانی

تریاق القلوب ص ۱۵۷ میں ہے ضرور ہوا کہ وہ شخص جس پر بہ تمام و کمال دورۂ حقیقت آدمیت
ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہو یعنی اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے
اس اعتبار سے خاتم النبیین کے معنے یہ ہوئے کہ آپ کے بعد کوئی نبی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے ۔
پس ختم نبوت اور نزول مسیح کا تعارض نہ ہوا کیونکہ خاتم النبیین کا اقتضاء یہ ہے کہ عورت کے
پیٹ سے آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو ۔ اور مسیح ع آپ سے پہلے پیدا ہو چکے ہیں
نیز اگر مرزا صاحب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں تو ان کی نبوت یقیناً خاتم النبیین کے خلاف ہے
نیز جس مسیح کے نزول کی متواتر احادیث خبر دے رہی ہیں وہ اس وقت ماں کے پیٹ سے
پیدا نہوں گے ورنہ خاتم النبیین کے خلاف ہوگا اور اس بناء پر مرزا صاحب مسیح موعود بھی نہیں ہو سکتے
خاتم النبیین کا یہ مطلب کہ آپ کی مہر تصدیق سے انبیاء بنیں گے نہ لغت اس کی مساعد ہے
نہ حدیث نہ قول صحابی وغیرہ ۔

جب مرزا نے برکات الدعا ص ۱۴ و ۱۵ میں معیار تفسیر قرآن پہلا قرآن مجید کو لکھا دوسرا احادیث تیسرا اقوال صحابہ کو کیا خاتم القوم کے معنے یہ ہیں کہ اس کی مہر سے قوم بنتی ہے؟ خاتم الاولاد کے معنے ہیں کہ اس مہر سے اولاد بنتی ہے؟ خاتم المهاجرین اس کی مہر سے مہاجر بنتے ہیں۔ مرزا کے معنے خاتم الاولاد کے صحیح ہیں یا غلط؟

نیز خاتم النبیین کے معنے اگر یہ ہیں جو آپ نے کیے تو آپ سے پہلے جو نبی ہو گذرے ہیں ان پر تو آپ کی مہر نہیں لگی لہذا آپ ان نبیوں کے خاتم تو بن نہیں سکتے۔ آپ صرف ان نبیوں کے خاتم ہوں گے جو بعد میں آنے والے ہیں۔ اب آپ کے مرزا صاحب کا دعویٰ سنئے "اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں" (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱ طبع ۱۲ مئی ۱۹۰۷ء)۔

نیز لکھا آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۵)

اور تریاق القلوب ص ۳۰۰ پر لکھا ہے "وہ آخری نبی جس کی وفات کے بعد اور کوئی مہدی پیدا نہیں ہوگا"

جب تیرہ صدیوں کے بعد صرف ایک ہی نبی پیدا ہوا اور اس ایک کی وفات کے بعد کوئی اور نبی و مہدی پیدا بھی نہ ہوگا تو ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تو نہ ہوئے بلکہ خاتم نبی واحد ہوئے یعنی ایک نبی پر آپ کی مہر لگی اور آپ کی مہر سے خدا نے ایک ہی نبی بنایا۔ تو خاتم النبیین بصیغہ جمع کیوں آیا اور اجراء نبوت کا دعویٰ کیا معنے؟ اور إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ میں مضارع کا استمرار کیا ہوا۔ اسی طرح امایاتینکم رسل کا استمرار مضارع کہاں گیا۔

پھر حقیقۃ الوحی ص ۸۹ میں مرزا صاحب نے لکھا ہے پروردگار نے میرا تخت سب انبیاء کے تختوں سے اونچا بچھایا۔ یہی دعویٰ مان کر بدر قادیان ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۷ء اور الفضل ۲۴ اگست ۱۹۴۴ء میں لکھا ہے

محمدؐ پھر اتر آئے ہیں ہم میں — اور آگے سے بھی بڑھ کر اپنی شان میں
محمدؐ دیکھنے ہوں جس نے اکمل — غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

وہ کونسا ایسا مقام ہے جو نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اونچا ہے جہاں مرزا صاحب کا تخت بچھایا گیا ہے کیا یہ اطاعتِ خدا و رسول و اتباعِ نبوی ہے یا تقدم بین یدی اللہ و رسولہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ روک دیا ہے اور فرمایا

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم

اور تکملہ مجمع البحار ص ۸۵ کے حوالہ سے جو فرمان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے اس میں تو محمد طاہر صاحبؒ نے تصریح فرما دی ہے کہ آپ کا یہ قول نزولِ عیسیٰؑ کو دیکھ کر بیان ہوا ہے کہ لا نبی بعدی سن کر نزولِ عیسیٰؑ کا انکار کوئی نہ کر بیٹھے

ہاں یہ کہنا صحیح ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اگر شرعِ محمدی کو منسوخ نہ کریں گے بلکہ اس کا اجراء کریں گے۔ اس سے آں حضرتؐ کے خاتم النبیین ہونے کی مزید روشنی ہوگئی کہ صاحبِ شریعت نبی بھی اپنی شریعت [illegible]

مگر مرزا صاحب نے تو شرعِ محمدی کے محکم حکمِ جہاد کو منسوخ کر دیا اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا فاذا انزلت سورۃ محکمۃ و ذکر فیھا القتال نبی پاک نے فرمایا الجھاد ماضٍ الی یوم القیامۃ تو اس لحاظ سے مرزا صاحب اس کے مصداق نہیں ہو سکتے کیونکہ مرزا صاحب تو صاحبِ شریعتِ جدیدہ ہو گئے۔ اور شریعتِ محمدیہ کو منسوخ کر دیا

نیز احادیث میں خروج الدجال آتا ہے اور دجال واقعی ماں کے پیٹ سے نکلیگا۔ مگر حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کے متعلق کسی ایک حدیث میں خروج عیسیٰ بن مریم نہیں آیا۔ سب محدثین مفسرین متکلمین (علم عقائد والے) نزول عیسیٰ بن مریم ذکر کرتے ہیں جس سے صاف فرق معلوم ہوتا ہے کہ دجال کا تو خروج ہوگا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا نہ کہ خروج۔ اس فرق کو محفوظ رکھنا بہت ضروری ہے

نیز مرزا صاحب کے اقوال باہم متعارض ہیں چنانچہ بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء میں ہے "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ دافع البلاء صفحہ ۱۱ میں ہے "سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸ میں ہے اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور

اس نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشان ظاہر کیے جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔ اربعین ۳ ص ۳۶ میں ہے انا ارسلنا احمد الی قومہ فاعرضوا و قالوا کذاب اشر۔ نزول المسیح ص ۹۹ میں ہے انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ؏ من بعرفان نہ کمترم زکسے ؏۔ ازالہ اوہام ج ۱ ص ۸۰ میں ہے انا انزلناہ قریبا من القادیان وبالحق انزلناہ وبالحق نزل .... قد جاء کم من اللہ نور ا۔ اشتہار ایک غلطی کا ازالہ میں ہے اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے اگر کہو کہ اس کا نام محدث ہے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے لغت کی کسی کتاب میں اظہار غیب نہیں۔ البشریٰ ج ۲ ص ۵۶ میں ہے قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا علی ہذا القیاس دافع البلاء ص ۱۳ میں ہے سچا شفیع میں ہوں نیز کہا خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس کا نام غلام احمد ہے۔ کشتی نوح ص ۱۷ و ۱۸ میں ہے جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود اور مہدی نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳ میں ہے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا و رسول کو بھی نہیں مانتا۔ اور حاشیہ میں لکھا بلاشبہ جو خدا تعالیٰ کے کلام کی تکذیب کرتا ہے کافر ہے۔ سو جو شخص مجھے نہیں مانتا .... میری تکفیر کی وجہ سے آپ کافر بنتا ہے

اب دوسرا رُخ دیکھیے: حاشیہ تجلیات الٰہیہ ص ۸ و ۹ میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر لفظ نبی کا اطلاق بھی جائز نہیں۔ آسمانی فیصلہ ص ۳ میں ہے اور خدا جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہل السنۃ والجماعۃ مانتے ہیں اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہوں اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں۔ اور میں مدعی نبوت نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ مجموعۂ اشتہارات ج ۲ ص ۲۹۷-۲۹۸ میں ہے میرا دینی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت والجماعت کا ہے۔ اب میں مندرجہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانۂ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء ؐ کی ختم نبوت کا قائل ہوں۔ اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ افتراء کے طور پر ہم پہ یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور گویا ہم معجزات اور فرشتوں کے منکر ہیں لیکن یہ یاد رہے کہ یہ تمام افتراء ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقائد اہل سنۃ کے قائل ہیں (کتاب البریۃ ص ۲۸۳)

• نہ مجھے دعویٰ نبوت و خروج از امت کا اور نہ میں منکر معجزات و ملائکہ اور نہ لیلۃ القدر سے انکاری

اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پرانا ہو۔ اور قرآن کریم کا ایک لفظ یا شعشہ منسوخ نہ ہوگا ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جل شانہ سے ہم کلام ہوتے ہیں نبوت تامہ کے بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں (نشان آسمانی)

"الا تعلم ان الرب الرحیم سمّٰی نبینا خاتم الانبیاء بغیر استثناء و فسّرہٗ نبینا فی قولہ لا نبی بعدی ببیان واضح للطالبین (حمامۃ البشریٰ ص ۳۴) اس کے برعکس استفتاء ص ۲۲ میں

وان نبینا خاتم الانبیاء لا نبی بعدہٗ الا الذی ینور بنورہٖ ویکون ظہورہ ظل ظہورہ فالوحی فاحق وملک بعد الاتباع پھر

چشمہ معرفت ص ۳۲۴ میں لکھا محمدم کو شریعت خاتم الشرائع ہے۔ حمامۃ البشریٰ ص ۲۰ میں ہے فلا حاجۃ لنا الی نبی بعد محمدؐ۔ حاشیہ بلاغ احمدیہ ص ۳۷ میں ہے "جب کہ قرآن مجید کے صول حقہ کا محرف اور مبتدل ہو جانا پھر ساتھ اس کے تمام خلقت پر تاریکی شرک اور مخلوق پرستی کا بھی چھا جانا عند العقل محال اور ممتنع ہوا تو نئی شریعت اور نئے الہام کے نازل ہونے میں بھی امتناع عقلی لازم آیا کیونکہ جو امر مستلزم محال ہو وہ بھی محال ہوتا ہے

پس ثابت ہوا کہ آن حضرتؐ حقیقت میں خاتم الرسل ہیں۔ ازالۃ اوہام ۲ ص ۳۱۰ و ۷۶۱ میں ہے "قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو۔ کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے اور باب نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے۔ اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آئے مگر سلسلۂ وحی رسالت نہ ہو۔ ازالۃ اوہام ط ا ص ۶۱۴ و ط ۲ ص ۲۵۴ میں ہے ما کان محمد ابا احد... یعنی محمد.... ہے ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ... اب وحی رسالت تا بہ قیامت منقطع ہے۔

نوٹ: اب احمدیہ پاکٹ بک کے مؤلف کا ص ۵۲۴ میں یہ لکھنا کہ خاتم مہر کے معنے میں ہے پس خاتم کا ترجمہ "ختم کرنے والا نہیں ہو سکتا" غلط ہو گیا کیونکہ مرزا صاحب نے خود یہی معنی کیے ہیں یا تو مرزا صاحب کی غلطی نکالیں یا اپنی غلطی تسلیم کریں لیکن مرزا صاحب کی غلطی نہیں نکال سکتے کیونکہ وہ اُن کے نزدیک ملہم ہیں اور مرزا صاحب نے ۷ اگست ۱۸۸۷ء کے اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۱ ص ۱۳۱ میں یہ شائع کرایا تھا کہ "ملہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح اور تفسیر ہرگز معتبر نہیں۔ لہٰذا لا بد اپنی ہی غلطی مان لیں۔

نیز پاکٹ بک طبع ۱۹۳۲ء ص ۵۲۵ میں جو لکھا ہے کہ خاتم النبیین کے معنے ہیں صاحب شریعت نبیوں کو ختم کرنے والا" یہ بھی غلط ہے کیونکہ تمہارے ملہم نے کہا ہے لا نبی بعدی میں لا نفی عام ہے (ایام الصلح ص ۱۴۶) تو

۱۰ اگست ۱۸۹۹ء کے پرچہ الحکم میں مرزا صاحب کا یہ قول شائع ہوا ہے "خدا نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا" اور تشحیذ الاذہان جرا مں ا میں مرزا صاحب کا مکتوب شائع ہوا تھا" وحی رسالت ختم ہو گئی مگر ولایت و امامت و خلافت کبھی ختم نہ ہو گی

پھر یہ کہنا کہ خاتم کے معنے افضل کے ہیں جیسے ابو تمام طائی مؤلف دیوان حماسہ کو اس کی وفات پر خاتم الشعراء کہا گیا تھا جس کا مطلب بے نظیر دیب لیا گیا لانظیر لہٗ فی الشعراء یہ بھی غلط ہے کیونکہ ان کے علم نے خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین نہیں کیے دوسرے ابو تمام کو جس نے خاتم الشعراء کہا ہے وہ اس کا حسن ظن تھا اس کے نقطۂ خیال میں ابو تمام اس کمال کا آخری شخص تھا نہ یہ کہ حسن بن وہب عالم الغیب تھا کہ اس کا قول غلط نہ نکلے گا۔ تیسرے یہ استعمال مجازی ہے جبکہ حقیقت ہوتی ہے اگر حقیقۃً متعذر ہو یا متعسر اور مجاز کا قرینہ صارفہ ہو تب مجاز لیتے ہیں۔ اور یہاں یہ بات نہیں ہے۔

بعض تاویل اور ہیرا پھیری کرنے والے کہتے ہیں کہ خاتم کے معنے زینت کے ہیں تو معنے ہوئے زینۃ النبیین تو بات یہ ہے کہ اول تو یہ معنے ہمارے علماء نے نہیں کیے اور اگر بالفرض وہ یہ معنے کر بھی دے تو غلط ہیں اس لیے کہ گو خاتم کے معنے انگوٹھی کے آتے ہیں جو انسان کی انگلی کی زینت ہوتی ہے لیکن یہ معنے اس مقام پر لینے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام بمنزلہ جسم عروس کے ہیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ انگوٹھی کے ہیں اور ظاہر ہے کہ انگوٹھی پہننے والے کی شان خود انگوٹھی سے اعلیٰ و ارفع ہوتی ہے۔ انگوٹھی مستعمل ہوتی ہے

جب خاتم کے معنے آخر کے لیے جائیں تو اس میں بھی ہیرا پھیری کی جاتی ہے کہ آخر کا مطلب ہے بے مثل اور بے نظیر۔ جیسے دیوان حماسہ میں ایک شعر ہے

شری ودّی وشکری من بعید — لآخر غالب ابداً ربیع

کہتے ہیں کہ اس شعر کے معنے مشہور ادیب مولانا ذوالفقار صاحب دیوبندی نے اس طرح کیے ہیں ربیع ابن زیاد نے میری دوستی اور شکر دونوں دور بیٹھے ایسے شخص کے لیے یعنی ہمیشہ کے لیے عدیم النظیر سے خرید لیا

جواب یہ ہے کہ آخر کے معنے بے نظیر غلط ہے چنانچہ تبریزی جو علماء متقدمین سے چوٹی کے عالم ہیں اس شعر کا مطلب اس طرح بیان کرتے ہیں اشتریٰ ربیع علی بُعد ہٖ منی مودۃ لہ وثنائی علیہ وعلی اخر رجل یبقیٰ من بنی غالب ابداً یعنی بنی غالب کے آخری آدمی تک یعنی

جب تک بنی غالب کا ایک فرد بھی باقی ہے یہ مودت اور شکر رہیگا۔

نیز علامہ خالد نے بھی اس کے معنے اس طرح لکھے ہیں یبقی من عقبهم الذی پیچھے رہے!

نیز خاتم کے معنے آخر مجازی ہیں پھر آخر کے معنے بے نظیر کے بھی مجازی ہیں قواعد عربیہ کے رو سے یہ معنے مجاز در مجاز ہے جو عند العلماء ممنوع ہے تو متقدمین علماء عربیت اور قواعد عربیہ کے برخلاف مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی کا قول مسموع نہیں

نیز کلیات ص ۲۳ میں ابوالبقاء نے لکھا ہے آخر الشیٔ ھو الجزء الذی یتم عندہ الشیٔ آخر شے کا اس جزء کو کہتے ہیں جس کے ساتھ شے تام اور مکمل ہو جائے۔

المواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۵۰۵ میں قبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بایں الفاظ پڑھنے کا ذکر آیا ہے السلام علیک یا سید المرسلین وخاتم النبیین اے رسولوں کے سردار اور نبیوں کے آخر آپ پر سلام

خفاجی نے شرح شفا میں لکھا ہے فانہ لا نبی ولا رسول یرسل بعدہ ولا فی عهدہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ نبی ہے اور نہ ہی کوئی رسول آپ کے بعد میں بھیجا جائیگا اور نہ ہی آپ کے عہد میں

زرقانی ج ۶ ص ۱۸۸ میں ہے من ذهب الی ان النبوة مکتسبة لا تنقطع او الی ان الولی افضل من النبی فهو زندیق یجب قتله جس کا یہ مذہب ہو کہ نبوت کسب سے حاصل کی جا سکتی ہے اور منقطع نہیں ہوتی یا یہ کہ ولی کو نبی پر فضیلت ہے تو وہ زندیق بے دین ہے جس کا قتل کرنا ضروری ہے۔

نوٹ: اب قادیانی' لاہوری' ظہیری' تیماپوری' گن چوری وغیرہ پارٹیاں گریبان میں منہ ڈال کر ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ ان کا مقتدا مرزا قادیانی کیسا ہے جو کہتا ہے خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس کا نام غلام احمد ہے (دافع البلاء ص ۱۳) اگر تجربہ کی رو سے خدا کی تائید مسیح ابن مریم سے بڑھ کر میرے ساتھ نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں (دافع بلاء ص ۲۰) انبیاء گرچہ بودہ اند بسے؛ من بعرفان نہ کمترم زکسے؛ (نزول المسیح ص ۹۹) تمام دنیا میں کئی تخت اترے پر تیرا (مرزا) کا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا (حقیقۃ الوحی ص ۸۹) آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت دین کی حالت پہلی شب کے چاند کی طرح تھی مگر مرزا کے وقت چودھویں رات کے بدر کامل جیسی ہو گئی (خطبہ الہامیہ ص ۲۰۱) الفضل میں ہے کوئی بھی شخص کسی بھی منصب جلیلہ تک پہنچ سکتا ہے یہاں تک کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی آگے نکل سکتا ہے (الفضل ۱۰ جولائی ۱۹۲۲ء) ڈاکٹر شاہ نواز خان قادیانی نے ریویو آف ریلیجنز قادیان مئی ۱۹۲۹ء میں ایک مضمون لکھا تھا جس کی عبارت یہ ہے: حضرت مرزا مسیح موعود کا

ذہنی ارتقاء آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھا۔ اس زمانہ میں تمدنی ترقی زیادہ ہوئی ہے۔ اور یہ جزئی فضیلت ہے جو حضرت مسیح موعود کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حاصل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذہنی استعدادوں کا پورا ظہور بوجہ تمدن کے نقص کے نہ ہوا۔ ورنہ قابلیت تھی۔ اب تمدن کی ترقی سے حضرت مسیح موعود کے ذریعے (بعثت ثانی) ان کا پورا ظہور ہوا۔ تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ کو موقعہ ملا اور ذہنی طاقتوں کی نشوونما ہو گئی۔

مرزا کی آمد سے اسلام کو ترقی ہوئی یا کفر کو

۱۲۶۵ھ (۱۸۳۹ء) مرزا غلام احمد قادیانی پیدا ہوا (احمد رضا خان سے مرزا قادیانی ۲ سال بڑا ہے)

۱۲۷۳ھ (۱۸۵۷ء) چوتھی صدی سے تیرھویں صدی تک اسلامی حکومت ہند برطانیہ نے ختم کر دی

۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء : ۱۲۰۰ سے امرائے مسلم سلطنت بخارا وغیرہ پر حاکم تھے روس کے محکوم بن گئے

۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۳ء : ۱۲۱ سے مسلم خانان خیوہ جو ایران پر حاکم تھے روسی سپہ سالار کاؤف مان نے روسی قلمرو کا حصہ بنا لیا

۱۲۹۰ھ میں ۸ رکعت تراویح نماز کی ابتدا ہوئی۔ دیکھو العدل ۱۱ فروری ۱۹۳۱ء

۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء : ۱۸۷۹ء سے اس وقت تک انگریزوں نے اسلامی ملک افغانستان پر دو مرتبہ حملہ کیا۔ اور مرزا براہین احمدیہ، سرمہ چشم آریہ، شحنہ حق کی تصنیف میں مصروف ہیں

۱۹۱۴ء / ۱۳۳۲ھ پہلی عالمگیر جنگ جس میں ترکی و جرمنی ایک فریق اور روس فرانس برطانیہ (اتحادی لقاء) دوسرا

۱۳۳۳ھ اتحادیوں کا باہم معاہدہ جس کا مقصد سلطنت عثمانیہ ترک کا انتشار تھا

۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۴ء : ترکی خلافت کا خاتمہ ہوا وزارت مذہبی امور منسوخ ہوئی۔ شرعی عدالتیں بند کی گئیں مدرسہ پاشا شہید کر دیا گیا۔ مدارس دینیہ ترکستان میں بند کر دیئے گئے۔

۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۶ء : اتاترک کا پہلا مجسمہ نصب ہوا۔

۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۸ء ترکی میں دستور مملکت سے وہ شقیں حذف کی گئیں جن میں لکھا ہوا تھا کہ ترکی کا سرکاری مذہب اسلام ہے

۱۸۸۰ء مطابق ۱۲۹۷ھ کو مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ تصنیف کی

۱۸۸۱ء میں فرانس نے تیونس پر قبضہ کر لیا

۱۸۸۲ء میں انگریز نے اسکندریہ پر بم باری کی ۱۳ ستمبر کو تل الکبیر کی جنگ ہوئی۔ مصر میں [illegible]

باشا کو شکست ہوئی۔ مصر اور سوڈان برطانیہ کے ہاتھوں اپنی آزادی کھو بیٹھے

۱۲۹۳ھ میں ترک سپاہ نے بحکم انگریز عبدالعزیز سلطان مجید کو قتل کر دیا

"چودھویں صدی پر ایک نظر" کے عنوان سے خصوصی اشاعت رسالہ "لاھوتی" سن ۵ء میں لکھا کر

چودھویں صدی میں مسلمانوں کی آزاد ریاستوں کا یا تو وجود ہی نہ رہا یا وہ عیسائیوں کے زیر نگین ہو گئیں۔ اور اس طرح مسلمانوں کی اکثریت غلامانہ زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئی؛

تیرھویں صدی میں ترکی اپنے وسیع خطۂ زمین سے محروم ہو گیا اور عثمانیوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے روس نے ۱۸۸۰ء میں (جب کہ مرزا قادیانی براہین احمدیہ تصنیف کر رہا تھا) وسط ایشیا میں واقع کئی چھوٹی چھوٹی مسلم ریاستوں پر تسلط جما لیا۔ افغانستان کی سرحدوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

۲۷ اپریل ۱۹۰۹ء میں سلطان ترک عبدالحمید خان کو معزول کر دیا گیا؛

مرزا کے زمانہ میں کفر کی ترقی

سنہ	پنجاب میں عیسائیوں کی تعداد	ہند میں آریہ کی تعداد
۱۸۸۱ء	۳۸۰۵۳	۱۸۶۲۶۳۴
۱۸۹۱ء	۳۸۳۴۳	۲۳۸۴۳۸۰
۱۹۰۱ء	۶۶۵۹۱	۲۹۲۳۲۳۱
۱۹۱۱ء	۱۹۹۷۵۱	۳۸۶۷۲۰۳

۱۹۱۴ء فلسطین میں یہود ۵۶ ہزار

۱۹۲۲ء ۸۳۷۹۰

۱۹۳۹ء ۳,۵۰,۰۰۰

۱۹۴۷ء یہود کی سعی قومی ریاست قائم کرنے کیلئے

۱۹۴۷ء نومبر تقسیم ملک

۹ اپریل ۱۹۴۸ء عرب مرد و زن بچوں کا قتل عام

۱۴ مئی ۱۹۴۸ء اعلان قیام ریاست یہود
۶ لاکھ سے زائد عرب جلا وطن

۱۹۶۷ء مکمل فلسطین پر قبضہ (۱۹ برس میں ۷۰ کروڑ ڈالر کی امریکی امداد اسرائیل کو ملی۔

کل دنیا میں ایک کروڑ ساٹھ لاکھ یہودی ہیں۔

۱۹۴۷ء میں ملک ہند تقسیم ہوا۔ مرزا جی کا شہر قادیان بھارت کے حصے میں آیا جو ہندوؤں کا ملک ہے مرزا جی کے متعلقین بھارت چھوڑ پاکستان میں آگئے۔ صلیب کے معتقدین پوری مسیحی بڑھ رہے ہیں ان کے سکول کالج و ہسپتال پہلے کی بہ نسبت بہت زیادہ

ہمارے نبیؐ کی مشابہت حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ہے نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیساتھ

موسیٰؑ کی طرح ہمارے نبیؐ کے ماں باپ تھے — حضرت عیسیٰ علیہ السلام کنواری سے بغیر باپ پیدا ہوئے

موسیٰؑ کی طرح ہمارے نبیؐ ازدواج وذریت والے تھے — حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تاحال شادی نہیں کی

موسیٰؑ کی طرح ہمارے نبیؐ زمین پر رہے اور زمین ہی میں وفات پائی جن کی قبر معلوم ہے — حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین سے زندہ آسمان کی طرف اٹھالیے گئے۔ زمین پر دوبارہ آئیں گے تو تب یہاں دفن ہونگے

موسیٰؑ کی طرح ہمارے نبیؐ نے ہجرت کی اور پھر ہجرت گاہ میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے — حضرت عیسیٰؑ کو بجائے ہجرت کے آسمان پر اٹھائے گئے پھر خدا کے حکم سے زمین پر آکر حکومت کرکے فوت ہونگے

موسیٰؑ کی طرح ہمارے نبیؐ پر جہاد بالسیف کا حکم — عیسیٰؑ کے متعلق علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے

موسیٰؑ کی طرح شرع محمدی میں سیاست مدن تھی — جیسے عیسیٰؑ کی شرع میں سیاست مدن کا ذکر نہیں۔

شرع موسوی کی طرح شرع محمدی حکم طہارت وغسل — جیسے علیہ السلام کی شرع میں معلوم نہیں

شرع موسوی کی طرح شرع محمدی میں حدود وتعزیرات ہیں اور قصاص کرنا بھی — جیسے علیہ السلام کی شرع میں کچھ علم نہیں

موسیٰؑ اجراء حدود پر قادر تھے جیسے ہمارے نبیؐ — جیسے علیہ السلام کے بارے یہ بات معلوم نہیں

شرع موسیٰؑ کی طرح ہمارے نبیؐ کی شرع میں حیض ونفاس کا غسل واجب ہے — جیسے علیہ السلام کی شرع میں معلوم نہیں

موسیٰؑ نے طور پر ہمارے نبیؐ نے معراج میں خدا سے باتیں کیں۔ جیسے علیہ السلام کیلیے ایسی ثابت نہیں!
موسیٰؑ کے عصا سے بحر قلزم اور ہمارے نبیؐ کی انگلی سے چاند شق ہوا۔ عیسیٰؑ کے بارے ایسا اثر ثابت نہیں ہے
موسیٰؑ کی چٹان سے پانی کے چشمے نکلے، ہمارے نبیؐ کی انگلی سے پانی کے سوتے بہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے لیے نہیں تھا
موسیٰؑ کی طرح ہمارے نبیؐ کے جانشین فرماں روا ہوئے۔ حضرت عیسیٰؑ کے جانشین ایسے نہ تھے۔
موسیٰؑ کی طرح ہمارے نبیؐ ۴۰ برس کی عمر میں نبی ہوئے۔ حضرت عیسیٰؑ کو نبوت پہلے ہی ملی۔
موسیٰؑ کے مصری ہجرت سے سنہ جاری ہوا ہمارے نبیؐ کے ہجرت سے ہجری جاری ہوا۔ حضرت عیسیٰؑ کے سنہ ہجری نہیں
موسیٰؑ کی شرع میں قمری مہینے ہیں ہمارے نبیؐ کی شرع میں بھی قمری مہینے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کی شرع میں نہیں

اسرائیلی خاندان میں حضرت موسیٰؑ صاحب شریعت نبی تھے اور اسماعیلی خاندان میں حضرت ہمارے نبیؐ صاحب شریعت ہیں۔

موسیٰؑ نے بچھڑے کا بُت توڑا، ہمارے نبیؐ نے کعبہ کے بُت توڑے ۔ حضرت عیسیٰؑ نے بُت شکنی نہیں کی

مرزا کا اپنے تئیں مثیل مسیحؑ کہنا دھوکا ہے

حضرت عیسیٰؑ	مرزا
حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ پیدا ہوئے	مرزا کے والد کا نام غلام مرتضیٰ تھا
〃 〃 〃 کنوارے تھے	مرزا نے شادی کی
〃 〃 〃 کی اولاد نہ تھی	مرزا کے بال بچے تھے
〃 〃 کا خلیفہ ان کا بیٹا نہ تھا	مرزا کا خلیفہ اس کا بیٹا پھر اس کا پوتا ہوا
〃 〃 کی عمر ۳۳/۱۲۰ تھی	مرزا کی عمر ۶۸ سال ہوئی
〃 〃 اسرائیلی تھے	مرزا مغل ہے (مغلوں میں کوئی نبی نہیں ہوا)
〃 〃 سے پہلے اسرائیلی کئی نبی ہوگئے	مرزا سے پیشتر کوئی مغل یا پارسی نبی نہیں ہوا
〃 〃 کی زبان عبرانی تھی	مرزا کی زبان پنجابی تھی
〃 〃 پر انجیل اتری	مرزا پر کوئی کتاب نہیں اتری بلکہ مصنف ہو کتابوں کا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں کنواری تھی اور مرزا کی ماں منکوحہ تھی

حضرت عیسیٰؑ اکیلے اپنی کنواری ماں کے بطن سے پیدا ہوئے مرزا اپنی منکوحہ ماں کے بطن سے توأم پیدا ہوا

حضرت عیسیٰؑ نے ۳ سال تبلیغ کی ۔ اور مرزا نے کئی سال اپنے مشن میں لگائے

حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اٹھائے گئے یا بزعم مرزا مصلوب ہوئے ۔ اور مرزا اسہال سے مرا و ستولی پڑھا

حضرت عیسیٰؑ کے عہد میں یہود کی حکومت تھی ۔ اور مرزا کے عہد میں یورپ کے انگریزوں کی

حضرت عیسیٰؑ شام کے باشندہ تھے اور مرزا قادیان واقع بھارت کا باشندہ تھا ۔

حضرت عیسیٰؑ نے مہد (گہوارے) میں کلام فرمایا تھا ۔ مگر مرزا قادیانی نے گہوارے میں کوئی کلام نہیں کیا

حضرت عیسیٰؑ کی عمر قرآنی رو سے شیخوخت اور بڑھاپے کو نہ پہنچی ۔ مگر مرزا قادیانی ۶۸ سال کا بوڑھا ہو کر مرا

حضرت عیسیٰؑ حج کریں گے مدینہ منورہ تشریف لے جائیں گے مگر مرزا قادیانی نہ حج کر سکا نہ مدینہ منورہ جا سکا

حضرت عیسیٰؑ شام کے گاؤں لُد میں پہنچ کر دجال کو قتل کریں گے مگر مرزا قادیانی نہ لُد پہنچا نہ دجال کو قتل کیا

حضرت عیسیٰؑ دوسرے انبیاء کرامؑ کی تصدیق کرتے تھے اور مرزا پیغمبروں کی توہین و تکذیب کرتے تھے ۔

مرزا کے دعووں میں تضاد

حاشیہ براہین احمدیہ ص ۴۳۰ میں لکھا: جب کہ قرآن مجید کے اصول حقہ کا محرف اور مبتدل ہو جانا مع ساتھ اس کے تمام خلقت پر تاریکی شرک اور مخلوق پرستی کا بھی چھا جانا عند العقل محال اور ممتنع ہوا تو نئی شریعت اور نئے الہام کے نازل ہونے میں بھی امتناع عقلی لازم آیا کیونکہ جو امر مستلزم محال ہو وہ بھی محال ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آنحضرت در حقیقت میں خاتم الرسل ہیں۔

ازالہ اوہام ج ۱ ص ۶۱۴ و ج ۲ ص ۲۵۲ میں لکھا ماکان محمد ابا احد من رجالکم ... یعنی محمد ..... ہے ختم کرنے والا نبیوں کا: یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ ..... اب وحی رسالت تا بہ قیامت منقطع ہے۔ (اب اس کے برعکس سنیے!)

تجلیات الٰہیہ ص ۵ میں لکھا اے غافلو! تلاش کرو۔ شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا ہو۔

تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۴، ۵۲، ۵۳، و ۶۵ میں لکھا وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا کے تحت لکھا: جس حالت میں چھوٹے چھوٹے عذابوں کے وقت رسول آئے ہیں تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس عظیم الشان عذاب کے وقت جو آخری زمانہ کا عذاب ہے خدا کی طرف سے رسول ظاہر نہ ہو؟ اس سے تو صریح تکذیب کلام اللہ کی لازم آتی ہے۔ پس وہی رسول مسیح موعود (مرزا) ہے۔

حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱ طبع ۱۲ مئی ۱۹۰۷ء میں لکھا: نبی سے مراد صرف اسی قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بہ کثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں ..... اور یہ بات ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں ۱۳۰۰ تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔ اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اس کی گردن پر ہے ..... غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی و امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ (ابوبکرؓ و عمرؓ اور کوئی صحابی علی قصیر)

دافع البلاء ص ۱۱ میں لکھا: سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا

اربعین نمبر ۳ ص ۳۶ میں لکھا: خدا وہی خدا ہے جس نے اپنے رسول یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا ہے (ناظرین رسالہ ہذا کا صفحہ ۲ و ۳ بھی دیکھ لیں)

اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص ۱ میں لکھا: اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو کہ اس کا نام محدث ہے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے لغت کی کسی کتاب میں اظہار غیب نہیں

تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸ میں لکھا اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اسی نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشان ظاہر کیے جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔

مکتوبات احمدیہ ص ۴۹ جلد ۳ میں لکھا: آن حضرت ص کے معجزات جو صحابہؓ کی شہادتوں سے ثابت ہیں وہ دو تین ہزار معجزے ہیں؛ اس خدا نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشان ظاہر کیے جو تین لاکھ تک ہیں (کیا یہ نبی کریم ص کی توہین نہیں؟)

کشتی نوح ص ۱۸ میں لکھا وہی خدا جس نے میرے پر وحی نازل کی جس نے میرے لیے زبردست نشان دکھلائے

مرزا کا منکر کافر ہے یا نہ؟

تریاق القلوب ص ۱۳۰: میرے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا نیز لکھا: یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعۃ کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسے ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں..... ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔

توضیح المرام ص ۱۸ و تحفہ غزنویہ ص ۲۰۶ و ازالہ اوہام ۴۲۲: کسی نے سوال کیا کہ فتح اسلام میں آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اس کے جواب میں مرزا صاحب نے لکھا "نبوت کا نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے! (اب دوسرا رخ ملاحظہ ہو)

انجام آتھم ص ۶۲: الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے

کشتی نوح ۱۸،۱۷: جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود اور مہدی نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا اور وہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳: جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا و رسول کو بھی نہیں مانتا۔

حاشیہ ″ ″ : بلا شبہ جو خدا تعالیٰ کے کلام کی تکذیب کرتا ہے کافر ہے سو جو شخص مجھے نہیں مانتا.... میری تکفیر کی وجہ سے آپ کافر بنتا ہے۔

حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳: جو شخص مجھ پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے

نزول المسیح ص ۴: جو میرے مخالف تھے ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔

حقیقۃ الوحی ص ۱۶۲، اربعین ۴ ص ۶ مع حاشیہ: میرا نہ ماننے والا، مجھ سے بیعت نہ کرنے والا میرا منکر کافر ہے

الہام مندرجہ بدر ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء: قُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ یعنی جو قوم مرزا پر ایمان نہ لائے گی اس کی جڑ بنیاد کاٹ دی جائے گی

احمدی جنتری ۱۹۳۹ء ص ۳۲: مجھ کو کافر کہہ کے اپنے کفر پر کرتے ہیں مُہر یہ تو ہے کہ مسئلہ کی ہم تو ہی آئینہ تھا

الفضل ص ۵۷ بحوالہ فیصلہ جیسی آباد: جو شخص موسیٰ پر یقین رکھتا ہے اور عیسیٰ کو نہیں مانتا یا جو عیسیٰ پر یقین رکھتا ہے اور محمد کو نہیں مانتا یا محمد پر یقین رکھتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر ہے بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام ہی سے خارج ہے۔

القول الاتم فی حیاتِ عیسٰی ابنِ مریم

و

قدرۃ الرب فی ولادتِ عیسٰی من غیر اَب

مؤلفہ :

شیخ الحدیث والتفسیر حضرۃ مولانا

علامہ مفتی سید محمد حسین شاہ نیلوی رحمۃ اللہ علیہ

سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (انڈیا)

بسم الله الرحمن الرحيم
لا اله الا الله
محمد رسول الله
قال الله تعالىٰ
وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَل رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيهِ
وَكَانَ اللهُ عَزِيزًا حَكِيمًا
ناشر
مکتبۃ الفیصل
جامع مسجد ذوالنورین ظفر آباد
پرانا چنیوٹ روڈ جھنگ صدر
(پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم قارئین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں متنبی پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ اور اس کی بنیاد اور جزو وفاتِ مسیح علیہ السلام کے عقیدے پر رکھی۔ اور اثباتِ دعویٰ کے لیے "اِزالۃِ اوہام" میں قرآن مجید کی تیس آیاتِ مبارکہ میں تحریف کرتے ہوئے وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے اوہامِ باطلہ پیش کیے۔

محقق العصر شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مفتی سیّد محمد حسین نیلوی رحمہ اللہ نے زیرِ نظر علمی و تحقیقی مقالہ میں قادیانیوں کے تمام اوہامِ باطلہ کا بطریقِ احسن مدلل جواب تحریر فرمایا۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی اور نزول سے متعلق قرآن مجید، احادیثِ مبارکہ، اقوالِ صحابہؓ و تابعینؒ، ائمہ مجتہدینؒ، محدثینؒ، مفسرینؒ، اہلِ لغت، اہلِ تاریخ، اہلِ عقائد، اور صوفیاءؒ کے فرامین کی روشنی میں مختصر مگر جامع انداز میں تحقیقی بحث کی گئی ہے۔

نیز ولادتِ عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق "قدرۃ الرب" کے نام سے ایک دوسرا مقالہ بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر باپ کے پیدائش کا ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ اور آخر میں قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر باپ کے پیدائش سے متعلق عقیدہ بھی تحریر کیا گیا ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوۃ و السلام علی سید المرسلین خاتم النبیین محمد و اٰلہ و اصحبہ الطیبین الطاہرین ○ اما بعد البسملۃ و الحمدلۃ و التصلیۃ و التسلیم ○

زمانۂ حال میں اردو داں حضرات عربی کے کئی الفاظ کو اپنے یہاں ان معنوں میں استعمال کرتے ہیں جن معنوں میں عرب استعمال نہیں کرتے۔ مثلاً عربی لفظ جہاد جو فعال کے وزن پر باب مفاعلہ کی مصدر ہے۔ جیسے : قتال' دعاء' جدال۔ عربی میں جہاد کے معنے ہیں : "کسی کام میں پوری طاقت صرف کرنا"۔ جیسکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے : جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں پوری پوری کوشش کرو جیساکہ کوشش کرنے کا حق ہے۔ اور یہ ہر اس کوشش کو شامل ہے جو کسی طرح سے دینی غرض کے لیے کی جائے۔ مالی' لسانی' سنانی اور قلمی کوشش سب ہی جہاد کے زمرے میں آجاتے ہیں۔ یعنی غیر مسلموں کو تبلیغ کرنا' ان کے ساتھ بحث مباحثہ کرنا' مناظرہ کرنا' اور غیر مسلموں کی اسلام کے خلاف لکھی ہوئی تحریروں کا جواب لکھنا۔ اسی طرح مجاہدین کی مالی امداد کرنا' ان کے لیے اسلحہ مہیا کرنا' ان کے خورد و نوش اور لباس کا انتظام کرنا' ان کے اہل خانہ کا خرچ برداشت کرنا' ان کے زخمیوں کا علاج معالجہ کرنا۔ اور جب کفار لڑنے پر اتر آئیں تو اعلاء کلمۃ اللہ اور کبت اعداء اللہ کے لیے سامانِ جنگ لے کر اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے اور اس کی مدد مانگتے ہوئے کفار کے ساتھ لڑنا۔ یہ سب کام جہاد کے زمرہ میں آجاتے ہیں۔

اسی طرح وسیلہ کا لفظ عربی زبان میں "تقرب" حاصل کرنے کے ذریعے کو کہتے ہیں۔ یعنی ایمان' نماز' روزہ' صدقہ و خیرات' درود شریف اور دیگر نیک اعمال کی مسلسل ادائگی اور بدعملی سے اجتناب اور قرآن و سنت کا پڑھنا اور سمجھنا سب تقرب

الٰہی حاصل کرنے کے وسیلے ہیں۔ مگر اردو زبان میں دورانِ دعا، کسی نبی ولی کا واسطہ ڈالنے کو وسیلہ کہتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں وَابْتَغُوْآ اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ سے یہی وسیلہ مراد لیتے ہیں۔ حالانکہ صحابہ و تابعین و سلف صالحین و ائمہ مجتہدین سے ایسے وسیلے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

اسی طرح توفی عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کو اردو میں ''وفات'' اور ''موت'' کے معنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کسی مرے ہوئے کی تاریخ بتانی ہو تو کہتے ہیں کہ فلاں متوفی سنہ فلاں۔ یعنی وہ فلاں سنہ میں فوت ہوا ہے۔ پھر ایک غلطی یہ بھی کرتے ہیں کہ اخیر حرف ی کو دیکھ کر اس سے ماقبل ف کو مکسور اور ی کو ساکن پڑھتے ہیں۔ جس سے وہ مُتَوَفِّیْ بن جاتا ہے۔ جبکہ اس کے معنے ہیں : ''وفات دینے والا''۔ حالانکہ وفات دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے : اِنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْیَا یعنی اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو مارتا اور جلاتا ہے۔ اور وفات پانے والے کو مُتَوَفّٰی لکھتے ہیں۔ یعنی عربی قاعدہ کے مطابق ف کی فتح کے ساتھ الف کو ی کی شکل دیتے ہیں۔ جیسا کہ یحیٰی، موسیٰ، عیسیٰ، مُصطفیٰ، مجتبیٰ، مرتضیٰ وغیرہ کے آخر میں الف ہے، جو ی کی شکل میں لکھا جاتا ہے۔ مگر عربی زبان میں توفی کے معنے ہیں ''کسی چیز کو پورا پورا لے لینا''۔ جیسا کہ آنے والی تحقیق سے معلوم ہوگا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ۔ البتہ توفی کے معنے ''موت'' اور ''نیند'' بھی آتے ہیں۔ مگر وہ معنے حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہیں۔ اسی بات کی وضاحت کے لیے یہ رسالہ پیش خدمت ہے۔ اس کو بنظرِ انابت بغور پڑھیں۔ تاکہ غیر مسلموں کی طرف سے پیش کردہ لایعنی شبہات اور توہمات دل سے نکل جائیں۔ لیکن ضد کا کچھ علاج نہیں۔ چنانچہ :

بعض لوگ کہتے ہیں کہ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ ''پھر جب تُو نے مجھے فوت کر دیا''۔ اور کہتے ہیں کہ ان معنوں کی تائید صحیح بخاری شریف کتاب بدء الخلق کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس میں آتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرے اصحاب میں سے کئی لوگ بائیں طرف یعنی دوزخ کی جانب کھینچ لیے

جائیں گے۔ میں کہوں گا کہ اے فرشتو! یہ تو میرے اصحاب ہیں۔ وہ کہیں گے آپ کو معلوم نہیں جب آپ کی وفات ہوگئی تو یہ لوگ اسلام سے پھر گئے۔ اس وقت میں اس نیک بندے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی طرح کہوں گا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي........کہ میں جب تک ان لوگوں میں رہا ان کا حال دیکھتا رہا۔ الخ اور جس طرح اس حدیث میں فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مراد ہے اسی طرح قرآن مجید میں جو حضرت مسیح علیہ السلام کا قول فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي نقل ہے اس کا معنی بھی یہی ہے کہ "پھر جب تو نے مجھے فوت کر دیا"۔ بالکل اسی طرح:

○ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا ○ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ

○ يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ ○ اِنِّي مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ

ان تمام آیات سے بھی وفات ہی ثابت ہوتی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام قرآن مجید کے غیر متبدل قانون کل نفس ذائقۃ الموت سے مستثنیٰ بھی ہرگز نہیں ہیں۔ لیکن ان کا یہ کہنا غلط ہے۔ کیونکہ:

توفی کے معنے مع محاورات عرب

○ اس کا صحیح مطابقی معنی یہ ہے کہ: "پھر جب تو نے مجھے پورا پورا اپنے قبضہ میں لے لیا"۔ کیونکہ اہل عرب کے یہاں تَوَفِّي کے یہی معنے مستعمل ہیں۔ چنانچہ:

① لسان العرب و المنجد (صفحہ ۹۱۱) نے اہل عرب کا محاورہ پیش کیا: توفیت عدد القوم کہ میں نے سب قوم کی گنتی پوری پوری حاصل کر لی۔

② معانی القرآن جلد ۱ صفحہ ۲۱۹ میں حضرت امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے خالہ زاد بھائی حضرت امام ابو زکریا یحییٰ بن زیاد عبد اللہ الاسلمی فراء کوفی متوفی ۲۰۷ھ نے "توفی" کے معنے لکھ کر استدلال میں یہ شعر تحریر فرمایا ہے:

ان بنی الادرد لیسوا من احد و لا توفیهم قریش فی عدد

یعنی بنی ادرد تو کسی گنتی میں نہیں ہیں، اور قریش نے ان کی پوری پوری گنتی نہیں کی۔

○ نیز امام فراء نے یہ شعر لکھنے کے بعد اہل عرب کا یہ محاورہ بھی اسی معنی میں

لکھا ہے: توفیتہ المال کہ میں نے اس سے اپنا پورا پورا مال لے لیا۔

(معانی القرآن جلد ۱ صفحہ ۲۱۹)

③ خلیفۂ زمخشری علامہ لغوی مطرزی نے المغرب جلد ۲ صفحہ ۲۵۶ میں توفاہ کے معنے تحریر فرمائے ہیں: اخذ کلہ کہ اس نے وہ سارے کا سارا لے لیا۔

○ اس کے بعد خالص عرب اور صحابئ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت عاصم بن عدی بن الحارث بن العجلان انصاری کا قول پیش کیا، جو غزوۂ اُحد میں حاضر تھے اور سو سال سے زائد عمر پاکر امیر المؤمنین سیدنا امام معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فوت ہوئے:

ترجمہ منہ حدیث عاصم بن عدی و اتوفی تمرك بخیبر. یعنی حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو کہا تھا کہ میں خیبر میں تیری سب کی سب کھجوریں لے لوں گا۔

④ مغرب جلد ۲ صفحہ ۲۵۷ میں ہے کہ: و ف ی سے جو کلمہ مرکب ہوتا ہے تو اس کا مطلب تمام اور کمال ہوتا ہے۔

⑤ تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۴ میں علامہ زبیدی نے توفاہ کے معنے لکھے ہیں: ای لم یدع منہ شیئاً. یعنی اس نے اس کے پاس کچھ بھی نہیں چھوڑا، یعنی سارا لے لیا۔

⑥ نیز اہلِ عرب کا محاورہ ہے: توفیت منہ مالی علیہ تاویلہ ای لم یبق علیہ شئ. یعنی توفیت منہ مالی علیہ کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس سے قرض کا پورا پورا مال وصول کر لیا، جتنا کہ میرا مال اس کے ذمے تھا۔ یعنی اب اس پر میرا کچھ قرض باقی نہیں رہا۔ (تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۵)

⑦ حضرت امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی تفسیر جلد ۲ صفحہ ۳۸۱ میں اہلِ عرب کا محاورہ تحریر فرمایا ہے: توفیت منہ دراھمی کہ میں نے اپنے تمام درہم پورے پورے وصول کر لیے۔

⑧ اساس البلاغۃ صفحہ ۶۸۴ میں حضرت علامہ جار اللہ ابو القاسم محمود بن عمر زمخشریؒ نے تحریر فرمایا ہے: توفاہ استکملہ یعنی توفاہ کے معنے ہیں اس نے اس کو مکمل لے لیا۔

⑨ مصباح المنیر صفحہ ۲۰۸ میں حضرت علامہ احمد بن محمد بن علی فیومی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا کہ "توفی" اور "استیفاء" کے ایک ہی معنے ہیں۔ یعنی کسی چیز کا پورا پورا لے لینا۔

⑩ مجمع بحار الانوار جلد ۳ صفحہ ۴۵۴ میں حضرت علامہ محمد طاہر فتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا ہے: وقد یکون قبضًا لیس بموت۔ یعنی وفات کا اطلاق موت کے علاوہ قبض کر لینے پر بھی آتا رہتا ہے۔

⑪ حضرت امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے "مفردات" میں تحریر فرمایا ہے: قد یعبر عن الموت والنوم بالتوفی کہ موت اور نیند کو بھی "توفی" سے تعبیر کرتے رہتے ہیں۔

● آپ نے دیکھ لیا کہ اہل لغت کے نزدیک "توفی" کے معنے پورا پورا لینے کے آتے ہیں۔ صرف موت کے لیے اس لفظ کا استعمال نہیں ہوتا۔

اردو و فارسی مترجمین قرآن کے حوالے

○ اب دیکھیے حضرات مترجمین بھی اہل لغت اور اہل لسان عربوں کے مطابق فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا یہی معنی کرتے ہیں۔ چنانچہ:

① پس وقتیکہ برگرفتی مرا (یعنی بر آسمان بردی مرا)۔ (شاہ ولی اللہؒ)

② پھر جب تو نے مجھ کو بھر لیا۔ (شاہ عبد القادرؒ)

③ پس جب قبض کیا تو نے مجھ کو۔ (شاہ رفیع الدینؒ)

④ پھر جب تو نے مجھ کو اٹھا لیا۔ (شیخ الہندؒ)

⑤ جب آپ نے مجھ کو اٹھا لیا۔ (تھانویؒ)

⑥ جب تو نے مجھے اٹھا لیا۔ (مرزا حیرتؒ)

⑦ جب تونے مجھ کو دنیا سے اٹھالیا۔ (ڈپٹی نذیر احمدؒ)

⑧ جب تونے مجھ کو اٹھالیا۔ (دریابادیؒ)۔

⑨ پھر جب تونے مجھ کو گم کر دیا یعنی ان کے بیچ میں سے معدوم کر دیا۔ یعنی قبض کر لیا آسمان کی طرف اٹھا لینے سے۔ (ملیح آبادیؒ)

⑩ پھر جب آپ نے میرا وقت پورا کر دیا۔ (ابوالکلامؒ)

⑪ جب اٹھایا تونے مجھ کو۔ (سیماب اکبرآبادیؒ)

⑫ جب تونے مجھے اٹھالیا۔ (تحبان الہندؒ)

⑬ پھر جب تونے مجھ کو اٹھالیا۔ (بلند شہریؒ)

⑭ پھر جب تونے مجھ کو اٹھالیا۔ (عبدالستار دہلویؒ)

⑮ جب تونے مجھے دنیا سے اٹھالیا۔ (فتح محمد جالندھریؒ)

⑯ پھر جب آپ نے مجھے واپس بلالیا۔ (مودودیؒ)

⑰ پس آں ہنگام کہ مرا فرا گرفتی یعنی رفع کردی بآسمان۔ (حسینیؒ)

<u>علماءِ متقدمین مفسرین کے حوالے</u>

● جیسا کہ اردو اور فارسی میں قرآن مجید کا ترجمہ کرنے والے ہمارے قریبی دور کے علماء نے "توفی" کا معنی "موت" نہیں کیا، بلکہ اٹھا لینے کا کیا ہے۔ اسی طرح علماءِ متقدمین بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ اس سے مراد "رفع الی السماء" ہے۔ مثلاً:

① حضرت ابن جریجؒ (بحرِ محیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۳ و معالم التنزیل جلد ۳ صفحہ ۱۵۰ و ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۰۳)

② حضرت ابن جوزیؒ (مقاصدِ حسنہ صفحہ ۲۷۴)

③ حضرت ابن زیدؒ (بحرِ محیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۳ و تفسیر قرطبی جلد ۳ صفحہ ۱۰۰ و ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۰۳)

④ حضرت ابن سیرینؒ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۵ صفحہ ۱۹۸)

(۵) حضرت ابن عطیہ (بحرِمحیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۳)
(۶) حضرت ابو عبداللہ رازی (بحرمحیط جلد ۳ صفحہ ۳۹۲)
(۷) حضرت ابو عبد ربہ عبدالجبار بن عُبید اللہ (ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۳۶۹)
(۸) حضرت اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن سدی (ابنِ جریر جلد ۳ صفحہ ۲۰۲ و درِ منثور جلد ۳ صفحہ ۲۳۸ و بحرمحیط جلد ۸ صفحہ ۲۵)
(۹) حضرت حریث بن مخشّی (درِ منثور جلد ۲ صفحہ ۲۲۶)
(۱۰) حضرت حسن بصری (تفسیر قرطبی جلد ۴ صفحہ ۱۰۰ و ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۰۲ درِ منثور جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ و ۲۲۷ و تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۱۵۱ بحرمحیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۳ و جلد ۸ صفحہ ۲۵)
(۱۱) حضرت حسین بن فضل (معالم التنزیل جلد ۳ صفحہ ۱۴۲)
(۱۲) حضرت ربیع بن انس (قرطبی جلد ۴ صفحہ ۱۰۰ و معالم التنزیل جلد ۳ صفحہ ۱۵۰ ابوالسعود جلد ۲ صفحہ ۵۸ و مفاتح الغیب جلد ۲ صفحہ ۳۹۴ ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۰۷ و درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۲)
(۱۳) حضرت زجاج (بحرمحیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۳)
(۱۴) حضرت زید بن اسلم (روح المعانی جلد ۳ صفحہ ۱۶۴ و رازی جلد صفحہ ۶۷)
(۱۵) سعید بن جُبیر (قرطبی جلد ۴ صفحہ ۱۰۰ بحرمحیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۳ و جلد ۸ صفحہ ۲۵)
(۱۶) حضرت سعید بن مُسیّب (روح جلد ۳ صفحہ ۱۶۴ و درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ و رازی صفحہ ۶۷۷)
(۱۷) حضرت شہر بن حوشب (درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۳۴)
(۱۸) حضرت ضحاک (قرطبی جلد ۴ صفحہ ۱۰۰ و بحرمحیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۳ و جلد ۸ صفحہ ۲۵)
(۱۹) حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم (مواہب الرحمٰن پارہ ۶ صفحہ ۱۲)
(۲۰) حضرت عطاء بن ابی رباح (فتوحاتِ الٰہیّہ جلد ۱ صفحہ ۵۳۵)
(۲۱) حضرت عطیہ بن سعد عوفی (مواہب الرحمٰن پارہ ۶ صفحہ ۱۲)

(۲۲) حضرت عکرمہ بن عبداللہ (درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ و بحرمحیط جلد ۳ صفحہ ۳۹۲)
(۲۳) حضرت غزوان ابو مالک غفاری (ابن جریر جلد ۶ صفحہ ۱۴ و بحرمحیط جلد ۳ صفحہ ۳۹۲)
(۲۴) حضرت قتادہ بن دعامہ سدوسی بصری (معالم التنزیل جلد ۳ صفحہ ۱۴۹، درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ و بحرمحیط جلد ۸ صفحہ ۲۵)
(۲۵) حضرت کعب الاحبار (ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۰۷ و درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۲۵، عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۴۵۳)
(۲۶) حضرت ماوردی (تفسیر قرطبی جلد ۱۶ صفحہ ۱۰۶)
(۲۷) حضرت مجاھد (ابن جریر جلد ۶ صفحہ ۱۲ و بحرمحیط جلد ۳ صفحہ ۳۹۲ و ج ۸ صفحہ ۲۵)
(۲۸) حضرت محمد بن اسحاق (بحرمحیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۲)
(۲۹) حضرت محمد بن جعفر بن زبیر (ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۰۳ و بحرمحیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۳)
(۳۰) حضرت محمد بن حنفیہ (درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۳۴)
(۳۱) حضرت محمد بن زید بن المہاجر المدنی تابعی (ابن جریر جلد ۶ صفحہ ۱۴)
(۳۲) حضرت محمد بن سائب کلبی (معالم التنزیل جلد ۳ صفحہ ۱۵۰)
(۳۳) حضرت مطر الوراق (ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۰۳ و بحرمحیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۳، مختصر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۲۸۶ و تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۳۱۵ و درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۲۵)
(۳۴) حضرت مقاتل بن سلیمان (معالم التنزیل جلد ۳ صفحہ ۱۴۱)
(۳۵) حضرت وہب بن منبہ (درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ و بحرمحیط جلد ۳ صفحہ ۳۹۲)
(۳۶) حضرت محمد بن کعب قرظی مدنی (درمنثور جلد ۳ صفحہ ۱۲۲)

اہلِ تصنیف مفسرین کے حوالے

- ان علماءِ متقدمین کے علاوہ اہلِ تصنیف مفسرین بھی اسی بات پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدہٖ و روحہٖ زندہ آسمان پر اٹھا لیے گئے تھے، اور قربِ قیامت میں دوبارہ زمین پر نازل ہوں گے۔ جن مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی تفاسیر میں اس کی وضاحت فرمائی ہے ان کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:

(۲۷) ابو اسحٰق احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی نیشاپوری فی الکشف و البیان' (الجامع لاحکام القرآن قرطبی جلد ۶ صفحہ ۱۰۶)

(۲۸) ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی (مدارک التنزیل جلد ۱ صفحہ ۲۰۶)

(۲۹) ابو جعفر محمد بن جریر طبری (تفسیر طبری جلد ۱۰ صفحہ ۲۷ و جلد ۲۸ صفحہ ۵۴)

(۳۰) ابو الحسن علی بن احمد واحدی (الکتاب الوجیز جلد ۱ صفحہ ۲۶۹)

(۳۱) ابو السعود (برہامش تفسیر رازی جلد ۱ صفحہ ۱۳۷ و جلد ۷ صفحہ ۴۵۱)

(۳۲) ابو سعید قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر بن محمد شیرازی بیضاوی (تفسیر انوار التنزیل جلد ۲ صفحہ ۱۲۸ و ۱۷۷)

(۳۳) ابو عبداللہ محمد انصاری قرطبی (تذکرہ قرطبیہ صفحہ ۱۳۲ و تفسیر جامع لاحکام القرآن جلد ۴ صفحہ ۹۹ و جلد ۶ صفحہ ۳۷۶ و ۳۷۷)

(۳۴) ابو الفداء عماد الدین اسمٰعیل بن کثیر دمشقی (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۱۵۰ و جلد ۱ صفحہ ۳۶۶)

(۳۵) ابو الفضل قرشی صدیقی کازرونی الخطیب (حاشیہ انوار التنزیل جلد ۲ صفحہ ۲۱)

(۳۶) ابو محمد حسین بن مسعود بغوی (معالم التنزیل جلد ۱ صفحہ ۲۶۳ و ۲۸۲ و بر تفسیر ابن کثیر طبع ہند جلد ۱ صفحہ ۱۶۲ و ۲۶۳ و ۳۰۸)

(۳۷) احمد جونپوری المعروف بہ ملا جیون (تفسیرات احمدیہ صفحہ ۶۵۲ و ۶۵۳)

(۳۸) ثناء اللہ قاضی پانی پتی (تفسیر مظہری جلد ۲ صفحہ ۵۶)

(۳۹) جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی (جلالین صفحہ ۵۰ و ۱۰۹ و تفسیر الاتقان صفحہ ۳۳ و ۳۴)

(۵۰) رؤف احمد مجددی (تفسیر رؤفی (جلد ۱ صفحہ ۲۸۷)

(۵۱) زاہدی (تفسیر زاہدی قلمی ورق ۱۶۴ صفحہ ۲)

(۵۲) زین العابدین علی بن احمد الاموی مہائمی (تبصیر الرحمٰن قلمی ورق ۸۷ و ۱۴۳)

(۵۳) سلیمان جمل (فتوحات الٰہیہ جلد ۱ صفحہ ۱۵۸)

(۵۴) سید محمود آلوسی (روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ ۳۱۲)
(۵۵) صفی الدین محمد (جامع البیان بر جلالین صفحہ ۱۰۹)
(۵۶) فخرالدین صاحب تفسیر قادری (ترجمہ اردو تفسیر حسینی جلد ۲ صفحہ ۴۰۸)
(۵۷) فخرالدین محمد بن عمر رازی (تفسیر مفاتیح الغیب جلد ۲ صفحہ ۴۵۸ و ۴۷۷ و جلد ۳ صفحہ ۳۳۰)
(۵۸) فیض اللہ فیضی (تفسیر سواطع الالہام صفحہ ۱۴۰)
(۵۹) عبدالحکیم سیالکوٹی (حاشیہ بیضاوی جلد ۱ صفحہ ۳۹۳ طبع ہند)
(۶۰) علامہ قونوی (حاشیہ بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۱۳۵)
(۶۱) علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی علاؤالدین خازن (تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۲۴۳ و ۵۳۱)
(۶۲) کمال الدین (کمالین بر جلالین ۸ صفحہ ۸۹ و ۶ صفحہ ۵۰)
(۶۳) محمد بن احمد بن جزی الکلبی (کتاب التسہیل صفحہ ۱۰۸ و ۱۰۹)
(۶۴) محمد بن بارک اللہ لکھوکے (تفسیر محمدی جلد ۲ صفحہ ۹۴)
(۶۵) محمد بن علی شوکانی یمنی (تفسیر فتح البیان جلد ۱ صفحہ ۱۵۷)
(۶۶) محمد بن یوسف ابو حیان اندلسی (بحر محیط جلد ۴ صفحہ ۶۱)
(۶۷) محمد محی الدین شیخ زادہ (حاشیہ انوار التنزیل جلد ۱ صفحہ ۶۳۳)
(۶۸) محمود بن عمر زمخشری معتزلی (تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۳۶۶)
(۶۹) نظام الدین حسن بن محمد بن حسین نیشاپوری (غرائب القرآن برہامش تفسیر ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۱۹۹۔ بر آیت ومن المقربین)

○ ان کے علاوہ دیگر مفسرین نے بھی توفی کا معنی رفع الی السماء ہی کیا ہے۔ مثلاً:
(۷۰) خلاصۃ التفاسیر جلد ۱ صفحہ ۳۷۳ (۷۱) تفسیر سراج المنیر جلد ۱ صفحہ ۱۴۱
(۷۲) تفسیر دجنیر بر جامع البیان (۷۳) عجائب القصص جلد ۲ صفحہ ۲۸۶
(۷۴) تفسیر حسینی جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ (۷۵) مقدمہ احسن التفاسیر جلد ۶ صفحہ ۶ و ۷
(۷۶) تفسیر کشف الرحمٰن جلد ۱ صفحہ ۸۹ و ۱۶۳ و ۲۰۲ وغیرہ کتب تفسیر میں

حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید کی ان آیات کا یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالٰی نے انھیں بجسدہٖ و روحہٖ آسمان پر اٹھالیا' اور زمانہ قرب قیامت میں وہ دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے۔ [۱۷]

متکلمین اہلِ عقائد کے حوالے

- اسی طرح "علمِ عقائد" میں مہارت رکھنے والے صاحبِ تصنیف محقق علماءِ کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے بھی اپنی محققانہ تصانیف میں یہی لکھا ہے۔ مثلاً:

(۱) ازالۃ الشکوک جلد ا صفحہ ۱۵۴ (حضرت علامہ شیخ محمد رحمت اللہ مہاجر مکی)
(۲) التبیان صفحہ ۲۲ (حضرت علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر المعروف بہ ابن قیم)
(۳) تکمیل الایمان صفحہ ۳۶ (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی)
(۴) تہذیب العقائد ترجمہ و شرح شرح العقائد النسفیہ صفحہ ۶۵ (علامہ نجم الغنی)
(۵) الجواب الصحیح صفحہ ۱۱۹ و ۱۶۵ (شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ)
(۶) حاشیہ بر خیالی صفحہ ۳۴۰ (حضرت علامہ عبدالحکیم بن شمس الدین سیالکوٹی)
(۷) حاشیہ بر خیالی صفحہ ۱۴۲
(۸) حاشیہ شرح عقائد نسفیہ صفحہ ۳۲۶ (علامہ عصام الدین اسفرائنی)
(۹) حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۲ (حضرت نواب صدیق حسن خان قنوجی)
(۱۰) دُرّۃ الناصحین جلد ۲ صفحہ ۷۰ (علامہ عثمان بن حسین)
(۱۱) رشحات الاقلام صفحہ ۱۸ (شیخ عبدالغنی نابلسی دمشقی)
(۱۲) شرح شرح العقائد النسفیہ صفحہ ۳۱۸ (علامہ رمضان بن محمد آفندی)
(۱۳) شرح العقائد الجلالی جلد ۲ صفحہ ۱۰۸ (علامہ محمد بن اسعد جلال الدین دوانی)
(۱۴) شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۳۶ (علامہ ملا علی بن سلطان القاری)
(۱۵) شرح کفایۃ العوام صفحہ ۸۲
(۱۶) شرح عقائد نسفیہ صفحہ ۱۵۵ (علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی)
(۱۷) شرح عقائد نسفیہ (حاشیہ) صفحہ ۲۵۴ (علامہ محمد حسن سنبھلی)

(۱۸) عقائد نسفیہ صفحہ ۱۵۵ (شیخ نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد نسفی)
(۱۹) عقائد الاسلام صفحہ ۵۶ (شیخ صدر الدین بردوذوی)
(۲۰) عقیدۃ الاسلام بحوالہ کشف الاسرار صفحہ ۱۲۴
(۲۱) عقیدہ اہل الاسلام صفحہ ۱۱ (شیخ غماری)
(۲۲) عقیدہ سفارینیہ جلد ۲ صفحہ ۹۰
(۲۳) فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۶۷ (شیخ الاسلام شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر)
(۲۴) کتاب الاذاعۃ صفحہ ۷۷
(۲۵) کتاب الفصل جلد ۴ صفحہ ۸۰ (علی بن احمد بن سعید ابو محمد ابن حزم ظاہری)
(۲۶) کتاب الابانۃ عن اصول الدیانۃ صفحہ ۴۶ (ابو الحسن اشعری)
(۲۷) کفایۃ العوام صفحہ ۸۲
(۲۸) لوائح الانوار البہیتہ جلد ۲ صفحہ ۸۹ (شیخ محمد بن احمد اسفرائنی الحنبلی)
(۲۹) المسامرہ شرح المسایرہ صفحہ ۳۹۴ (شیخ کمال الدین محمد بن محمد بن ابی شریف قدسی)
(۳۰) مظہر العقائد صفحہ ۱۶ و ۲۴ (علامہ مظہر اللہ دہلوی)
(۳۱) المتقدفی المعتقد (حضرت علامہ شیخ توربشتی)
(۳۲) نبراس شرح شرح العقائد صفحہ ۴۳۶ (حضرت علامہ عبدالعزیز پرہاروی)

صوفیائے کرام کے حوالے

علاوہ ازیں علم عقائد کی متعدد کتب میں اس مسئلہ کی وضاحت موجود ہے' اور سب اہلِ عقائد اس مسئلہ میں متفق ہیں۔ بخوفِ طوالت اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

- اسی طرح اس بارے میں حضرات صوفیائے کرام کا عقیدہ بھی یہی ہے' اور انھوں نے اپنی کتب تصوف میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً :

(۱) تحفۂ نصائح صفحہ ۱۵ (حضرت شیخ محمود چراغ دہلوی)
(۲) حیاۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۳۶ (شیخ کمال الدین محمد بن عیسیٰ دمیری)
(۳) سراج القلوب صفحہ ۲۰۰ (شیخ ابو علی زین الدین علی المعیری فنانی)

④ طریقۂ محمدیہ (شیخ محمد برکوی)

⑤ عرائس البیان جلد ۱ صفحہ ۸۴ (خطیب شربینی)

⑥ غنیۃ الطالبین جلد ۲ صفحہ ۶۱ (شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی)

⑦ فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۵ جلد ۳ صفحہ ۳۴۱ (شیخ ابن عربی مالکی)

⑧ کشف المحجوب (اردو) صفحہ ۵۲ (شیخ علی ہجویری)

⑨ مثنوی عطار صفحہ ۲۰ (شیخ فرید الدین عطار)

⑩ مثنوی معنوی جلد ۱ صفحہ ۸ (شیخ جلال الدین رومی)

⑪ مکتوبات، دفتر سوم مکتوب ۱۷ (شیخ احمد سرہندی)

⑫ الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۱۹۱ (شیخ عبدالوہاب شعرانی)

● اہل لغت، مترجمین، مفسرین، اہل عقائد (اہل سنت و معتزلہ) اور صوفیاء کے ساتھ ساتھ اہل تاریخ بھی اسی بات پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مع روح و جسم کے زندہ ہی آسمان پر اٹھالیا تھا۔ مثلاً:

اہل تاریخ کے حوالے

① مورخ ابن اثیر (الکامل جلد ۱ صفحہ ۱۰۹)

② مورخ ابن خلدون (تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۲۰۷)

③ مورخ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ جلد ۲ صفحہ ۴۳۲)

④ مورخ ابن عساکر (تاریخ مدینۂ دمشق صفحہ ۲۷)

⑤ مورخ ابوالقاسم اندلسی (عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۳۱۴)

⑥ مورخ مسعودی (تاریخ مروج الذہب برحاشیہ ابن اثیر جلد ۱ صفحہ ۵۸)

⑦ مورخ محمد بن سعد (طبقات کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۶)

⑧ مورخ خادم علی فاروقی (تاریخ جدولیہ صفحہ ۵۰۹)

● ان کے علاوہ بعض دیگر علماء کرام کے نام بھی ملاحظہ فرمائیے جو حیات مسیح کے قائل تھے ہیں:

محدثین و شارحین کے حوالے

① حضرت علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی (عمدۃ القاری جلد ۹ صفحہ ۲۳۳)
② حضرت علامہ خلیل الرحمٰن سہارنپوری (قصص الکاملین صفحہ ۴۳)
③ حضرت علامہ فخرالحسن سید احمد حسن (احسن الفوائد صفحہ ۱۳۷)
④ حضرت علامہ عبدالرحمٰن بن علی الربیع الشیبانی زبیدی شافعی (تیسیر الوصول الی جامع الاصول طبع مصر صفحہ ۲۱۷)
⑤ حضرت علامہ محمد بن عبدالرسول برزنجی ثم المدنی (الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ صفحہ ۲۴۷ و ۲۴۸)

● اہلِ لغت، مترجمین، تابعین، تبع تابعین و من بعدہم اور صاحبِ تصنیف مفسرین، اہلِ علمِ عقائد، صوفیاءِ کرام، اہلِ تاریخ و دیگر علماءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے بعد اب یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ یہ مسلک ان حضرات کا خانہ ساز نہیں ہے۔ بلکہ براہِ راست حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض پانے والے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ و مسلک بھی یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ و روحہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور وہ قربِ قیامت میں دوبارہ اس زمین پر تشریف لائیں گے۔ اور اس بارے میں کتبِ حدیث میں متعدد روایات موجود ہیں اور ان سب روایات کو احاطۂ تحریر میں لانا بھی خاصا مشکل کام ہے۔ جن حضرات کو تحقیق کرنی ہو وہ احادیث کے ذخیرۂ بے بہا میں غواصی کر سکتے ہیں۔ تاہم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماءِ گرامی کی ایک مختصر فہرست ذیل میں پیش کی جاتی ہے، جن کا حیات و نزولِ مسیحؑ کے بارے میں یہی مسلک ہے۔ مثلاً:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے

① سیدنا ابن زید رضی اللہ عنہ (درِ منثور جلد ۲ صفحہ ۲۳۷)
② سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۱ و ابوداؤد صفحہ ۲۴۵،

ابن ماجہ صفحہ ۳۰۷ و کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۲۹۲ تا ۲۹۶)

(۳) سیدنا ابو برزہ رضی اللہ عنہ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۱)

(۴) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۶۶)

(۵) سیدنا ابو سریحہ رضی اللہ عنہ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۳ و مسند حمیدی جلد ۲ صفحہ ۳۶۴ و کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۲۶۰ و مسند احمد جلد ۷ صفحہ ۱۸)

(۶) سیدنا ابو الطفیل رضی اللہ عنہ (در منثور جلد ۲ صفحہ ۷۳۹)

(۷) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۴۹ و مسلم جلد ۱ صفحہ ۸۷ و جلد ۲ صفحہ ۳۹۲ و مسند طیالسی صفحہ ۳۳۱ و ۳۳۵ و در منثور جلد ۲ صفحہ ۷۳۵ و ۷۴۳ و کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۲۷۱ و ۳۳۴ تا ۳۳۸ و ۶۱۷ تا ۶۲۱ و ابو داؤد جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ و ابن ماجہ صفحہ ۳۰۸ و مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۵ صفحہ ۱۴۴ و جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۷)

(۸) سیدہ ام سلمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا (در منثور جلد ۲ صفحہ ۷۳۴)

(۹) سیدہ ام شریک بنت عکرمہ رضی اللہ عنہا (ابن ماجہ صفحہ ۳۰۸ و در منثور جلد ۲ صفحہ ۷۴۱)

(۱۰) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ (کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۳۳۵ و در منثور جلد ۲ صفحہ ۷۴۳)

(۱۱) سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہ (کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۳۳۵ و در منثور جلد ۲ صفحہ ۷۴۲ و معجم کبیر طبرانی جلد ۱ صفحہ ۲۱۷)

(۱۲) سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ (کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۳۳۴ و در منثور جلد ۲ صفحہ ۷۴۳)

(۱۳) سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ (کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۳۳۴ و در منثور جلد ۲ صفحہ ۷۴۲ و مسلم جلد ۱ صفحہ ۸۷)

(۱۴) سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۲)

(۱۵) سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۱ و مسند ابو داؤد طیالسی صفحہ ۱۴۳ و ابن ماجہ صفحہ ۳۰۴)

(۱۶) سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۱ و کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۲۵۹ تا ۲۶۰، ۵۹۹)

(۱۷) سیدنا سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۱ و در منثور جلد ۲ صفحہ ۷۳۶، ۷۳۷)

(۱۸) سیدہ صفیہ ام المومنین رضی اللہ عنہا (تفسیر عزیزی پ ۳ صفحہ ۴۲۵)

(۱۹) سیدہ عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۵ صفحہ ۱۳۴، و کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۳۱۳ و ۶۲۰)

(۲۰) سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (در منثور جلد ۲ صفحہ ۳۴۷ و تاریخ بخاری قسم اول جلد ۱ صفحہ ۲۶۳)

(۲۱) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (روح المعانی جلد ۱ صفحہ ۵۹۵ و ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۴۹۳، و کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۲۶۹ و ۲۶۶ و ۶۱۸، ۶۱۹ و ۶۲۰ و الطبقات الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۶)

(۲۲) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (بیہقی صفحہ ۱۰۳۶ و ۱۰۴۰ و ۱۰۵۵ و کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۳۳۷)

(۲۳) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۱ و مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۳ و در منثور جلد ۲ صفحہ ۳۴۹ و کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۲۹۷ و ۲۹۸ و ۶۲۰)

(۲۴) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۵ صفحہ ۱۹۱ و ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۱ و ابن ماجہ صفحہ ۳۰۹ و کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۶۲۰)

(۲۵) سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ (کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۳۲۱)

(۲۶) سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۱ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۵ صفحہ ۱۳۷)

(۲۷) سیدنا عروۃ بن رویم رضی اللہ عنہ (کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۳۳۵)

(۲۸) سیدنا علی امیر المومنین رضی اللہ عنہ (کنز العمال جلد صفحہ)

(۲۹) سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ (کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۲۷۱)

(۳۰) سیدنا عمر امیر المومنین رضی اللہ عنہ (مشکوۃ صفحہ ۴۷۹ و مصنف ابن ابی شیبہ جلد صفحہ ۱۴۳ و ۱۴۴)

(۳۱) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۱)

(۳۲) سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۶۲۰)

(۳۳) سیدنا کیسان رضی اللہ عنہ (تاریخ بخاری قسم اول جلد ۴ صفحہ ۲۳۳ و ۲۳۴، و کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۳۱۷)

(۳۴) سیدنا مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۱ و در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۴۲ و مسند ابو داؤد طیالسی صفحہ ۱۰۷ و کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۳۳۴ و مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۵ صفحہ ۱۶۱)

(۳۵) سیدنا نافع بن عتبہ رضی اللہ عنہ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۱)

(۳۶) سیدنا نواس بن سمعان الکلابی رضی اللہ عنہ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۰ و مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۱ و ابن ماجہ صفحہ ۳۰۶ و ۳۰۷ و کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۲۸۵ تا ۲۸۸ و ۶۲۱ و ابوداؤد صفحہ ۲۴۵)

(۳۷) سیدنا واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ (کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۲۶۱)

(۳۸) سیدنا یحییٰ بن عبدالرحمٰن ثقفی رضی اللہ عنہ (در منثور جلد صفحہ)

● حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایت کردہ احادیث مبارکہ کے مذکورہ بالا حوالہ جات ملاحظہ فرما چکنے کے بعد اس بات کو ذہن نشین رکھنا بھی نہایت ضروری ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل لسان عرب تھے' قرآن مجید اور اس کے مفاہیم کو خوب اچھی طرح سمجھتے تھے' زیادہ تر مسائل قرآن مجید ہی سے مستنبط فرمایا کرتے تھے۔ جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا' ان کے ذہن میں فوراً اس سے متعلق قرآنی آیت منعکس ہو جاتی اور اس کی روشنی میں مسئلہ کا حل تلاش فرما لیتے تھے' اور ویسے بھی قرآن مجید کی تلاوت ان نفوس طیبہ کا معمول تھا' اور تلاوت قرآن مجید کے دوران اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ' فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ اور قَدْ خَلَتْ وغیرہ کلمات مبارکہ ان کے وردِ زبان رہتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ پاک طینت ہستیاں رفع عیسیٰ علیہ السلام کی بھی قائل تھیں اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی پختہ یقین رکھتی تھیں' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ وغیرہ آیات کا وہ مطلب ہرگز نہیں جو آج کے پڑھے لکھے جاہلوں نے سمجھ کر حیات و رفع عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کر دیا ہے' جو بہت بڑی گمراہی اور فتنۂ عظیمہ ہے۔

○ اور اگر فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ و مُتَوَفِّیْکَ کے معنی اخراج روح اور خَلَتْ کے معنی مَاتَتْ کرتے تو محولہ بالا متواتر روایات ان نفوس مبارکہ سے نقل ہو کر کبھی نہ آتیں' جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء اور ان کے زمین پر

تشریف لانے کی خبر دی گئی ہے۔

○ اور اگر "توفّی" کے معنی "موت" ہی کے ہوتے تو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک دور میں اس کے خلاف معنی کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء اور نزول علی الارض کا عقیدہ رکھنے والے لوگوں کی تردید ضرور کی جاتی۔ لیکن اس کے برعکس براہِ راست اور بلاواسطہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ و نورانی مجلس میں حاضر ہوکر اسلامی عقائد و اعمال اور قرآن مجید کی تعلیم و تفہیم اور عملی تربیت حاصل کرنے والے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے توفی کا معنیٰ موت نہیں کیا۔ بلکہ اٹھائے جانے کا کیا ہے۔ البتہ:

قول ابن عباس رضی اللہ عنہ مُمِیْتُکَ کا صحیح مفہوم

○ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے رأس المفسرین سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت نقل فرمائی ہے۔ کہ مُتَوَفِّیْكَ کے معنی مُمِیْتُکَ کے ہیں' سو وہ روایت بطورِ تعلیق کے بیان کی گئی ہے' جس میں حضرت امام بخاریؒ نے اپنے سے اوپر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تک سند کے کسی راوی کا نام بیان نہیں فرمایا۔ (دیکھیے بخاری جلد ۲ صفحہ ٦٦٥)

○ تاہم تفسیر ابن کثیر (جلد ۱ صفحہ ۳۱۵) سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت حضرت علی بن ابی طلحہؒ نے نقل فرمائی ہے۔ لیکن یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت علی بن ابی طلحہؒ نے حضرت ابن عباسؓ کو دیکھا ہی نہیں کیونکہ علی بن ابی طلحہ کہیں بعد میں پیدا ہوئے۔ اور یہ حمص (علاقہ شام) کے باشندے ہیں۔ ان کا انتقال ۱۴۳ھ میں ہوا۔ نیز:

○ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کی روایات مرسل ہوتی ہیں۔ دیکھیے تقریب صفحہ ۲۷۲۔

○ خلاصہ تذہیب الکمال جلد ۲ صفحہ ۲۵۱ میں حضرت علامہ صفی الدین خزرجی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ نے حضرت مجاہد (تابعی) اور

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیقؒ سے علم حاصل کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی بن ابی طلحہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بعد پیدا ہوئے۔

- تقریب التہذیب صفحہ ۲۴۷ میں ہے کہ علی بن ابی طلحہ گو سچے تو ہیں مگر کبھی کبھی غلطی کر جاتے ہیں۔ اور یہ ہیں بھی چھٹے درجے کے راوی۔
- حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ علی بن ابی طلحہ کی کئی باتیں منکر ہیں۔ (خلاصہ تذہیب الکمال جلد ۲ صفحہ ۲۵۱)
- حضرت علامہ فسویؒ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے ناقل علی ابن ابی طلحہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے۔ (خلاصہ تذہیب الکمال جلد ۲ صفحہ ۲۵۱)
- حضرت علی بن ابی طلحہؒ کے بارے میں مذکورہ بالا معلومات حاصل ہوجانے کے بعد اب کہا جاسکتا ہے کہ رأس المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مکمل ارشاد گرامی ان تک پہنچا ہی نہیں اور انھوں نے صرف مُمِیْتُکَ پر اکتفا کرلیا کیونکہ ممکن ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے توفی کے تفصیلی معنی بتلاتے وقت ایک معنی یہ بھی ارشاد فرمایا ہو، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری منقولہ روایات سے واضح ہوتا ہے۔ مگر حضرت علی بن ابی طلحہؒ کے پاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فرمان کا جتنا حصہ پہنچا انھوں نے بیان فرمادیا۔ اور ناقدین کے مذکورہ بالا اقوال کی روشنی میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ علی بن ابی طلحہ نے بھولے سے حضرت ابن عباسؓ کی پوری بات آگے بیان نہ کی ہو۔
- بہرحال رأس المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کو دلیل میں پیش کرنا صحیح نہیں ہے، خصوصاً جبکہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایات سے اس کی تصدیق نہ ہوتی ہو، بلکہ الٹا تکذیب ہوتی ہو۔
- اور اگر واقعی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مُتَوَفِّيْكَ کے معنے مُمِیْتُکَ ہی کیے ہوں تب بھی اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی

دوسری روایات کو سامنے رکھنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ مُتَوَفِّیْکَ کہنے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مطلب کیا ہے۔ چنانچہ:

رفع الی السماء سے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایات

① حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رفع عیسٰی من روزنة فی البیت الی السماء (تفسیر ابنِ کثیر جلد۱ صفحہ ۴۹۳) کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام مکان کے روزن یعنی سوراخ سے آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے۔

② نیز آپؓ نے یہ بھی فرمایا: فرفعه جبرائیل من الکوة الی السماء (روح المعانی جلد۱ صفحہ۵۹۵ و جلد۲ صفحہ۲۱۰) کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو حضرت جبرائیل علیہ السلام چھت کے سوراخ سے نکال کر آسمان کی طرف لے گئے۔

③ مفسر ابن کثیرؒ اپنی تفسیر جلد۳ صفحہ۲۲۸ میں محدث سعید بن منصور، نسائی، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ کے حوالوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرمائی: لما اراد اللہ ان یرفع عیسٰی علیہ السلام الی السماء خرج الی اصحٰبه و فی البیت اثنا عشر رجلا من الحواریین فخرج علیهم من عین من البیت و راسه یقطر ماءً فقال ـــــ و رفع عیسٰی من روزنة فی البیت الی السماء یعنی جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا عیسٰی علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالے جانے کا تو آپؑ اپنے اصحاب کے پاس تشریف لانے لگے جو بارہ حواری تھے، جب آپ اس مکان کے ایک مقام سے نکلے تو آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے ـــــ تو عیسٰی علیہ السلام کو اس مکان کے ایک روزن میں سے نکال کر آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔ یہ روایت لکھ کر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ روایت صحیح ہے۔ اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔

④ اسی طرح روح المعانی جلد۱ صفحہ۵۹۵ میں علامہ آلوسیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے: فرفعه جبرائیل علیہ السلام من الکوة الی

السماء یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت جبرائیلؑ روزن سے نکال کر آسمان کی طرف اٹھا لے گئے۔

⑤ روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے: فرفعه منه الی السماء یعنی جبرائیلؑ آپؑ کو مکان میں لے جا کر اس کے روزن سے نکال کر آسمان کی طرف اٹھا لے گئے۔

⑥ تفسیر السراج المنیر میں نسائی و ابن مردویہ کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت منقول ہے: فاجتمعت الیهود علی قتله فاخبره الله بانه یرفعه الی السماء و یطهره من الیهود یعنی تمام یہودیوں نے آپؑ کو قتل کرنے پر اتفاق کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو خبر دی کہ وہ آپؑ کو آسمان کی طرف اٹھائے گا اور یہود کے شر سے آپؑ کو پاک فرمائے گا۔

⑦ اسی طرح سیدنا ابن عباسؓ سے ایسی روایات بھی مروی ہیں جن میں رفع اور نزول مسیح علیہ السلام سے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی موجود ہے۔ مثلاً:

آپؐ نے ارشاد فرمایا: ان الله رفعه بجسده و انه حی الآن و سیرجع الی الدنیا فیکون ملکا ثم یموت کما یموت الناس (الطبقات الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۶) کہ اس بات میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے جسدِ مبارک کے ساتھ ہی اٹھا لیا اور وہ اب بھی زندہ ہیں اور عنقریب وہ دنیا کی طرف واپس آئیں گے۔ پھر وہ بادشاہت کریں گے۔ اور پھر باقی لوگوں کی طرح انتقال فرمائیں گے۔

⑧ تفسیر در منثور ج ۷ صفحہ ۳۸۶ میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انه لعلم للساعة کی تفسیر میں فرمایا: خروج عیسی قبل یوم القیمة

⑨ اس کے علاوہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی ایک روایت یہ بھی ہے: لا تقوم الساعة حتی ینزل عیسیٰ ابن مریم علی ذروة افیق بیده حربة یقتل الدجال (کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۶۱۸) کہ جب تک حضرت عیسیٰ

ابن مریم علیہ السلام افیق پہاڑ کی چوٹی پر نہیں اتریں گے اس وقت تک قیامت نہ آئے گی۔ ان کے ہاتھ میں نیزہ ہوگا۔ جس سے وہ دجال کو قتل کریں گے۔

(۱۰) اسی طرح کنزالعمال جلد ۱۴ صفحہ ۶۱۹ و ۶۲۰ پر بھی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایتیں منقول ہیں۔ جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جبل افیق پر اترنا مذکور ہے۔

(۱۱) اسی طرح کنزالعمال جلد ۱۴ صفحہ ۲۶۶ و ۲۶۹ پر بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایتیں موجود ہیں۔ جن میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کی خبر موجود ہے۔

(۱۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایات سے واضح ہوتا ہے کہ متوفیك کے لفظ کا معنی ممیتك کرنے سے ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اسی دنیوی جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھالیا اور قرب قیامت میں وہ دوبارہ زمین پر نزول فرمائیں گے۔ جو یہاں حکومت کریں گے۔ اور دجال کو اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ انھیں موت دیں گے۔

(۱۳) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ میں ابن عساکر و اسحق بن بشر کے حوالہ سے منقول ہے: انی متوفیك و رافعك یعنی رافعك ثم متوفیك فی اٰخر الزمان یعنی اے عیسیٰ پہلے میں آپ کو اٹھا لے جاؤں گا پھر آخر زمانہ میں قرب قیامت کے وقت آپ کو وفات دوں گا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صحیح توجیہ

○ یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کی روشنی میں اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے: مُمِیْتُكَ فِیْ وَقْتِكَ بَعْدَ النُّزُوْلِ مِنَ السَّمَآءِ وَرَافِعُكَ الْاٰنَ (مدارک بر خازن جلد ۱ صفحہ ۲۳۴) کہ میں آپ کو اپنے وقت (قرب قیامت) میں آسمان سے اترنے کے بعد وفات دوں گا اور سردست میں آپ کو اٹھالیتا ہوں۔

○ اسی طرح حضرت علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی المعروف بہ مفسر خازن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس قول کا یہی مطلب بیان فرمایا ہے۔ و متوفیك

بعد انزالك الی الارض (تفسیر خازن جلد ا صفحہ ۲۳۴) کہ میں آپ کو زمین کی طرف اتارنے کے بعد وفات دوں گا۔

○ جلالین صفحہ ۵۰ و مجمع البحار جلد ۳ صفحہ ۴۵۴' تنویر المقیاس صفحہ ' رازی جلد ۲ صفحہ ۴۶۵' مدارک صفحہ ' خازن صفحہ وغیرہ مثلاً اتقان و ابن کثیر و معالم التنزیل و فتح القدیر۔ قتادہ' ضحاک' فراء' اور ایک جماعت بھی آیت میں تقدیم تاخیر کے قائل ہیں۔

رفع عیسیٰ کے متعلق امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ

○ اسی طرح حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی مطلب ہے۔ کیونکہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے "باب الانبیاء" میں "باب نزول عیسیٰ ابن مریم" کے عنوان سے روایات بیان کر کے بتلایا ہے کہ ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ (دیکھیے: بخاری جلد ۲ صفحہ ۴۹۰)

قولِ مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ کی حقیقت

○ البتہ حضرت علامہ محمد طاہر فتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مجمع البحار میں تحریر فرمایا ہے کہ: مالک نے کہا کہ مات عیسیٰ ---- لیکن اگر مالک سے مراد واقعی حضرت امام ابو عبداللہ مالک بن انس الاصبحی المدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ ہی ہیں پھر تو یہ بات صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بات خود حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مسلک کے موافقت نہیں رکھتی۔ اور مجمع البحار کے علاوہ اور کسی کتاب میں یہ بات نہیں ہے کہ حضرت امام مالک کا مسلک یہ تھا۔ اس لیے یا تو یہ کسی کی دسیسہ کاری ہے یا پھر مالک سے مراد حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ نہیں۔ بلکہ کوئی اور بدمذہب مالک ہے۔ لیکن علامہ فتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصریح نہیں فرمائی کہ وہ مالک کون ہے جس کا یہ قول ہے۔ تاہم یہ بات یقینی ہے کہ اس سے مراد حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تو ہرگز نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر اس سے مراد واقعی حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تو ان کا قول اس طرح چھپا ہوا نہ ہوتا کہ ان کے ہم عصر علماء سے بھی پوشیدہ

رہا اور ان کے شاگردوں سے بھی مخفی رہا اور اہل علم محدثین و مفسرین کو بھی اس کا علم نہ ہو سکا۔ لہٰذا یہ قول امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے ہی نہیں۔ کیونکہ:

امام مالک رحمہ اللہ کا نزول مسیح علیہ السلام کے متعلق عقیدہ

① امام دار الہجرۃ مدینہ طیبہ حضرت امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ عتبیہ کے حوالے سے شرح اکمال الاکمال جلد ۱ صفحہ ۲۲۶ میں منقول ہے: بینما الناس قیام یستمعون لاقامة الصلوة فتغشاھم غمامة فاذا نزل عیسیٰ علیہ السلام الخ لوگ کھڑے ہوئے نماز کیلیے اقامت سن رہے ہوں گے تو ان پر اچانک بادل چھا جائے گا اور حضرت عیسیٰ نزول فرمائیں گے۔

② نزول عیسیٰ کے بارے میں جس طرح حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا عقیدہ تمام امت کے موافق تھا اسی طرح دیگر ائمۂ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کا عقیدہ بھی یہی تھا۔ چنانچہ:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ

① امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خروج یاجوج وماجوج وطلوع الشمس من مغربها و نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء و سائر علامات یوم القیمة علیٰ ما وردت به الاخبار الصحیحة حق کائن۔ کہ یاجوج ماجوج کا نکلنا اور سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا اور حضرت عیسیٰ کا آسمان سے اترنا اور ان تمام علامات قیامت کا ظاہر ہونا برحق ہے جو احادیث صحیحہ میں وارد ہیں۔ (فقہ اکبر صفحہ ۱۶)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ

② امام احمد بن حنبل نے مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۳۱۸ و ۵۲۲ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر باسند ذکر فرمائی ہے: انه لعلم للساعة۔ کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ ابن مریم کا روز قیامت سے پہلے نکلنا ہے۔

③ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی مذہب ہے' ان کا مسلک وفات عیسیٰ کا ہوتا تو ضرور نقل ہوتا اور ان کے مقلدین بھی وفات عیسیٰ کا عقیدہ رکھتے' لیکن کوئی

مقلد شافعی وفاۃ عیسیٰ کا معتقد نہیں اور نہ ان کا عقیدہ وفاتِ عیسیٰ کا کسی نے نقل کیا تو یہ صاف دلیل ہے اس بات کی کہ امام شافعی کا عقیدہ بھی وہی ہے جو دیگر ائمہ مسلمین کا ہے۔

④ امام ابو جعفر محمد بن احمد بن سلامہ طحاویؒ نے اپنے رسالہ عقیدۂ طحاویہ ص ۶۹ میں لکھا ہے: ونؤمن بخروج الدجال ونزول عیسی ابن مریم علیهما السلام عن السماء وبخروج یاجوج وماجوج [الخ] اور دجال کے نکلنے اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول فرمانے اور یاجوج و ماجوج کے نکلنے پر ہم ایمان رکھتے ہیں۔

⑤ اور یہی عقیدہ حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاریؒ

⑥ اور حضرت امام ابو عبداللہ محمد بن الحسن الشیبانیؒ کا ہے جو دونوں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی شاگرد رشید ہیں۔ کیونکہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس رسالہ کے شروع میں لکھا ہے: هذا ذكر بيان عقيدة اهل السنة والجماعة على مذهب فقهاء الملة ابی حنيفة نعمان بن ثابت الكوفی وابی يوسف يعقوب بن ابراهيم الانصاری و ابی عبدالله محمد بن الحسن الشيبانی رحمهم الله تعالى.

⑦ اس رسالہ میں اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ ملّتِ اسلام کے فقہاء یعنی امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری اور ابو عبداللہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہم اللہ کے مذہب حق کے مطابق ذکر کیا جائے گا۔ اس سے صریح طور پر معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ تمام اہل السنۃ والجماعت کا ہے جس میں ان ائمۂ ثلاثہ (تین اماموں) کے سوا تمام کا ذکر اجمالی طور پر آگیا۔ مثلاً:

⑦ امام زفر ⑧ امام حسن بن زیاد

⑨ امام عبداللہ بن المبارک ⑩ امام سفیان ثوری

⑪ امام سفیان بن عیینہ
⑫ امام محمد بن مسلم بن شہاب زہری
⑬ امام وکیع
⑭ امام اوزاعی
⑮ امام نافع
⑯ امام عطاء بن ابی رباح
⑰ امام طاؤس
⑱ امام مسروق
⑲ امام قاسم بن محمد بن ابی بکر
⑳ امام ابوزید خارجہ بن زید بن ثابت
㉑ امام شقیق
㉒ امام اسود بن ہلال
㉓ امام یحییٰ بن یعمر
㉔ امام زید بن وہب
㉕ امام سعید بن جبیر
㉖ امام ابوعثمان نہدی
㉗ امام ابراہیم نخعی
㉘ امام حماد
㉙ امام عطاء بن یسار
㉚ امام قیس بن ابی حازم
㉛ امام موسیٰ بن نصیر
㉜ امام طلحۃ بن عبداللہ
㉝ امام عمر بن عبدالعزیز
㉞ امام ابوصالح سمان زکوان
㉟ امام عامر بن شراحیل
㊱ امام ابوبردہ

وغیرہ علماء اہل السنۃ والجماعت رحمہم اللہ تعالیٰ سب کا یہ عقیدہ تھا۔

○ اسی طرح فقیہ ابوالولید ابن رشد کا قول حضرت ابوعبداللہ الأبی نے شرح صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۶۵ میں نقل فرمایا ہے: ولا بد من نزول عیسٰی لتواتر الاحادیث فی ذٰلك۔ و فی العتبیة كان ابوهريرة رضی اللہ عنہ يلقى الفتى الشاب فيقول يا ابن اخى انك عسى ان تلقى عيسٰى ابن مريم علیہ السلام فاقرأه منى السلام تحقيقا لنزوله. یعنی متواتر احادیث کی رو سے حضرت عیسٰی کا نزول لازمی ہے۔ عتبیہ میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عیسٰی کے نزول کو تحقیقی وقطعی بتانے کے لیے کسی نوجوان کو ملتے تو کہتے: بھتیجے! ممکن ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے تمھاری ملاقات ہو تو انھیں میرا سلام پہنچا دینا۔

توفی کے حقیقی اور مجازی معنے

○ بہرحال اہل عرب کے نزدیک توفی کے چار معنے ہیں۔ اور موقع محل کے مطابق اس کے مناسب معنے مراد لیے جاتے ہیں۔ مثلاً:

① توفی کے حقیقی معنے تو ہیں "کسی چیز کا پورا پورا لے لینا"۔ اور یہ معنے حقیقی اور اصل موضوع لہ ہیں۔ اور واضع نے اسے اسی معنے کے لیے وضع کیا ہے۔ اور باقی تین معنے مجازی ہیں۔

② توفی کا اطلاق نیند پر بھی ہوتا ہے۔ یعنی سلانا۔ جیسکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ (الانعام۔ ۶: ۶۰) کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو تمہیں رات کے وقت سلاتا ہے۔ لیکن توفی کے یہ معنے مجازی ہیں۔

③ توفی کے معنے "رفع" کے بھی آتے ہیں۔ جیسکہ ابن جریر وغیرہ مفسرین نے کہا ہے۔ (دیکھیے: تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۳۱۵)

④ توفی کا لفظ "موت" کے معنے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ لیکن یہ معنیٰ بھی مجازی ہے۔

○ اس سے معلوم ہوا کہ توفی کے اصل لغوی اور حقیقی معنیٰ تو "پورا پورا لینا" ہیں۔ جبکہ نوم، رفع اور موت کے معنوں میں توفی کا اطلاق مجازی ہے۔ اور "رفع" گو کہ توفی کا مجازی معنیٰ ہے۔ تاہم یہ معنیٰ حقیقی معنیٰ کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ یعنی اگر توفی کا معنیٰ رفع کیا جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مع روح اور جسد کے پورا پورا زمین سے آسمان کی طرف اٹھالیا ہے۔ اس طرح حضرت ابن جریر وغیرہ مفسرین کا بیان کردہ یہ معنیٰ نہایت موزون و مناسب اور قرآن مجید کی دوسری آیات، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطے سے ہم تک پہنچنے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، صحابہ کرام کے فرامین اور اہل تفسیر، اہل عقائد، صوفیائے کرام اور اہل تحقیق علمائے حق کی تصریحات کے مطابق ہوں گے۔

- اور اگر قرآن و حدیث اور تمام امتِ محمدیہ ﷺ کے خلاف کوئی شخص توفی کا معنی موت کرتا ہے تو اس معنی کی رو سے پورا پورا لینا نہ پایا گیا' اور اس کا مطلب ہوگا کہ روح نکال کر تو آسمان پر پہنچادی گئی اور جسم بے روح یہیں زمین پر رہ گیا جو کہ واقعہ کے خلاف ہے' لہٰذا یہ معنی کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔
- اور جہاں کہیں توفی کا لفظ موت کے معنی میں استعمال ہوا بھی ہے تو وہ اس کے مجازی معنی ہیں۔ اور منطقیوں کی اصطلاح میں یہ مطابقی معنی نہیں ہے۔ بلکہ جزء معنی پر دلالت کرتا ہے کہ روح تو نکالی گئی لیکن جسم یہیں رہا۔
- یہاں یہ بات بھی خاص طور پر یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کہیں بھی موت کا لفظ استعمال نہیں کیا' جیسا کہ بعض دوسرے انبیاءِ کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بولا گیا ہے۔ مثلاً:
- حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ (۲: ۱۳۳) کہ پھر جب ہم نے حضرت یعقوب علیہ السلام پر موت کا حکم جاری فرمایا۔
- حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ (۳۴: ۱۴) کہ پھر جب ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر موت کا حکم جاری فرمایا۔
- حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور ان پر ایمان نہ لانے والے کافروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ (۳۹: ۳۰) کہ یارسول اللہ! اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آپ کو بھی ایک دن مرنا ہی ہے۔ لیکن اس میں بھی تو کوئی شک نہیں کہ ان منکرین کو بھی ایک دن مرنا ہے۔
- اہلِ اسلام میں سے کوئی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے قانونِ الٰہی سے مستثنیٰ نہیں سمجھتا۔ اس لیے طویل العمر ہونے کو دوامِ حیات سے تشبیہ دینا اور پھر اہلِ اسلام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دائم الحیات اور كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے قانونِ الٰہی سے مستثنیٰ ماننے کا الزام لگانا بہت بڑی زیادتی ہے۔

طویل العمر ہونے یا دوامِ حیات میں فرق

○ دراصل طویل العمر ہونے اور دوامِ حیات میں بہت بڑا فرق ہے۔ مثلاً: کوئی تو شیر خوارگی کے دوران ہی مر جاتا ہے۔ بعض لوگ جوانی میں اور بعض بوڑھے ہو کر مرتے ہیں۔ جبکہ بڑھاپے کی کوئی حد مقرر نہیں۔ بعض سو سال سے پہلے ہی موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں اور بعض اس سے زیادہ عمر پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حد مقرر تو کی ہے مگر اس پر کسی کو بھی مطلع نہیں فرمایا کہ تو اتنی مدت زندہ رہنے کے بعد مرے گا۔ یا کوئی شخص ایک خاص مدت تک زندہ رہے گا۔

○ حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طوالتِ عمری پر تو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شہادت دی ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کے سامنے نو سو پچاس سال تک تردیدِ شرک اور توحیدِ باری تعالیٰ کی تبلیغ فرمائی۔ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا (۲۹ : ۱۴) اور اس بات میں بھی شک کی کوئی گنجائش معلوم نہیں ہوتی کہ بوقتِ بعثت حضرت نوح علیہ السلام کی عمر تیس چالیس سال تو ضرور ہوگی اور پھر طوفان کے بعد بھی کچھ مدت آپؑ بقیدِ حیات رہے ہوں گے۔

○ مورخ محمد بن حبیب نے المحبر صفحہ ۲ و ۳ میں متعدد طویل العمر لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ اور اس بات سے انکار کرنا سراسر نادانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے لوگوں کو طویل عمریں عطا فرمائی ہیں' تو پھر اگر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک لمبی مدت تک زندہ رکھے تو اس سے دوامِ حیات مراد لے کر کل نفس ذائقۃ الموت کے غیر متبدل قانونِ الٰہی سے مستثنیٰ قرار دینا بھی سراسر حمق و نادانی ہے۔ ایسے کند ذہنوں اور پڑھے لکھے جاہلوں کے لیے جو طویل العمری کو دوامِ حیات سمجھتے ہیں' احادیث مبارکہ میں صراحت کے ساتھ آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد باقاعدہ حکومت کریں گے' وغیرہ۔ اور پھر دوسرے لوگوں کی طرح ان کو بھی موت کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ پھر ان کا جنازہ پڑھا جائے گا اور ان کا جسدِ خاکی مدینہ منورہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس

دفن کیا جائے گا۔ جیسا کہ بروایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ابوداؤد اور ابن جریر کے حوالے سے تفسیر جلد ۲ صفحہ ۹ میں مذکور ہے۔

○ امام شعرانی نے بھی یہ فرمانِ رسولؐ الطبقات الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۳۶ میں نقل فرمایا ہے۔

○ تفسیر ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۰۳ میں حضرت مفسر ابن زید کا فرمان منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی فوت نہیں ہوئے۔ حتیٰ کہ وہ آسمان سے اتر کر دجال کو قتل کریں گے اور پھر ان پر موت طاری ہوگی۔ ابن عساکرؒ نے تاریخ مدینہ دمشق صفحہ ۷ ۲ میں' اور حضرت امام بخاریؒ نے تاریخ کبیر قسم اول' جلد ا صفحہ ۲۶۳ میں بروایت حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اسی طرح لکھا ہے۔

○ اس کے علاوہ ہم گزشتہ اوراق میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی متعدد روایات و احادیث نبویؐ کے حوالہ جات تحریر کر چکے ہیں' اگر بنظرِ انابت ان محولہ عبارات کا مطالعہ کیا جائے تو اس سے منیب کو تسلی ہو جاتی ہے لیکن ضدی کا کوئی علاج نہیں۔

رفعِ عیسیٰ علیہ السلام کی حکمت اور واقعۂ صلیب

○ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء اور نزول علی الارض کے متعلق تمام اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ ملاحظہ فرمانے کے بعد اگر کسی شخص کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ آخر وہ کیا وجہ تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر ہی اٹھا لیا۔ تو اس کی وجہ یہ ہوئی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دعوت و تبلیغ کا کام شروع فرمایا اور معجزات کا اظہار ہوا تو علماءِ یہود جو طرح طرح سے خلافِ شریعت خباثتوں میں مبتلا تھے' انھوں نے اپنی دکانداری بند ہونے کے خوف سے اپنے معتقدین کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ اور یہودی علماء کے اندھے معتقدین نے اصل حقیقت کو سمجھے بغیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی اور بارہا انھیں پکڑنے اور مارنے پیٹنے کی کوشش کی۔ جیسا کہ یوحنا ۸ : ۵۹ اور ۱۰ : ۳۹ سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

○ پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان بدبخت یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف مقدمات دائر کرانے شروع کر دیے۔ جس کے نتیجے میں بالآخر انھیں گرفتار کرنے کا منصوبہ بنالیا گیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مہربانی سے انھیں کفار کے ہاتھوں رسوا ہونے سے بچانے کے لیے اس وقت زندہ ہی آسمان پر اٹھا لیا' جب وہ اپنے گھر میں بیٹھے تھے اور باہر انھیں گرفتار کرنے کے لیے لاتعداد شریر یہودی موجود تھے۔ اور جب یہودیوں نے کسی طرح مکان کھول لیا تو انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہاں موجود نہ پایا۔ جس پر انھیں بہت شرمندگی ہوئی۔ اور اپنی شرمندگی کو چھپانے کے لیے انھوں نے کسی اور بے گناہ کو پکڑ کر اس کی بڑی گت بنائی۔ اور اُسے کہا کہ کیا تو ہی یہودیوں کا بادشاہ بنا پھرتا ہے' جب وہ انکار کرتا تو ہنسی ٹھٹھا کرتے اور اُسے مارتے پیٹتے تھے' اور انھوں نے اس اجنبی کے منھ پر تھوکا اور طمانچے مارے اور اس کی آنکھیں بند کر کے اس سے پوچھتے کہ نبوت کے ذریعے بتا کہ تجھے کس نے مارا ہے۔

○ یاد رہے کہ یہ بات اب تقریباً دو ہزار سال پہلے کی ہے' اُس وقت مواصلات کا نظام ایسا نہیں تھا جیسا کہ اب ہے۔ اور سوائے چند لوگوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہچانتا بھی کوئی نہ تھا۔ لیکن حُسنِ اتفاق سے جب یہ ہنگامہ برپا تھا تو پورے مجمع میں صرف ایک آدمی ایسا تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہچانتا تھا' اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے مکان میں موجود نہ پائے گئے تو اس مکار شخص نے لوگوں کو کہا کہ وہ یہاں تو ہے نہیں چلو اسے دوسری جگہ تلاش کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا کہ جس شخص کو میں بوسہ دوں کا تم سمجھ لینا کہ یہی مسیح ہے اور اسے پکڑ لینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور جس شخص نے اس بے قصور اجنبی کو یسوع کے نام سے گرفتار کروایا تھا اس نے غالباً راز فاش ہو جانے اور اپنے قتل کیے جانے کے خوف سے خودکشی کر لی۔ (دیکھیے متی ۲۷ : ۵)

○ اور قوم کے بزرگوں نے اس فرضی یسوع کے خلاف مشورہ کیا کہ اسے مار ڈالیں، پھر اسے باندھ کر لے گئے اور پیلاطس حاکم کے حوالے کر دیا۔ پیلاطس نے اس کو بے گناہ پاکر لوگوں سے کہا کہ یہ تو بے قصور ہے۔ لیکن لوگوں نے اپنا مطالبہ جاری رکھا کہ اسے صلیب دو۔ پیلاطس نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے، کہاں کا رہنے والا ہے۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا تو پیلاطس کو اس پر تعجب ہوا۔ (متی ۲۶ : ۶۲۔۶۳، مرقس ۱۵ : ۲۔۵)

○ اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری پطرس سے پوچھا گیا کہ کیا تو اس شخص کا شاگرد ہے، تو اس نے اس اجنبی شخص پر لعنت کی اور قسم کھا کر کہا کہ میں اس کو بالکل نہیں جانتا۔ (متی ۲۶ : ۷۴)

○ حاکم نے لوگوں کے بھرپور مطالبہ پر مجبوراً لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اسے کوڑے لگوا کر چھوڑنا چاہا۔ لیکن لوگوں نے صلیب کا مطالبہ بدستور جاری رکھا، حاکم کے سپاہیوں نے اس دیہاتی فرضی یسوع کو قلعہ میں لے جا کر ساری پلٹن اس کے گرد جمع کی اور اس کے کپڑے اتار کر اسے ارغوانی چوغہ پہنایا اور کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا اور ایک سرکنڈا اس کے داہنے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ اور اس کے منہ پر تھوکتے رہے اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک ٹیک کے سجدہ کرتے رہے اور اسے ٹھٹھوں میں اڑاتے رہے کہ اے یہودیوں کے بادشاہ آداب۔ اور وہی سرکنڈہ لے کر اس کے سر پر مارتے۔

○ آخرکار انہوں نے اس فرضی یسوع کو صلیب پر چڑھا دیا، اور لوگ کھڑے دیکھتے رہے اور سردار بھی ٹھٹھے مار مار کر کہتے تھے کہ اس نے اوروں کو بچایا ہے، اب اپنے آپ کو بھی تو بچائے۔

○ یہ تمام قصہ موجودہ اناجیل اربعہ میں موجود ہے۔ حوالہ کے لیے دیکھیے : متی ۲۶ : ۵۱، ۶۷، ۶۸، ۲۷ : ۲، ۵، ۲۶، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۵۔ نیز دیکھیے : مرقس ۱۴ : ۶۵، ۱۵ : ۱۷۔۲۰، ۵ : ۲۔۵ نیز دیکھیے لوقا ۲۲ : ۱۶، ۲۳ ۲۳ : ۷ نیز دیکھیے :

یوحنا ۱۸: ۱۳ و ۲۲ و ۲۴، ۱۹: ۲-۳ و ۱۷-۱۸ و ۳۴-۳۵۔

○ بہرحال مذکورہ بالا قصہ معمولی اختلاف کے ساتھ اگر اسی طرح واقع ہوا ہو تو ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ اگر واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان بے ایمان اور مکار یہودیوں کے ہاتھ آجاتے تو ان کے ساتھ بھی یہ لوگ بالکل اسی طرح کا معاملہ کرتے جو اس بے چارے اجنبی کے ساتھ کیا۔ الامان والحفیظ۔

○ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسدہٖ و روحہٖ آسمانوں پر اٹھا کر ان ناپاک یہودیوں کے ہاتھوں رسوا ہونے سے محفوظ رکھا۔ کیونکہ وہ علیمٌ بذاتِ الصدور ہے۔

○ اور قرآن مجید میں ان تمام جھوٹے واقعات کی تردید موجود ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری، یہودیوں کے ہاتھوں ان کی رسوائی اور واقعہ صلیب سے متعلق نصاریٰ کی اپنی من گھڑت اناجیلِ اربعہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ چنانچہ:

○ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا میں اپنے آٹھ خصوصی انعامات یاد دلاتے ہوئے ایک انعام یہ بھی یاد دلائے گا: اِذْ كَفَفْتُ بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ (۵: ۱۱۰) کہ اے عیسیٰ ابن مریمؑ! وہ وقت بھی یاد کیجیے جب میں نے بنی اسرائیل کے ناپاک ہاتھوں کی گرفت سے آپ کے جسد اطہر کو محفوظ رکھا تھا۔ اور وہ آپؑ کو گرفتار کر کے صلیب پر چڑھا کر مارنے کی سر توڑ کوشش کے باوجود آپؑ کی دھول کو بھی نہ پہنچ سکے۔

○ اب غور کیجیے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح مبارک کو نکال کر آسمان پر لے جایا جاتا تو اس صورت میں آپؑ کا جسم اطہر تو زمین پر ہی رہتا۔ اور اس صورت میں دو طرح کا امکان تھا۔ ① اول تو یہ کہ آپؑ کا جسم مبارک یونہی زمین پر پڑا رہتا۔ جس میں ایک معظم و مکرم نبی کے جسدِ اطہر کی توہین تھی۔ اور: ② دوسرا امکان یہ تھا کہ بنی اسرائیل انھیں اپنے ناپاک ہاتھوں سے دفن کرتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ بھی گوارا نہ ہوا۔ اس لیے انھیں زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔

○ منکرینِ حیاتِ عیسیٰ کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۶۵ کی حدیث توفی بمعنے موت کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم و من بعدہم تمام امت کے اجماع سے معلوم ہوگیا کہ توفی ایک جنس ہے۔ جس کے ماتحت تین انواع ہیں : ① نیند ② موت ③ رفع آسمانی۔ چنانچہ :

① کبھی توفی کا مصداق نیند ہوتا ہے، جیسے : هُوَ الَّذِي يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ (۶:۶۰)

② کبھی توفی کا مصداق موت ہوتا ہے، جیسے : وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ (۲:۲۳۴)

③ اور کبھی توفی کا مصداق رفع ہوتا ہے، جیسے : فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ (۵:۱۱۷)

○ اور یہاں آیت : فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ میں "توفی" کا معنی "رفع الی السماء" ہے۔ جس پر پوری امتِ محمدیہ ﷺ کا اجماع ہے۔ اور خود قرآن مجید کی آیاتِ ذیل اس پر شاہد ہیں۔ مثلاً :

رفع عیسیٰ علیہ السلام پر قرآنی دلائل

① بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (۴:۱۵۸) ای الی السماء۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے آسمان کی طرف اٹھالیا۔ (کتاب الاشارہ صفحہ ۱۳۶)

② وَرَافِعُكَ اِلَيَّ (۳:۵۵) ای الی سمائی۔ یعنی میں انھیں اپنے آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں۔ (کتاب الاشارہ صفحہ ۱۳۸)

③ وَمَكَرَ اللّٰهُ (۳:۵۴) یعنی اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کی گرفت سے بچانے کے لیے خفیہ تدبیر فرمائی۔ یعنی آپؑ کو زندہ آسمان کی طرف اٹھالیا۔ (کشاف جلد ا صفحہ ۱۹۲، زاد المسیر جلد ا صفحہ ۶۲۳)

④ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا (۵:۱۱۰) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام گود میں بھی گفتگو کرتے تھے اور ادھیڑ عمر میں بھی لوگوں سے گفتگو کریں گے۔ (معالم التنزیل)

⑤ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا (۳:۴۶) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام گود میں بھی لوگوں سے باتیں کریں گے اور ادھیڑ عمر میں بھی آسمان سے اتر کر لوگوں سے باتیں کریں گے۔ (معالم التنزیل جلد ۳ صفحہ ۱۴۱ و ۱۴۲)

(٦) وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (۴۵:۳) آپؑ کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا اور فرشتوں کے ساتھ رہنا۔ (نیشاپوری برحاشیہ ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۱۹۹)

(٧) لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ (۱۷۲:۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر اپنے عبداللہ ہونے پر ناک بھوں نہیں چڑھائیں گے۔

(٥) یاد رہے کہ مضارع پر لَنْ آئے تو آنے والے زمانے میں فعل کی نفی ہوتی ہے۔ تو اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اس وقت کے بعد آئندہ زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس بات سے ہرگز عار محسوس نہیں کریں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں زمین پر تشریف لائیں گے اور قرآن مجید کی تلاوت کے دوران امت محمدیہ ﷺ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ (۵۹:۴۳) پڑھے گی۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو بس اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہی ہیں' تو یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عار محسوس نہ ہوگی۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں' اور آخر زمانہ میں زمین پر ان کا نزول ہونے والا ہے۔

(٥) بہرحال مذکورہ بالا قرائن کے پیش نظر یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس مقام پر توفی کے معنی رفع ہی ہیں۔ اور توفی کی جنس بول کر تمام قرآنی قرائن کو پس پشت ڈال کر صرف موت کے معنی مراد لینا اور اسی کو حقیقی معنی سمجھنا ایسا ہی ہے جیسے "جسم" بول کر تمام انواع کو پس پشت ڈال کر صرف درخت کے معنی مراد لینا اور اسی کو حقیقی معنی سمجھ لینا ہے۔ یا جیسے حیوان کا لفظ بول کر تمام انواع کو پس پشت ڈال کر صرف انسان کے معنی مراد لینا' اور اسی کو حقیقی معنی سمجھ لینا ہے۔ اور ایسا کام وہی شخص کر سکتا ہے جو عقل و فہم سے خالی اور پرلے درجے کا احمق ہو۔

(٥) صحیح بخاری سے حضرت علی بن ابی طلحہ کا مروی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جو قول نقل کیا جاتا ہے گزشتہ اوراق میں ہم اس کا جواب تحریر کر چکے ہیں کہ جب خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رفع و نزول عیسیٰ کے قائل ہیں تو پھر کسی مجروح

راوی کے بقول نقل کیے جانے والے اس قول کو اپنے استدلال میں پیش کرنا غلط ہے۔ دیکھیے: البحر المحیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۳ و طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۲۶ و تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۴۹۳ و تفسیر روح المعانی جلد ۱ صفحہ ۵۹۵ و جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ و کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۶۱۸ و ۶۱۹ و ۶۲۰ و ۲۶۶ و ۲۶۹ و تفسیر خازن و تفسیر مدارک برحاشیہ تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۲۳۴۔

○ اور ظاہر ہے کہ رئیس المفسرین سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اہلِ لسان اور رفیع عرب تھے اور قرآن مجید کا تفقہ ان میں بدرجۂ کمال پایا جاتا تھا۔ اگر "توفی" کے معنی موت ہی کے ہوتے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کبھی رفعِ عیسیٰ کے قائل نہ ہوتے۔ اب اس سے ان لوگوں کی غلط فہمی دور ہو جانی چاہیے جو توفی کے معنی موت ہی سمجھے ہوئے ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ضعیف اور غیر مرفوع قول کو اپنے دعویٰ کی تائید میں پیش کرکے عوام کو پوری امتِ محمدیہ ﷺ کے چودہ سو سالہ متفق علیہ اور مسلّمہ عقیدہ سے منحرف کرنے کی ناجائز کوشش کرتے ہیں، جو کہ آیاتِ قرآنی کے علاوہ احادیثِ صحیحہ مرفوعہ و متواترہ سے ثابت ہے۔

وفاتِ عیسیٰ پر مرزا قادیانی کے دلائل کا جواب

○ چودھویں صدی کے اوائل میں مرزا غلام احمد قادیانی نے خود کو "عیسیٰ ابن مریم" کہنا شروع کر دیا تھا۔ جبکہ اس سے پہلے اس نے رفع و نزولِ عیسیٰ کے مسلّمہ اسلامی عقیدہ سے انحراف اور وفاتِ عیسیٰ کا قول پیش کرکے ارتداد کا راستہ اختیار کیا۔ اور ہزاروں بدقسمت لوگ اس کے دامِ تزویر میں پھنس کر مرتد ہوگئے۔ کیونکہ اس نے اپنی مکاری و فریب کاری سے

قرآن مجید کی تیس آیاتِ مبارکہ میں معنوی تحریف کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ (نعوذ باللہ) حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر موت واقع ہو چکی ہے۔ سطورِ ذیل میں وہ آیات مع جواب تحریر کی جاتی ہیں۔

۱ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ (اٰلِ عِمْرٰن۔۳:۵۵)

- اس آیتِ مبارکہ میں پیدا ہونے والے شبہ کا تفصیلی جواب ہم گزشتہ اوراق میں تحریر کر چکے ہیں۔

۲ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (اَلنِّسَآء۔۴:۱۵۸)

- اس آیتِ مبارکہ میں موت کا کوئی لفظ نہیں ہے۔ جس سے مرزا قادیانی کا "مماتِ عیسیٰ" (حضرت عیسیٰؑ مر گئے) والا دعویٰ ثابت ہوتا ہو۔
- مرزا قادیانی اس آیت کا مطلب یہ بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو موت دینے کے بعد ان کا مقام بلند فرمایا۔ اور اس آیت کو اپنے دعویٰ کی دلیل بناتے ہوئے اس نے حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق آیت: وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (مَرْيَم۔۱۹:۵۶۔۵۷) میں معنوی تحریف کر کے اس کا سہارا لینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اس آیت کے معنے ہیں: "یا رسول اللہ! آپ ﷺ اس کتاب قرآن مجید میں مذکور حضرت ادریس علیہ السلام کا حال بھی بیان فرمائیے کہ وہ بڑے راستباز نبی تھے' اور ہم نے ان کا مرتبہ اور درجہ بلند کیا"۔
- یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ لفظ "نبی" کے معنے ہوتے ہیں: "مرتفع الشان" یعنی بلند مرتبہ ہستی۔ جیسا کہ اہلِ لغت فرماتے ہیں۔ مثلاً:
- حضرت ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا اللغویؒ نے مجمل اللغۃ م ۱۰۴ سنہ ۸۵۳ میں تحریر فرمایا ہے: والنبی من النبوۃ و النباوۃ وھی الارتفاع۔ یعنی نبی کا لفظ "نبوۃ" اور "نباوۃ" سے ماخوذ ہے' جس کے معنی بلند ہونے کے ہوتے ہیں۔
- حضرت محب الدین ابوالفیض سید محمد مرتضیٰ حسینی واسطی زبیدی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ

تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۳۵۴ میں تحریر فرماتے ہیں: نبأ ینبو نبوا کعلو (معنی وزنۃ) ..... النباوۃ ما ارتفع من الارض یعنی زمین کا بلند ہونا۔ ..... النبی من النباوۃ ای انہ شرف علی سائر الخلق۔ یعنی نبی کا لفظ "نباوۃ" سے ماخوذ ہے۔ یعنی "نبی" اس ذات کو کہا جاتا ہے جو تمام مخلوق میں سے اشرف و اعلیٰ اور بلند مرتبہ ہو۔

- نیز قرآن مجید میں لفظ نبی کا استعمال رفیع الشأن ہستی کے معنوں میں ہی ہوا ہے۔ جس کی جمع "الانبیاء" بروزن "افعلاء" آتی ہے۔ مثلاً:
- یَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ (۳ : ۱۱۲)
- وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ (۳ : ۱۸۱)
- قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِیَآءَ اللّٰهِ (۲ : ۹۱)
- وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ (۴ : ۱۵۵)
- اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ (۵ : ۲۰)
- نیز اَفعِلاء کے وزن پر اس صفت مشبہ کی جمع آتی ہے جو ناقص ہو، جیسے زکی کی جمع اَزکیاء اور غنی کی جمع اَغنیاء آتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے لیے جو لفظ "نبی" قرآن مجید میں آتا ہے اس کا مادہ "ن ب و" ہے جو ناقص واوی ہے۔ جس کے معنے ہیں رفیع الشان ہستی۔
- اور اگر نبی کا معنی خبر دینے والا کیے جائیں تو اس کا مادہ "ن ب ء" ہوگا۔ اور یہ مہموز اللام ہے، جبکہ مہموز اللام میں فعیل کی جمع اَفعلاء نہیں بلکہ فُعَلاء آتی ہے۔ مثلاً: بَرِیْءٌ کی جمع بُرَءٰٓءُ۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ (۸ : ۴۸) اور اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ (۶۰ : ۴)
- بہر حال حضرت ادریس علیہ السلام ایک نبی ہوئے ہیں جو کہ بلند مرتبہ اور راستباز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں نبوۃ عطا فرما کر بلند مرتبہ تک پہنچایا۔ اس طرح آپ اپنی دنیوی زندگی میں بھی اشرف و اعلیٰ تھے اور وفات کے بعد بھی اشرف و اعلیٰ ہیں۔

کیونکہ وفات کے بعد بھی نبوۃ کا مقام نبی سے سلب نہیں ہوتا۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے شانِ نبوۃ سے سرفراز فرمایا ہے۔

○ لیکن اگر آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کو اس کے سیاق کی روشنی میں دیکھا جائے تو صاف واضح ہوتا ہے کہ یہاں رفعتِ شان مراد نہیں۔ بلکہ بجسدہٖ و روحہٖ رفع الی السماء مراد ہے۔ کیونکہ:

○ اس آیتِ مبارکہ میں تو اس وقت کا ذکر ہو رہا ہے جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی دعوتِ توحید اور فرائض نبوت ادا کرنے کی پاداش میں ناحق قتل یا صلیب پر چڑھا کر مارنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اور پھر اہلِ کتاب یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ خود ہم نے یعنی ہمارے بڑوں نے انھیں قتل کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس بے بنیاد دعوے کی تردید میں فرمایا کہ تم انھیں قتل کر ہی نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ انھیں تو میں نے اپنی طرف آسمانوں پر اٹھا لیا تھا' انھیں تو تمھارے ناپاک ہاتھ چھو بھی نہ سکے۔

○ اور اس آیت میں کوئی قرینہ بھی تو ایسا نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے ہم رفع کا معنی موت کریں' اور نہ ہی حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق آیت: وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا میں کوئی قرینہ ہے' جس کی وجہ سے اس کا معنے موت کیا جائے۔ کیونکہ اگر کسی مجسم شے کے متعلق رفع کا لفظ بولیں اور کوئی قرینہ بھی نہ ہو تو اس کے حقیقی معنی ہی مراد ہوتے ہیں "یعنی اپنی جگہ سے اونچا کرنا اور اٹھانا جو وضع یعنی "رکھنے" کے برعکس ہوتا ہے۔ جیسے:

○ ارفع ثوبك کہ اپنا کپڑا اٹھالے۔ یا جیسے قرآن مجید میں آیا ہے:

○ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ (۲: ۶۳) کہ ہم نے تم پر طور اٹھایا۔ اور جہاں قرینہ ہو وہاں اس کے موافق ہی معنے کیے جاتے ہیں' جیسے:

○ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ (۶: ۱۶۵) کہ ہم نے درجات کے اعتبار سے تم میں سے بعض کو بعض پر فوقیت عطا فرمائی ہے۔ اسی طرح:

○ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (۹۴ : ۴) کہ ہم نے آپؐ کی خاطر آپؐ کے ذکر کو بلند کیا۔ اور یہاں قرینہ مقامیہ کے لحاظ سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر کا ہر جگہ پھیل جانا مراد ہے۔ اسی طرح:

○ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا (۱۹ : ۵۷) کہ ہم نے آپؑ کو نبوت دے کر آپؑ کا مقام و مرتبہ بلند کیا۔ اس آیت کریمہ میں مَكَانًا عَلِيًّا کے الفاظ رفع کا معنی بلندیٔ مرتبہ لینے کا قرینہ موجود ہیں۔ لیکن:

○ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (۴ : ۱۵۸) میں مجازی معنی لینے کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔ اس لیے اس کا حقیقی معنی ہی یہاں متعین ہے۔

○ اب بھی اگر کوئی شخص بضد ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو مع روح و جسد کے آسمان پر اٹھالے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراجِ جسمانی کا بھی منکر ہے اور قدرتِ الٰہی کا بھی منکر ہے۔

○ نیز مرزا قادیانی کے بقول اگر اس آیتِ کریمہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رفعتِ شان ہی مراد ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نصاریٰ کے من گھڑت واقعۂ صلیب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرتفع الشان نبی نہیں تھے۔

○ اور اگر اب مرزا قادیانی کے پیروکار یہ کہیں کہ وہ اس واقعہ سے پہلے بھی نبی تھے، جس کا مقام تمام مخلوق سے اشرف و اعلیٰ ہوتا ہے تو پھر اس سے آگے صرف مقامِ الوہیت ہی باقی رہ جاتا ہے۔ اس طرح ایک نبی کی شان و مرتبے میں اضافے کا مطلب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مقامِ الوہیت پر متمکن کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا، جو صریحاً کفر ہے۔

۳ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي (۵ : ۱۱۷)

○ اس آیتِ کریمہ میں معنوی تحریف کرتے ہوئے اپنے خود ساختہ مفہوم کی رو سے مرزا قادیانی نے جو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے گزشتہ اوراق میں اس کا تفصیلی جواب لکھا جا چکا ہے۔

کلیات ابوالبقاء کی عبارت۔ ایک دلیل یا دھوکا

○ اس ضمن میں ایک بات یہ بھی یاد رکھیں کہ بعض لوگ کلیات ابوالبقاء صفحہ ۱۲۹ کی یہ عبارت دکھا کر دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں: التوفی الاماتة و قبض الروح کہ توفی کے معنے مارنا اور روح کا قبض کرنا ہے۔ لیکن کلیات ابوالبقاء کی اس مقطوع اور ادھوری عبارت کو اپنی دلیل میں پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی بے نماز کا لا تقربوا الصلوۃ کو اپنی دلیل میں پیش کرنا۔ اور اس کے بعد کی عبارت کو اس لیے چھپایا جاتا ہے کہ وہ ان کے موت پڑتی ہے۔ جبکہ کلیات ابوالبقاء کی پوری عبارت اس طرح ہے:

التوفی الاماتة و قبض الروح و علیه استعمال العامة او الاستیفاء و اخذ الحق و علیه استعمال البلغاء۔ (کلیات ابوالبقاء صفحہ ۱۲۹)

یعنی توفی کے معنی ہیں مارنا اور روح قبض کرنا اور عام لوگ اسی معنے میں اس لفظ کا استعمال کرتے ہیں اور توفی کے دوسرے معنے ہیں اِستیفاء و اخذِ حق یعنی کسی چیز کا پورا پورا لے لینا اور بلغاء اس لفظ کا استعمال انہی معنوں میں کرتے ہیں۔ جیسے عرب کے محاورات سے معلوم ہوتا ہے۔ جس کی مثالیں ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

○ اور چونکہ قرآن مجید فصاحت و بلاغت کی آخری اور انتہائی حد کو پہنچا ہوا ہے اس لیے یہاں اس کا یہی حقیقی اور صحیح و فصیح و بلیغ معنی ہی مراد ہے۔ یعنی بجسدہٖ درُوحہٖ پورا پورا وصول کر لینا۔ اور اس سے مراد صرف قبضِ روح نہیں۔ جس میں صرف روح لی جاتی ہے اور جسم یہیں زمین پر رہنے دیا جاتا ہے۔ اور جہاں توفی کا لفظ موت کے معنوں میں آیا ہے تو وہ مجاز ہے یا حقیقتِ قاصرہ۔

۴ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ (۴ : ۱۵۹)

○ اس آیتِ مبارکہ میں بھی کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ حضرت عیسیٰؑ پر موت واقع ہو چکی ہے۔ دراصل قرآن مجید میں اس مقام پر آیت ۱۵۳ سے ۱۶۲ تک یہودیوں کی خباثتوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ عقائد میں کس کس قسم کی

خباثتیں کرتے ہیں۔ اور پھر ان کا جواب دیا گیا۔ اس ضمن میں خباثت ۱۲ کا ذکر آیت ۱۵۷ سے ۱۵۹ تک کیا گیا۔ مثلاً :

خباثتِ یہود ۱۲

قرآن وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ ۚ

ترجمہ اور یہودی لوگ فخریہ طور پر کہتے ہیں کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا جو خود کو اللہ تعالیٰ کا رسول کہتا تھا۔

ادخالِ الٰہی' یہودیوں کے دعوے کی تردید

قرآن وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ

ترجمہ حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ واللہ! یہودیوں نے نہ تو حضرت عیسیٰؑ کو قتل کیا اور نہ ہی انھیں سولی پر چڑھایا۔ بلکہ ان یہود و نصاریٰ پر اس واقعہ کی اصل حقیقت مشتبہ کر دی گئی۔ اور یہ جو یہود و نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں تاریخوں اور روایات کے حوالے سے مختلف قسم کی باتیں کرتے رہتے ہیں' وہ دراصل اس واقعہ کے بارے میں سینکڑوں سال سے خواہ مخواہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور اس قسم کی مختلف الانواع باتیں کرنے والوں میں سے کسی ایک کے پاس بھی اس واقعہ کے بارے میں کوئی صحیح اور مدلل علم نہیں ہے۔ اور یہ لوگ تو محض خیالی گھوڑے دوڑاتے ہوئے صرف گمان' اندازہ اور اٹکل پچو سے باتیں کرتے ہیں۔ اور جو قصے ان کے یہاں مشہور چلے آ رہے ہیں یہ لوگ انہی کو سچ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے حضرت عیسیٰؑ کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے علاوہ سب باتیں غلط ہیں۔

اصل واقعہ

قرآن وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ﴿١٥٧﴾

ترجمہ اور میں (اللہ تعالیٰ) کہتا ہوں کہ ان لوگوں میں سے کسی نے صلیب پر

چڑھا کر یا کسی دوسرے طریقے سے یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔

قرآن: بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۱۵۸﴾

ترجمہ: بلکہ ان کو تو اللہ تعالیٰ نے صحیح سلامت اسی دنیوی، عنصری جسد اطہر کے ساتھ اپنی طرف یعنی آسمانوں پر اٹھالیا۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا کرنے سے عاجز نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑی طاقت والا غالب علیٰ کل غالب ہے۔ اور کسی مظلوم کو ظالم کے پنجے سے بچانے کی سب تدبیریں جانتا ہے۔

○ یعنی جس کو یہودی لوگ قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اس کو تو اللہ تعالیٰ نے اٹھا لیا۔ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا۔ اللہ زبردست غالب اور حکمتوں والا ہے۔ اس کا ہر کام محکم و پُر از حکمت ہے۔

فائدہ: اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ قرآن مجید، بائبل وغیرہ کی غلطیوں کی اصلاح اور صحیح باتوں کی تصدیق کرتا ہے۔ لہٰذا بائبل میں جو لکھا ہے:

انجیل: وَ لَمَّا مَضَوْا بِهٖ اِلَى الْمَوْضِعِ الَّذِیْ یُدْعٰى جُمْجُمَةً صَلَبُوْهُ هُنَاكَ مَعَ الْمُذْنِبَیْنِ وَاحِدًا عَنْ یَمِیْنِهٖ وَالْاٰخَرَ عَنْ یَسَارِهٖ (لوقا۔ ۲۳: ۳۳)

ترجمہ: جب وہ اس مقام پر پہنچے جسے کھوپڑی کہتے ہیں تو وہاں اسے صلیب دی۔ اور ان بدکاروں کو بھی، ایک کو دائیں اور ایک کو بائیں۔

○ قرآن مجید نے اس غلط نظریہ کی صراحۃً اور صاف صاف تردید فرمادی: وَ مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ۔ لیکن بائبل میں یہ عبارت بھی موجود ہے:

انجیل: وَاَخْرَجَهُمْ خَارِجًا اِلٰى بَیْتِ عَنْیَا وَرَفَعَ یَدَیْهِ وَبَارَكَهُمْ۔ وَفِیْمَا هُوَ یُبَارِكُهُمْ اَنْفَرَدَ عَنْهُمْ وَاُصْعِدَ اِلَى السَّمَاءِ فَسَجَدُوْا لَهٗ وَرَجَعُوْا اِلٰى اُوْرُشَلِیْمَ بِفَرَحٍ عَظِیْمٍ۔ وَكَانُوْا كُلَّ حِیْنٍ فِی الْهَیْكَلِ یُسَبِّحُوْنَ وَ یُبَارِكُوْنَ اللّٰهَ۔

ترجمہ: تب وہ ان کو باہر بیت عنیا کی طرف لے گیا اور اپنے ہاتھ اٹھا کر ان کو برکت (کی دعاء) دی اور ایسا ہوا کہ جب وہ ان کو برکت (کی دعاء) دے

رہا تھا' تو ان سے جدا ہو گیا۔ اور آسمان پر اٹھایا گیا۔ اور وہ اسے سجدہ کر کے بڑی خوشی سے یروشلم کو واپس چلے گئے اور بلاناغہ ہیکل میں خدا کی حمد کرتے رہے۔ اور اللہ تعالٰی سے برکتیں مانگتے رہے۔ (لوقا۔ ۲۴ : ۵۰۔ ۵۳)

○ مگر قرآن مجید نے اس عقیدہ کی تردید نہیں فرمائی' بلکہ بجائے تردید کے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ فرما کر اس نظریہ پر مہر تصدیق ثبت فرما دی' اور کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہ چھوڑی۔ اگر حضرت عیسٰیؑ فوت ہو چکے ہوتے تو بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کی بجائے عبارت کچھ اس طرح ہوتی : بَلْ اَمَاتَهُ اللّٰهُ۔ یا ایسے ہوتی : بَلْ مَاتَ بَعْدَ مَا هَاجَرَ اِلٰى كَشْمِيْرَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ بلکہ اللہ تعالٰی نے تو اس طرح فرمایا ہے : بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ اور اس کے بعد اللہ تعالٰی نے فرمایا :

قرآن وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝ (۱۵۹)

ترجمہ اور حضرت عیسٰیؑ کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بارے میں جو حقیقی واقعہ آیاتِ بالا میں بیان کیا گیا ہے اس میں کسی قسم کے شک و شبہ اور تردد کی گنجائش نہیں ہے۔ اور یہ اہل کتاب جو ضد کی وجہ سے اس حقیقت کا انکار کرتے ہیں' جب قیامت کے قریب حضرت عیسٰیؑ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو ضرور ان کے مرنے سے پہلے پہلے سب کے سب ان پر مسلمانوں کی طرح ایمان لائیں گے۔ اور قیامت کے دن حضرت عیسٰیؑ ان پر گواہ ہوں گے۔

○ اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیتِ مبارکہ حضرت عیسٰیؑ کے فوت ہو جانے کی دلیل نہیں بن سکتی۔ بلکہ حیاتِ مسیحؑ کی دلیل ہے۔ کیونکہ :

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

○ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ نزولِ عیسٰیؑ کے بعد تمام ادیان مٹ جائیں گے۔ صرف دینِ اسلام دنیا پر باقی رہ جائے گا۔ یہ حدیث نبوی بیان

کرنے کے بعد اس حدیث کے راوی صحابیٔ رسولؐ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چاہو تو اس آیتِ کریمہ کی تلاوت کر کے دیکھ لو۔ پھر آپؓ نے اس آیت کریمہ کی تین بار تلاوت کی: وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ (صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۸۷)

○ اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمانِ عالی شان سن کر اس آیتِ کریمہ کا یہی مطلب سمجھا کہ قبل موتہ سے مراد قبل موت عیسیٰ ہے۔ اور یہ آیتِ کریمہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ اٹھائے گئے اور قربِ قیامت میں دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ اور اس آیت میں یہی بتایا گیا ہے کہ جب وہ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو کوئی اہلِ کتاب یعنی یہودی یا عیسائی ان پر ایمان لائے بغیر نہ رہے گا۔ اور سب کے سب مسلمان ہو جائیں گے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

○ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یوشك ان ینزل فیكم ابن مریم حكماً عدلاً یقتل الدجال۔۔۔۔ واقرأوا ان شئتم وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ موت عیسی ابن مریم۔ اس بات کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے تین بار دہرایا۔

○ یعنی اس آیت میں بِہٖ اور مَوْتِہٖ کی ضمیروں کو حضرت عیسیٰ کی راجع کرنے کی تائید اس حدیثِ نبوی سے ہوگئی جو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور یہی ان کا مذہب تھا۔ اور اس کی مخالفت کسی صحابیؓ نے نہیں کی۔ بلکہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کی مؤید احادیث مروی ہیں۔ اور مفسرین و محدثین اور شارحینِ حدیث نے اس کی وضاحت بھی کی ہے۔ چنانچہ:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا فرمان

(۱) حضرت حسن بصریؒ سے ایک آدمی نے دریافت کیا کہ: وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ

الکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ کا مطلب کیا ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا:
قبل موت عیسٰی وان اللہ رفع الیہ عیسٰی وھو باعثہ قبل یوم القیمۃ مقاماً یؤمن بہ البر والفاجر۔ کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہ رہے گا جو حضرت عیسٰیؑ کی وفات سے پہلے آپؑ پر ایمان نہ لائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اپنی طرف (آسمان پر) اٹھالیا۔ اور پھر قیامت سے پہلے حضرت عیسٰیؑ کو بھیجے گا۔ جن پر نیک اور بد سب ایمان لائیں گے۔ (درمنثور جلد ۲ صفحہ ۷۳۵)

○ نیز درمنثور جلد ۲ صفحہ ۷۳۵ میں ہے کہ آپؓ نے اس آیت مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: قبل موتہ قبل موت عیسٰی واللہ انہ الآن حی عند اللہ ولکن اذا نزل آمنوا بہ اجمعون۔ یعنی قبل موتہ کا مطلب: قبل موت عیسٰی ہے۔ اور پھر قسم کھا کر فرمایا: واللہ! حضرت عیسٰیؑ اس وقت اللہ تعالیٰ کے یہاں زندہ ہیں۔ لیکن جب (آسمان سے) اتریں گے تو سب یہود و نصاریٰ آپؑ پر ایمان لے آئیں گے۔

○ نیز آپؓ نے متوفیک کے معنے کیے ہیں: متوفیک من الارض یعنی میں تجھے اپنے قبضہ میں رکھ کر زمین سے اٹھالوں گا۔ یہ معنی نحوی اصلاح میں تضمین کے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ یہود جو آپؑ کو گرفتار کرنے کی تجویزیں سوچ رہے ہیں میں آپؑ کو ان کے قبضے میں نہ آنے دوں گا۔ جو میرے قبضے میں ہو دوسرا اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ (تفسیر قرطبی جلد ۴ صفحہ ۱۰۰ و ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۰۲ درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ و ۷۳۲ و تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۱۵۱ و جلد ۱ صفحہ ۳۶۶ طبع مصر و بحر محیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۳ و جلد ۸ صفحہ ۲۵)

حضرت محمد ابن حنفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ

(۲) نیز درمنثور جلد ۲ صفحہ ۷۳۴ میں بحوالہ عبداللہ بن حمید و ابن منذر حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر اس طرح منقول ہے:

ان عیسی لم یمت و انه رفع الی السماء و هو نازل قبل ان تقوم الساعة فلا یبقی یهودی ولا نصرانی الا اٰمن به یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام نہیں مرے اور وہ زندہ اٹھائے گئے آسمان کی طرف اور وہی اتریں گے قیامت سے پہلے۔ پھر کوئی یہودی اور نصرانی ان پر ایمان لائے بغیر باقی نہ رہے گا۔

حضرت ابن زید رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ

③ نیز حضرت ابن زید رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کی تفسیر میں فرمایا: اذا نزل عیسٰی فقتل الدجال لم یبق یهودی فی الارض الا اٰمن به فذلك حین لا ینفعهم الایمان۔

(در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۴۲)

حضرت غزوان ابو مالک غفاری کا عقیدہ

④ حضرت غزوان ابو مالک غفاریؒ نے وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کے تحت فرمایا: عند نزول عیسی بن مریم لا یبقی احد من اهل الکتاب الا اٰمن به گر حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نازل ہونے کے وقت اہل کتاب میں سے کوئی ایک بھی ان پر ایمان لائے بغیر نہ رہے گا۔

(ابن جریر جلد ۶ صفحہ ۱۴ و در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۴۲)

محدثین شارحین کے فرامین

امام نوویؒ کا فرمان

① حضرت امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نوویؒ متوفی ۶۷۶ھ نے صحیح مسلم صفحہ ۸۷ باب نزول عیسی ابن مریم علیہ السلام حاکما بشریعة نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ...... میں ثم یقول ابو هریرة رضی اللہ عنہ اقرؤا ان شئتم وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ...... کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: ثم یقول ابو هریرة اقرؤا ان شئتم وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ فقیه دلالة ظاهرة علی ان مذهب ابی هریرة رضی اللہ عنہ فی الاٰیة ان الضمیر فی

موته یعود علی عیسٰی علیہ السلام ومعناها وما من اهل الکتاب احد یکون فی زمن نزول عیسٰی علیہ السلام الا أمن بعیسٰی و علم انه عبدالله وابن امته۔ یعنی یہ حدیث بیان کر کے پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ چاہو تو (اس روایت کی تائید میں قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ) پڑھو: وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔ پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس بات میں ظاہر دلالۃ اسی بات پر ہے کہ خود سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مذہب بھی یہی تھا کہ اس آیت میں -موتہ کی ضمیر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے نزول من السماء کے بعد تمام اہل کتاب عیسٰی پر ایمان لائیں گے اور یقین کرلیں گے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بندی کے بیٹے ہیں۔

○ نیز آپؒ نے شرح صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۰۳ میں فرمایا: فیبعث الله عیسٰی ابن مریم ای بدله من السماء حاکما بشریعتنا یعنی حضرت عیسٰی کو اللہ تعالیٰ مبعوث فرمائے گا یعنی ان کو آسمان سے بدل کر ہماری شریعت کا حاکم اور امام بنائے گا۔

میر سید سند کا فرمان

(۴) نیز حضرت میر سید سند رحمہ اللہ تعالیٰ نے مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۷۹ کے ح۔ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اسی روایت کے تحت تشریح کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے: قوله وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ استشهد بالأية علی نزول عیسٰی علیہ السلام فی أخر الزمان مصداقا للحدیث والمعنی لیؤمنن بعیسٰی علیه السلام قبل موت عیسٰی علیہ السلام وهو زمان نزوله فیکون الملة واحدة وهی ملة الاسلام کہ اس آیت کریمہ: وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ سے امام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث پاک کے مصداق میں قبل از قیامت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے (آسمان سے) اتر آنے پر بطورِ استشہاد دلیل پکڑی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے۔ اور وہ ان کے ایمان لانے کا وقت وہ وقت ہوگا جب آپؑ آسمان سے زمین پر اتر آئیں گے۔ تب دنیا پر صرف ایک ہی دین ہوگا "یعنی دینِ اسلام۔ دنیا پر اس وقت باطل مذہبوں میں سے کوئی ایک مذہب بھی باقی نہ رہے گا۔ اس وقت مذہب اسلام آخری سنبھالا لے گا۔ پھر آپؑ کی وفات کے بعد حالات میں دوبارہ تغیر و تبدل شروع ہوجائے گا۔ حتی کہ وہ وقت آجائے گا کہ تمام روئے زمین پر کوئی ایک بھی اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا نہ رہے گا سب شرار الخلق ہوجائیں گے تب قیامت قائم ہوجائے گی۔

علامہ عینیؒ کا فرمان

③ حضرت علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ان عیسٰی دعا اللہ لما رأی صفۃ محمد ﷺ و امتہ ان یجعلہ منہم فاستجاب اللہ دعاءہ و ابقاہ حتی ینزل فی آخر الزمان ویجدد امر الاسلام حضرت عیسیٰؑ نے جب صفۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی امت کی صفت کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے بنائے' تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاء قبول فرمائی اور ان کو باقی رکھا حتی کہ آخر زمانہ میں ان کو اتارے گا اور اتر کر دینِ اسلام کی تجدید فرمائیں گے۔ (عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۴۵۳)

④ نیز عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۳۲۷ میں ہے: الصحیح ان عیسٰی رفع وھو حی یعنی صحیح یہی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہونے کی حالت میں اٹھالیے گئے۔

⑤ نیز عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۷۳ میں فرمایا: ان عیسٰی یقتل الدجال بعد ان ینزل من السماء کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نزول فرمانے کے بعد دجال کو قتل کریں گے۔

علامہ قسطلانیؒ کا فرمان

⑤ حضرت علامہ قسطلانیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: فلما توفیتنی ای بالرفع الی السماء (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جلد ۷ صفحہ ۱۱۳)

○ نیز جلد ۵ صفحہ ۴۱۹ میں فرمایا: ینزل عیسیٰؑ من السماء الی الارض

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کا فرمان

⑥ حضرت علامہ شیخ شہاب الدین الحافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے تلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۳۱۹ میں فرمایا: واما رفع عیسیٰؑ فاتفق اصحاب الاخبار والتفسیر علی انہ رفع ببدنہ حیا یعنی اہل احادیث و اہل تفسیر کا اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ اسی بدن (عنصری) کے ساتھ اٹھائے گئے۔

علامہ خلیل الرحمٰن سہارنپوریؒ کا فرمان

⑦ علامہ خلیل الرحمٰن سہارنپوریؒ نے قصص الکاملین صفحہ ۴۳ میں فرمایا کہ عیسیٰ قریب قیامت کے آسمان سے نزول فرما کرامت حبیب خدا میں داخل ہوں گے۔

علامہ زبیدی شافعیؒ کا فرمان

⑧ حضرت علامہ عبدالرحمٰن بن علی الربیع الشیبانی زبیدیؒ شافعی نے تیسیر الوصول الی جامع الاصول طبع مصر صفحہ ۲۱۷ کتاب القیامت فصل چار میں تحریر فرمایا: اخرج مسلم عن جابر عن النبی ﷺ قال فینزل عیسی ابن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان مذکورہ واقعات کے بعد حضرت عیسیٰؑ ابن مریمؑ اتریں گے۔ پھر مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا آئیے ہمیں نماز پڑھائیے۔

علامہ برزنجیؒ کا فرمان

⑨ محمد بن عبدالرسول برزنجی ثم المدنیؒ الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ صفحہ ۲۴۷ و ۲۴۸ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا اثر نقل کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کے بعد حبشی خروج کریں گے' تو حضرت عیسیٰؑ ایک پلٹن فوج

کی ان کی طرف روانہ کریں گے' جو ان کو شکست دے کر آئے گی۔

مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کا فرمان

⑩ مولانا احمد علی سہانپوریؒ نے صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۶۵ کتاب التفسیر کے حاشیہ میں لکھا ہے: فلما توفیتنی بالرفع الی السماء۔

○ نیز آپؒ نے صفحہ ۱۴۰ میں تحریر فرمایا: لا شك ان عیسٰی فی السماء وھو حی یعنی اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان میں ہیں اور وہ زندہ ہیں۔

○ نیز صفحہ ۱۰۵۵ کے میں تحریر فرمایا: ان عیسٰی یقتل الدجال بعد ان ینزل من السماء فیحکم بالشریعة المحمدیة کہ حضرت عیسٰیؑ آسمان سے نازل ہونے کے بعد دجال کو قتل کریں گے اور شریعت محمدیہ کے مطابق فیصلے فرمائیں گے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا فرمان

⑪ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۳۵ میں فرمایا: ان عیسی یقتل الدجال بعد ان ینزل من السماء فیحکم بالشریعة المحمدیة کہ حضرت عیسٰیؑ آسمان سے اتر کر دجال کو قتل کریں گے۔ پھر شریعت محمدیہ ﷺ کے موافق فیصلے فرمایا کریں گے۔

مولانا عبدالحیؒ لکھنویؒ کا فرمان

⑫ حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب زجر الناس صفحہ ۸۵ میں تحریر فرمایا: یاتی عیسی ابن مریم فی اٰخر الزمان علی شریعة محمد ﷺ وھو نبی یعنی حضرت عیسٰیؑ آخر زمانہ میں آئیں گے اور شریعت محمدیہ ﷺ پر کاربند ہوں گے اور وہ بدستور نبی بھی رہیں گے۔

علماء متقدمین مفسرین کے فرامین

① حضرت مفسر ابن جریجؒ فرماتے ہیں: فرفعه ایاہ الیه توفیه ایاہ کہ

اللہ تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھا لینا ہی توفی ہے۔ (بحر محیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۳ و معالم التنزیل جلد ۳ صفحہ ۱۵۰ و ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۰۳)

(۳) حضرت ابن زید فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک نہیں مرے۔ دجال کو قتل کر کے مریں گے۔ (ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۰۳)

(۵) نیز آپؐ نے فرمایا: اذا نزل عیسیٰ علیہ السلام لقتل الدجال لم یبق یهودی ولا نصرانی الا آمن باللہ کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کرنے کے لیے اتریں گے تو تمام یہودی اور نصرانی مومن ہو جائیں گے۔ (بحر محیط جلد ۳ صفحہ ۳۹۳ و تفسیر قرطبی جلد ۴ صفحہ ۱۰۰)

(۳) حضرت ابن سیرینؒ کا اثر مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۵ صفحہ ۱۹۸ میں منقول ہے۔ کہ حضرت امام مہدیؒ اس امت میں سے ہوں گے۔ اور وہی امامت کرائیں گے عیسیٰ ابن مریم کی۔

(۳) حضرت ابن عطیہ غرناطی اندلسیؒ کا قول مفسر ابو حیان اندلسیؒ نے تفسیر بحر محیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۳ میں نقل فرمایا ہے: اجمعت الامة علی ما تضمنت الاحادیث المتواترة من ان عیسیٰ علیہ السلام فی السماء حی وانه ینزل فی آخر الزمان فیقتل الخنزیر و تظهر به ملة محمد ﷺ و یحج البیت و یعتمر۔ کہ تمام امت کا اس عقیدہ پر اجماع ہے جو متواتر احادیث کے ضمن میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان میں زندہ ہیں اور آخر زمانہ میں وہ نزول فرمائیں گے، پھر خنزیر کو قتل کرنے کا حکم دیں گے ...... اور آپؑ کے آنے پر ملت محمد ﷺ کا غلبہ ہوگا اور آپؑ حج بیت اللہ اور عمرہ بھی کریں گے۔

(۵) حضرت ابوالعالیہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کا نشان ہے۔ (ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۱۳۲)

(۶) حضرت ابو عبد ربہ عبد الجبار بن عبید اللہ کا اثر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۲۶۹ میں بحوالہ ابن عساکر منقول ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو اٹھا لیا گیا اس رات آپؑ نے اپنے

حواریین کو وصیت فرمائی کہ کتاب اللہ کی تبلیغ کے بدلہ میں کچھ نہ کھانا۔

(۷) حضرت ارطاۃؒ سے مروی ہے کہ آخری خلیفہ محمدؑ کے عہد میں دجال نکلے گا اور اسی زمانہ میں حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ بھی نزول فرمائیں گے۔ (الحاوی جلد ۲ صفحہ ۸۰ بحوالہ کتاب الفتن از نعیم بن حماد)

(۸) حضرت اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن سدیؒ نے فرمایا: قد رفع الله عزوجل عیسٰی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماکرین کے مکر سے پہلے ہی اٹھالیا۔

○ نیز آپؒ نے فرمایا: صعد بعیسیٰ الی السماء کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالے گیا۔ (ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۰۲ و درِ منثور جلد ۳ صفحہ ۲۳۸ و بحرِ محیط جلد ۸ صفحہ ۲۵)

(۹) حضرت حریث بن مخشیؒ فرماتے ہیں: لیلۃ اسری بعیسیٰ یعنی رفع الی السماء یعنی جس رات عیسیٰؑ کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔ (درِ منثور جلد ۲ صفحہ ۲۲۶)

(۱۰) حضرت حسین بن فضلؒ فرماتے ہیں: بعد ان ینزل من السماء فی اٰخر الزمان۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کہولت میں باتیں کرنا اس وقت ہوگا کہ جب آخر زمانہ میں آپؑ آسمان سے اتر آئیں گے۔ (معالم التنزیل جلد ا صفحہ ۱۵۹ طبع بمبئی ہند)

(۱۱) حضرت ربیع بن انسؒ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نصاریٰ آکر حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کے بارے میں بحث کرنے لگے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: الستم تعلمون ان ربنا حی لا یموت وان عیسیٰ یأتی علیہ الفناء کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ ہمارا رب زندہ نہ میرندہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو موت نہیں ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئے گی۔

○ نیز آپؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو سوتے میں آسمان کی طرف اٹھالیا۔ (قرطبی جلد ۴ صفحہ ۱۰۰ و معالم التنزیل جلد ۳ صفحہ ۱۵۰ ابوالسعود جلد ۲ صفحہ ۵۸ و مفاتیح الغیب جلد ۲ صفحہ ۳۹۴ ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۰۷ و درِ منثور جلد ۲ صفحہ ۱۳۲)

(۱۲) حضرت زجاجؒ فرماتے ہیں: کان عیسٰیؑ فی بیت له کوة فدخل رجل لیقتله فرفع عیسی علیہ السلام من البیت۔ کہ حضرت عیسٰیؑ سوراخ والے مکان میں تھے تو ایک آدمی آپؑ کو قتل کرنے کے ارادے سے اندر گیا تو آپؑ اس مکان سے اٹھائے جا چکے تھے۔ (بحر محیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۳)

(۱۳) حضرت زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ۳۳ سال کی عمر میں آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور پھر زمین کی طرف اتریں گے۔ (روح المعانی جلد ۳ صفحہ ۱۶۴ و رازی جلد صفحہ ۶۷)

(۱۴) حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ۳۳ سال کی عمر میں آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ اور پھر سینزل الی الارض زمین کی طرف اتریں گے۔ (روح جلد ۳ صفحہ ۱۶۴ و در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ و رازی صفحہ ۶۷۷)

(۱۵) حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نزول قیامت کا نشان ہے۔ (قرطبی جلد ۴ صفحہ ۱۰۰ و بحر محیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۳ و جلد ۸ صفحہ ۲۵)

(۱۶) حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں: اذا نزل عیسی الی الارض لا یبقی یھودی ولا نصرانی الا امن بعیسیٰ کہ جب حضرت عیسٰی علیہ السلام زمین پر اتریں گے تو سب یہود و نصاریٰ حضرت عیسٰی علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے۔ (فتوحات الہیہ جلد ۱ صفحہ ۵۳۵)

(۱۷) حضرت عکرمہ بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نزول قیامت کا نشان ہے۔ (در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ و بحر محیط جلد ۳ صفحہ ۳۹۲)

(۱۸) حضرت غزوان ابو مالک غفاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نزول قیامت کا نشان ہے۔ (ابن جریر جلد ۶ صفحہ ۱۴ و بحر محیط جلد ۳ صفحہ ۳۹۲)

(۱۹) حضرت قتادہ بن دعامہ سدوسی بصریؒ فرماتے ہیں: رفعه الله الیه کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا۔

○ نیز آپؒ نے انه لعلم للساعة کی تفسیر میں فرمایا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا

نزول قیامت کا نشان ہے۔ (معالم التنزیل جلد ۴ صفحہ ۵۰ طبع ہند، درِ منثور جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ و بحر محیط جلد ۸ صفحہ ۲۵)

⑳ حضرت کعب الاحبارؒ فرماتے ہیں: فیرجع امام المسلمین المهدی فیقول عیسٰی ابن مریم تقدم یعنی امام مہدیؒ پیچھے آئیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ آپؒ ہی نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھیں۔

○ نیز آپؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی تھی: انی متوفیك و رافعك الی اور جس کو میں اپنی طرف اٹھالوں وہ میت نہیں اور کانے دجال پر آپؑ کو مبعوث کردوں گا' پھر آپؑ ان میں ۲۴ سال رہیں گے۔ پھر جس طرح دوسرے زندوں کو موت دیتا ہوں اسی طرح آپؑ کو بھی موت دوں گا۔ یاد رہے کہ حضرت کعب الاحبار کے اس قول کی تردید کسی صحابی نے نہیں کی۔ (ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۰۷ و درِ منثور جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ و عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۴۵۳)

㉑ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں: رفع اللہ عیسی الیہ حیا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف زندہ اٹھالیا۔ (ابن جریر جلد ۶ صفحہ ۱۲ و بحر محیط جلد ۳ صفحہ ۳۹۲ و ج ۸ صفحہ ۲۵)

㉒ حضرت محمد بن جعفر بن زبیر نے معنی کیے: متوفیك ای قابضك کہ تو میرے ہی قبضے میں رہے گا۔ دوسرا کوئی تجھ پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ (ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۰۳ و بحر محیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۳)

㉓ حضرت محمد بن حنفیہؒ کی روایت درِ منثور جلد ۲ صفحہ ۲۴۷ میں بحوالہ حضرت عبداللہ حمید و ابن منذر حضرت شہر بن حوشبؒ سے منقول ہے: وان من اهل الکتب الا لیؤمنن به قبل موته کی تفسیر کرتے ہوئے آپؒ نے فرمایا: ان عیسی لم یمت وانه رفع الی السماء وهو نازل قبل ان تقوم الساعة عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے اور وہ زندہ اٹھائے گئے آسمان کی طرف

اور وہی اتریں گے قیامت سے پہلے پہلے۔

(۲۴) حضرت محمد بن سائب کلبیؒ نے بھی وہی معنے کیے جو حسن اور ابن جریجؒ نے کیے۔ (معالم التنزیل جلد ۳ صفحہ ۱۵۰)

(۲۵) حضرت مطر الوراقؒ نے اس کے معنے اس طرح کیے: متوفیك من الدنیا ولیس بوفاۃ موت یعنی تجھے اپنے قبضے میں لے کر اس دنیا سے لے جاؤں گا۔ اور یہ وفاۃ موت نہیں ہے۔ (ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۰۳، بحر محیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۳ مختصر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۲۸۶ و تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۳۶۶ و درِ منثور جلد ۲ صفحہ ۲۲۵)

(۲۶) حضرت مقاتل بن سلیمانؒ نے کہلا کا مطلب یہ بتایا کہ وہ وقت کہ جب آپؑ کی قوت پوری ہو جائے گی۔ (معالم التنزیل جلد ۱ صفحہ ۱۵۹ طبع بمبئی)

(۲۷) حضرت وہب بن منبہؒ کا اثر درِ منثور جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ و بحر محیط جلد ۳ صفحہ ۳۹۲ میں منقول ہے کہ یہود سمجھے کہ ہم نے عیسیٰؑ کو قتل کر دیا اور نصاریٰ سمجھے واقعی ہی ایسا ہوا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اسی دن اٹھا لیا۔

اہلِ تصنیف مفسرین کے فرامین

(۲۸) ابو اسحٰق احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی نیشاپوریؒ نے ومن المقربین کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا اس کا مطلب ہے آپؑ کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا اور فرشتوں کے ساتھ رہنا۔ (تفسیر نیشاپوری برحاشیہ ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۱۹۹)

(۲۹) ابو جعفر محمد بن جریر طبریؒ نے فرمایا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے تو کل دین والے ان کے تابع ہوں گے۔

○ نیز آپؒ نے توفی کا معنی کرتے ہوئے فرمایا کہ آپؑ کا رفع ہی آپؑ کی توفی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۱۵۰ تفسیر طبری جلد ۱۰ صفحہ ۷۲ و جلد ۲۸ صفحہ ۵۴)

(۳۰) ابو السعودؒ فرماتے ہیں: ان اللہ رفع عیسی من غیر موت یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء بغیر موت کے ہوا۔

○ نیز آپؒ نے فرمایا: فلما توفیتنی فلما رفعتنی الی السماء کہ جب تو نے مجھے آسمان کی طرف اٹھالیا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے معنے کیے ہیں۔

○ نیز آپؒ نے فرمایا: والصحیح ان اللہ تعالیٰ رفعہ من غیر وفاۃ ولا نوم قال الحسن و ابن زید و ھو اختیار الطبری و ھو الصحیح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ صحیح عقیدہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر موت اور بغیر نیند کے اٹھالیا۔ حضرت حسن بصری و ابن زید نے یہی فرمایا اور محدث و مفسر طبری نے بھی اسی کو اختیار فرمایا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی صحیح سند کے ساتھ یہی ثابت و مروی ہے۔ (تفسیر رازی جلد ۱ صفحہ ۷۱۳ و جلد ۷ صفحہ ۴۵۱ و جلد ۲ صفحہ ۴۸۶ طبع مصر)

(۳) ابوسعید قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر بن محمد شیرازی بیضاویؒ فرماتے ہیں: ان عیسٰی ینزل من السماء حین یخرج الدجال فیھلکہ کہ جب دجال نکلے گا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر اسے ہلاک کریں گے۔ (تفسیر انوار التنزیل جلد ۲ صفحہ ۱۲۸ و ۱۷۷)

(۴) ابوعبداللہ محمد انصاری قرطبیؒ نے فرمایا: ثم یھبط نبی اللہ عیسٰی علیہ السلام پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے۔

○ صاحب روح المعانیؒ نے مفسر قرطبیؒ کے بارے فرمایا کہ جو کچھ مفسر قرطبی نے فرمایا ہے کہ ان اللہ رفعہ من غیر وفاۃ و لا نوم ”اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو بغیر وفات دینے اور بغیر سلانے کے اٹھالیا“ یہی صحیح ہے۔ اور یہی طبری کا مختار و پسندیدہ مسلک ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی یہی روایت صحیح ہے۔ تذکرۃ القرطبیۃ صفحہ ۱۳۲ و تفسیر جامع لاحکام القرآن جلد ۴ صفحہ ۹۹ و جلد ۶ صفحہ ۳۷۶ و ۳۷۷

(۵) احمد جونپوری المعروف بہ ملا جیونؒ استاذ سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ

نے تفسیراتِ احمدیہ صفحہ ۶۵۲ و ۶۵۳ تحریر فرمایا: انہ لعلم للساعۃ... ھذہ ھی الآیۃ التی یفھم منھا أن نزول عیسیٰ علیہ السلام دلیل علی قرب القیمۃ و ذلک لان اکثر المفسرین علی انہ ضمیر "وانہ" راجع الی عیسٰی المذکور سابقاً و قولہ تعالٰی یعلم کما ھو الاکثر کان معناہ انہ علم للساعۃ ای یعلم من نزولہ دنو الساعۃ و قرب القیامۃ وان قرئ عَلَمٌ کما قرأ ابن عباسؓ کان معناہ انہ علامۃ لقرب القیمۃ فلا تمترن بھا ای لا تشکن بالساعۃ لان الشئ یتحقق عند تحقق العلامۃ انہ لَعَلَمٌ للساعۃ... کہ یہی وہ آیت ہے جس سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کا نزول قربِ قیامت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اکثر مفسرینؒ کے نزدیک "انہ" کی ضمیر عیسٰیؑ کی طرف راجع ہے جس کا ذکر پہلے سے چلا آرہا ہے۔ اور جیسے اکثر قراء کی قراءت لَعِلْمٌ ہے اس کے مطابق اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عیسٰیؑ کے نزول کے وقت قیامت کا قرب معلوم ہوجائے گا اور اگر لَعَلَمٌ پڑھیں تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عیسٰیؑ قربِ قیامت کا نشان ہیں اس لیے قیامت کے بارے شک نہ کرو۔ کیونکہ جس چیز کے نشانات ظاہر ہونے لگ جاتے ہیں تو وہ چیز خود بھی ہو ہی جاتی ہے۔

(۳۲) ثناء اللہ قاضی پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری جلد ۲ صفحہ ۵۶ میں فرمایا: المراد بالتوفی ھو الرفع الی السماء بلاموت یشھد بہ الوجدان بعد ملاحظۃ قولہ تعالٰی وما قتلوہ وما صلبوہ ولولا نفی الموت عنہ لما کان من نفی القتل فائدۃ اذ الغرض من القتل الموت توفی سے مراد بغیر موت کے آسمان کی طرف اٹھانا۔ وجدان خود اس کا شاہد ہے بعد غور کرنے کے وما قتلوہ وما صلبوہ میں۔ کیونکہ اگر آپؑ سے موت کی نفی مقصود نہ ہوتی تو قتل کی نفی کرنے کا کوئی مطلب ہی نہیں بنتا۔ کیونکہ قتل سے غرض تو موت ہی ہوتی ہے۔

(۲۵) جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطیؒ نے فرمایا: رفع عیسٰی الی السماء (جلالین صفحہ ۵۰ و ۱۰۹ و تفسیر الاتقان صفحہ ۳۳ و ۳۴)

○ نیز آپؒ نے فرمایا: رفع الی السماء ای عیسٰی (خصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۸۳)

(۲۶) ابو محمد حسین بن مسعود بغویؒ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تفسیر معالم التنزیل جلد ۱ صفحہ ۲۶۳ میں تحریر فرمایا کہ: وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ میں جو علماء بہٖ کی ضمیر بھی حضرت عیسٰیؑ کی طرف راجع کرتے ہیں اور موتہٖ کی ضمیر بھی حضرت عیسٰیؑ کی طرف ہی راجع کرتے ہیں تو وہ اپنی دلیل میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ نبویؐ پیش کرتے ہیں۔ اس صورت میں اس آیت کریمہ کا معنی اس طرح ہوگا: "کوئی اہلِ کتاب ایسا نہ رہے گا جو حضرت عیسٰیؑ کی وفات سے پہلے حضرت عیسٰیؑ پر ایمان نہ لائے"۔ بلکہ اس وقت کے سب عیسائی بھی حضرت عیسٰیؑ پر ایمان لائیں گے جن صفات کے ساتھ آپؑ متصف ہیں۔ یعنی اس وقت سب عیسائی بھی مان جائیں گے کہ ہم اس سے پہلے غلطی پر تھے کہ حضرت عیسٰیؑ کو متصرف یا ابن اللہ یا تین اقنوم میں سے ایک سمجھتے تھے۔ اور کہیں گے کہ اب ہم حضرت عیسٰیؑ کو اللہ تعالیٰ کا رسولؑ مانتے ہیں، جو بنو اسرائیل کی طرف مبعوث کیے گئے تھے۔ اور انھوں نے نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور تشریف آوری سے متعلق خبر دی تھی۔

(۲۷) شیخ رؤف احمد مجددیؒ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے عیسٰی علیہ السلام کو رات کے وقت آسمان پر پہنچایا۔ (تفسیر رؤفی (جلد ۱ صفحہ ۲۸۷)

(۲۸) زاہدیؒ نے فرمایا: رفع اللہ عیسٰی حیًا الی السماء کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰیؑ کو زندہ آسمان کی طرف اٹھالیا۔ (تفسیر زاہدی قلمی ورق ۱۶۴ صفحہ ۲)

(۲۹) سلیمان جملؒ نے فرمایا: فلما توفیتنی ای اخذ شئ وافیا بالرفع الی السماء (فتوحاتِ الٰہیہ جلد ۱ صفحہ ۱۵۸)

(۳۰) سید محمود آلوسیؒ فرماتے ہیں: اجتمعت الامۃ واشتہرت الاخبار و

لعلها بلغت التواتر المعنوی و نطق به الکتاب علی قول و وجب الایمان به و کفر منکره کالفلاسفة من نزول عیسیٰ علیہ السلام آخر الزمان کہ تمام امت کا اس پر اجماع بھی ہے اور اس بارہ میں اس قدر احادیث مشہورہ ہیں کہ تواتر معنوی کی حد کو پہنچ گئی ہوں گی۔ اور قرآن حکیم کا بھی واضح بیان ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور اس کا منکر کافر ہے جیسے فلاسفہ کافر ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں نزول فرمائیں گے۔
(روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ ۳۱۲)

(۳۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث و مفسر دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کا ترجمہ اس طرح فرمایا: و نہ باشد ہیچ کس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آورد بہ عیسیٰ پیش از مردن عیسیٰ و در روز قیامت باشد عیسیٰ گواہ بر ایشاں۔

○ حاشیہ پر فائدہ میں تحریر فرمایا: مترجم گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰ را البتہ ایمان آرند۔

(۳۲) صفی الدین محمد نے فرمایا: فلما توفیتنی بالرفع الی السماء کہ پھر تو نے مجھے قبضے میں کر لیا بایں طور کہ آسمان کی طرف اٹھالیا۔ (جامع البیان بر جالین صفحہ ۱۰۹)

(۳۳) فخر الدین صاحب تفسیر قادریؒ نے فرمایا: اور بے شک عیسیٰ نشانی واسطے قیامت کے ہے۔ کیونکہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا ہے۔ (ترجمہ اردو تفسیر حسینی جلد ۲ صفحہ ۳۰۸)

(۳۴) فخر الدین محمد بن عمر رازیؒ فرماتے ہیں: بل رفعه الله الیه رفع عیسیٰ الی السماء ثابت بهذه الآیة کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا اسی آیت سے ثابت ہے۔

○ نیز آپ نے فرمایا: فمثل عروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المعراج عروج عیسیٰ

الی السماء کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا آسمان پر چڑھنا ایسا تھا کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان کی طرف چڑھنا۔

○ نیز آپؒ نے فرمایا: انه رفع بتمامه الی السماء بروحه وبجسده کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پورے کے پورے روح اور جسم سمیت آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ (تفسیر مفاتیح الغیب جلد ۲ صفحہ ۴۵۸ و ۶۷۷ و جلد ۳ صفحہ ۳۳۰)

(۳۵) فیض اللہ فیضیؒ نے فرمایا: وصعد روح اللہ مصاعد السماء کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ آسمان کی سیڑھیوں پر چڑھ گئے۔ (سواطع الالہام صفحہ ۱۴۰)

(۳۶) علامہ قونویؒ نے فرمایا: قوله لان حدوث عیسٰی ای نزول عیسٰی من اشراط الساعة [اخ] کہ حدوث یعنی نزولِ عیسیٰ قیامت کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے۔ (حاشیہ بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۱۳۵)

(۳۷) حضرت مفسر علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی علاؤ الدین خازنؒ نے فرمایا: موته کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے یعنی "موتِ عیسیٰ" سے وہ موت مراد ہے جو نزولِ عیسیٰ کے بعد طبعی طور پر آپؑ پر وارد ہوگی۔ (تفسیر خازن جلد ا صفحہ ۴۱۴)

○ نیز آپؒ نے فرمایا: فلما توفیتنی فلما رفعتنی الی السماء۔

○ نیز آپؒ نے فرمایا: زعمت النصاری ان المسیح رفع لاهوته یعنی روحه وبقی فی الارض ناسوته یعنی جسده فرد اللہ علیهم بقوله انی متوفیك ورافعك الی فاخبر اللہ انه رفع بتمامه الی السماء بروحه وجسده جمیعاً کہ بعض نصاریٰ کا خیال یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح مبارک تو آسمان کی طرف اٹھائی گئی ہے اور جسم مبارک زمین میں رہ گیا۔ تو اس زعم باطل کا رد اللہ تعالیٰ نے انی متوفیك ورافعك الی فرما کر کر دیا۔ اور بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح و جسم سمیت بتمامہ (پورے کے پورے) آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ (تفسیر خازن جلد ا صفحہ ۲۴۴، ۵۲۱)

(۴۸) شیخ کمال الدینؒ نے فرمایا: ان اللہ رفع عیسٰی من روزنۃ فی البیت الی السماء کہ اللہ تعالٰی نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو مکان کے روزن سے نکال کر آسمان کی طرف اٹھالیا۔ (کمالین بر جلالین ص ۸ سطر ۸۹ د ص ۶ سطر ۵۰)

(۴۹) محمد بن علی شوکانی یمنیؒ نے فرمایا: تواترت الاحادیث بنزول عیسٰی جسما کہ متواتر احادیث اس بارے میں ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جسم سمیت اتریں گے۔ (تفسیر فتح البیان جلد ا صفحہ ۱۵۷)

(۵۰) حضرت مفسر علامہ ابوحیان اندلسیؒ فرماتے ہیں: و الظاھر ان الضمیرین فی "بہ" و "موتہ" عائدان علی عیسٰی و ھو سیاق الکلام و المعنی من اھل الکتاب الذین یکونون فی زمان نزولہ (بحر محیط جلد ۳ صفحہ ۳۹۲)

○ نیز آپؒ نے فرمایا: ان الاخبار تظاھرت برفع عیسٰی علیہ السلام حیا وانہ فی السماء حی وانہ ینزل ویقتل الدجال کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا زندہ اٹھایا جانا اور ان کا آسمان میں زندہ موجود ہونا اور ان کا (قرب قیامت میں) اتر کر دجال کو قتل کرنا ان سب کے بارے میں متواتر احادیث موجود ہیں۔ (بحر محیط جلد ۲ صفحہ ۶۱)

○ نیز آپؒ نے فرمایا: و تظاھرت الاخبار الصحیحہ عن رسول اللہ ﷺ انہ فی السماء وانہ ینزل ویقتل الدجال۔ (تفسیر النہر الماد جلد ۳ صفحہ ۶۱)

(۵۱) محمد محی الدین شیخ زادہؒ نے فرمایا: و ذکر اللہ انہ رفع عیسٰی علیہ السلام الی السماء کہ اللہ تعالٰی کی خفیہ تدبیر یہ تھی کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالیا اور یہود آپؑ کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچا سکے۔ و ذلک ان یہود ملک الیھود اراد قتل عیسٰی علیہ السلام و کان جبریل علیہ السلام لایفارقہ ساعۃ و ھو معنی قولہ و ایدناہ بروح القدس فلما ارادوا ذالک امرہ جبریل ان یدخل بیتا فیہ روزنۃ فی سقف البیت فلما دخل البیت

اخرجه من تلك الروزنة اس رفع عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ یوں ہوا کہ جب یہود کے بادشاہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تو چونکہ حضرت جبریل علیہ السلام ہر وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہتے تھے کبھی آپؑ سے جدا نہ ہوتے تھے اس لیے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپؑ ایسے مکان میں چلے جائیں جس کی چھت میں روزن ہو' جب آپؑ ایسے گھر میں گئے تو جبرائیل علیہ السلام اس روزن میں سے آپ کو نکال کر لے گئے۔ (حاشیہ انوار التنزیل جلد ۱ صفحہ ۶۳۲)

(۵۲) محمود بن عمر زمخشریؒ معتزلی نے فرمایا: رافعك الی سمائی (تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۳۶۶)

(۵۳) نظام الدین حسن بن محمد بن حسین نیشاپوریؒ (غرائب القرآن برحاشیہ تفسیر ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۱۹۹۔ بر آیت و من المقربین)

○ ان کے علاوہ دیگر مفسرین نے بھی توفی کا معنی رفع الی السماء ہی کیا ہے۔ مثلاً:

(۵۴) خلاصۃ التفاسیر جلد ۱ صفحہ ۳۷۴ میں بل رفعه الله الیه کے معنے کیے: بلکہ خدا نے لے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو) اپنی حضوری میں بلایا اور آسمان پر اٹھایا۔

(۵۵) تفسیر سراج المنیر جلد ۱ صفحہ ۱۴۱ میں ہے: رفع عیسٰی الی السماء و کان عمرہ ۳۳ سنة کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور آپؑ کی عمر ۳۳ سال تھی۔

(۵۶) شیخ محمد نوویؒ نے مراح لبید جلد ۱ صفحہ ۱۸۳ میں فرمایا: قال کثیر من المتکلمین ان الیهود لما قصدت قتله رفعه الله الی السماء یعنی بہت سے علم کلام والوں نے اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ جب یہود نے آپؑ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان کی طرف اٹھا لیا۔

(۵۷) امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدیؒ نے فلما توفیتنی کی تفسیر اس طرح کی: ای قبضتنی و رفعتنی الیك ای الی السماء کہ تو نے مجھے آسمان کی طرف

الحالیہ۔ (کتاب الوجیز جلد ا صفحہ ۲۲۹)

(۵۸) مصنف عجائب القصص نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے گئے۔ (عجائب القصص جلد ۲ صفحہ ۲۸۶)

(۵۹) تفسیر حسینی میں ہے: چوں کار بر مؤمنان تنگ آید حق سبحانہ عیسیٰ را از آسمان فرستد تا دجال را بکشد ~~الخ~~ (جلد ۲ صفحہ ۲۷۸)

(۶۰) حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے ترجمہ کیا اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ لاوے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا گواہ اوپر ان کے۔

○ نیز آپؒ اپنی کتاب "علاماتِ قیامت" مترجم اردو صفحہ ۱۰۰ میں تحریر فرماتے ہیں: "حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر تکیہ لگائے آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارہ پر جلوہ افروز ہوں گے۔

(۶۱) شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے ترجمہ اس طرح کیا: "اور جو فرقہ ہے کتاب والوں میں سے سو اس پر یقین لاویں گے اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا ان کا بتانے والا"۔

فائدہ میں لکھا: "حضرت عیسیٰ ابھی زندہ ہیں۔ جب یہود میں دجال پیدا ہوگا، تب اس جہان میں آ کر اس کو ماریں گے اور یہود و نصاریٰ سب ان پر ایمان لاویں گے کہ یہ مرے نہ تھے۔

متکلمین اہل عقائد کے فرامین

(۱) التبیان صفحہ ۲۲ میں حضرت علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر المعروف بہ ابن قیم نے تحریر فرمایا: واللہ تعالٰی رفع عیسی علیہ السلام الیہ کہ حضرت حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھالیا۔

○ صفحہ ۱۳۹ طبع قدیم و ۲۴۲ طبع جدید فصل ۱۱۹ میں تحریر فرمایا: ھذا المسیح بن مریم حی لم یمت و غذاؤہ من جنس غذاء الملٰئکۃ کہ یہ مسیح

ابن مریم ابھی زندہ ہیں ان کی وفات نہیں ہوئی۔ اور آپؑ کی غذا فرشتوں کی غذا کی جنس میں سے ہے۔

(الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح سنہ ۱۱۹ و ۱۶۵ میں شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہؒ نے تحریر فرمایا: فبعث المسیح علیہ السلام رسله يدعونهم الى دين الله فذهب بعضهم فى حياته فى الارض وبعضهم بعد رفعه الى السماء فدعوهم الى دين الله کہ پس حضرت عیسیٰؑ نے لوگوں کو دین خدا کی طرف دعوت دینے کے لیے اپنے ایلچی بھیجے جن میں سے بعض تو جب ہی چلے گئے تھے جب آپؑ ابھی زمین میں اپنی زندگی گذار رہے تھے اور بعض اس وقت گئے جب آپؑ آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے تھے پھر انھوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت دی۔ (طبع جدید جلد ا صفحہ ۱۱۵ و ۱۱۶)

آگے چل کر جلد ا صفحہ ۲۸۷ طبع جدید میں لکھا:

○ ويقال انه انطاكية اول المدائن الكبار الذين آمنوا بالمسيح علیہ السلام و ذلك بعد رفعه الى السماء کہ کہتے ہیں کہ بڑے شہروں میں سے پہلا شہر جہاں کے باشندے حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے تھے وہ انطاکیہ شہر تھا۔ اور یہ واقعہ اس وقت کے بعد کا ہے جب آپؑ کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا تھا۔

(۴) اشراط الساعۃ صفحہ ۲۸۷ میں علامہ محمد بن عبدالرسول برزنجی ثم المدنیؒ نے علامات قیامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اولها خروج المهدى وانه يأتى فى آخر الزمان من ولد فاطمة يملأ الارض عدلاً كما ملئت ظلماً وانه يقاتل الروم وينزل عيسٰى ويصلى خلفه کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک تو یہ مہدی کا خروج جو آخر زمانہ میں آئے گا اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے زمین جو پہلے ظلم سے پر تھی اب وہ آکر عدل و انصاف سے پر کردے گا اور وہ روم کے ساتھ جہاد کرے گا اور حضرت عیسیٰؑ بھی نزول فرمائیں گے اور ان کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے۔

(۴) حاشیہ بر خیالی صفحہ ۱۴۲ میں ہے: انما خص عیسیٰ علیہ السلام لان حیوتہ و نزولہ الی الارض واستقرارہ فوق الارض مدۃ قد ثبت بالاحادیث الصحیحۃ بحیث لم یبق فیہ شبھۃ ولم یسمع فیہ خلاف غیرہ ھذا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخصیص صرف اس لیے کی کہ آپؑ کی زندگی اور آپؑ کا زمین کی طرف آنا اور پھر آپؑ کا زمین کے اوپر قرار پکڑنا کچھ مدت کے لیے' یہ سب کا سب اس قدر احادیث صحیحہ کے ساتھ ثابت ہے کہ جس میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں رہا اور نہ ہی اس میں کسی کا اختلاف سنا گیا ہے۔

(۵) حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۲ میں حضرت نواب صدیق حسن خانؒ قنوجی نے تحریر فرمایا: وھو نازل من السماء فیحکم بکتاب اللہ کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے پھر قرآن مجید کے مطابق فیصلے فرمائیں گے۔

(۶) شرح العقائد الجلالی جلد ۲ صفحہ ۱۰۸ میں علامہ محمد بن سعد جلال الدین دوانیؒ نے تحریر فرمایا: واما نزول عیسیٰؑ فھو و متابعتہ لشریعۃ محمد ﷺ فیوما یؤکد کونہ ﷺ خاتم النبیین کہ حضرت عیسیٰؑ کا نزول پھر ان کا شریعت محمدیہ کی اتباع کرنا سو ان امور میں سے ہے جن سے رسول خدا ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی اور زیادہ تایید و تاکید ہو جاتی ہے۔

(۷) شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۳۶ طبع دہلی و صفحہ ۹۳ طبع مصر میں علامہ ملا علی بن سلطان القاریؒ نے تحریر فرمایا: انہ (الدجال) یذوب کالملح فی الماء عند نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء کہ حضرت عیسیٰؑ کے آسمان سے اترنے کے وقت دجال ایسا پگھلنے لگ جائے گا جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے۔

(○) نیز مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۱۶۰ میں ہے فینزل عیسیٰ ابن مریم من السماء کہ پس عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔

(۸) شرح عقائد نسفیہ صفحہ ۱۵۵ میں علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانیؒ نے فرمایا: ونزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء فھو حق۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کا آسمان سے اترنا برحق ہے۔

⑨ عقیدہ اہل الاسلام صفحہ ۱۱ میں شیخ غماری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب اللوامع للسفارینی کے حوالے سے تحریر فرمایا: وقد اجمعت الامۃ علی نزولہ ولم یخالف فیہ احد من اھل الشریعۃ۔ کہ تمام امت کا اس عقیدہ پر اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ اس مسئلہ میں اہل شریعت میں سے کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں۔

⑩ عقیدہ سفارینیہ جلد ۲ صفحہ ۹۰ میں ہے: ولیس ینزل بشریعۃ مستقلۃ عند نزولہ من السماء وان کانت النبوۃ قائمۃ بہ وھو متصف بھا۔ کہ اگرچہ حضرت عیسیٰ آسمان سے اترتے وقت صفتِ نبوت سے متصف اور سابقہ نبوت پر بدستور قائم رہیں گے۔ تاہم مستقل شریعت لے کر نہ آئیں گے۔ بلکہ شرع محمدیؐ کے مطابق فیصلے فرمایا کریں گے۔۔۔۔ وقد انعقد اجماع الامۃ علی انہ ینزل و یحکم بھذہ الشریعۃ المحمدیۃ۔ ساری امت کا اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ زمین پر اتریں گے اور اسی شریعتِ محمدیہ ﷺ ہی کے مطابق فیصلے فرمایا کریں گے۔ وانما انکر ذٰلک الفلاسفۃ والملاحدۃ ممن لا یعتقد بخلافہ۔ صرف فلسفیوں اور ملحد و بے دین لوگوں نے اس عقیدہ کا انکار کیا ہے۔ اور ایسے بے دین اور ملحد لوگوں کی مخالفت اجماع اہل شریعت کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

⑪ فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۶۷ میں شیخ الاسلام شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے باب ذکر ادریس میں تحریر فرمایا: ان عیسٰی رفع وھو حیٌّ کہ حضرت عیسیٰ کو زندہ ہی اٹھالیا گیا۔

⑫ کتاب الاذاعۃ صفحہ ۷۷ میں ہے: کہ اگرچہ حضرت عیسیٰ آسمان سے اترتے وقت صفتِ نبوت سے متصف اور سابقہ نبوت پر بدستور قائم رہیں گے۔ تاہم مستقل شریعت لے کر نہ آئیں گے۔ بلکہ شرع محمدیؐ کے

مطابق فیصلے فرمایا کریں گے۔ ساری امت کا اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ زمین پر اتریں گے اور اسی شریعتِ محمدیہ ہی کے مطابق فیصلے فرمایا کریں گے۔ صرف فلسفیوں اور ملحد و بے دین لوگوں نے اس عقیدہ کا انکار کیا ہے۔ اور ایسے بے دین اور ملحد لوگوں کی مخالفت اجماع اہلِ شریعت کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

⑫ کتاب الفصل جلد ۴ صفحہ ۱۸۰ میں علی بن احمد بن سعید ابو محمد ابن حزم ظاہریؒ نے تحریر فرمایا: فکیف یستجیز لمسلم ان یثبت بعدہ علیہ الصلوٰۃ و السّلام نبیاً فی الارض حاشا ما استثناہ رسول اللہ ﷺ فی الاٰثار المسندۃ الثابتۃ فی نزول عیسی ابن مریم علیہ السلام فی اٰخر الزمان کہ پھر کیسے ایک مسلمان آدمی نبی کریم ﷺ کے بعد زمین میں کسی نبی کے آنے کا جواز تلاش کر سکتا ہے سوائے اس کے کہ جس کو حضرت رسول خدا ﷺ نے خود مستثنیٰ فرمایا اس کا ذکر مستند اور پختہ احادیث میں آچکا ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ آسمان سے نزول فرمائیں گے۔

○ نیز اسی کتاب میں لکھا: واما من قال ان بعد محمد ﷺ نبیاً غیر عیسی ابن مریم علیہ السلام فانہ لا یختلف اثنان فی تکفیرہ کہ جو کہے گا کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد سوائے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے کوئی اور نبی بھی ہے تو اس کے کافر کہنے میں دو آدمیوں کا بھی اختلاف نہیں ہوا۔

⑬ کتاب الابانۃ عن اصول الدیانۃ صفحہ ۴۶ میں ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اجمعت الامۃ علی ان اللہ عز و جل رفع عیسی الی السماء کہ تمام امتِ محمدیہ کا اس عقیدہ پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھا لیا۔

⑮ کفایۃ العوام صفحہ ۸۲ میں ہے: ویجب ان یعتقد ان عیسی علیہ السلام بعد نزولہ یحکم بشرع نبینا ﷺ۔ کہ یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اترنے کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرع شریف کے مطابق فیصلے فرمایا کریں گے۔

○ پھر اس کلام پر اعتراض پیدا ہوتا تھا کہ احادیث سے تو ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کافروں سے جزیہ لینا قبول نہ کریں گے۔ حالانکہ شریعت محمدیہ ﷺ میں کافروں سے جزیہ لینے کا صریح حکم موجود ہے۔ پھر کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت محمدیہ ﷺ کے مطابق فیصلے فرمایا کریں گے۔ تو اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے:

(۱۶) شارح کفایۃ العوام نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیہ قبول کرنے کی مدت بتادی ہے کہ جزیہ کا حکم نماز روزہ کی طرح ابدی نہیں۔ یہ حکم صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء الی الارض تک ہے۔ جب آپؑ زمین پر تشریف لے آئیں گے اس وقت جزیہ کا حکم بند ہو جائے گا۔ فان قلت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزولہ لا یقبل الجزیۃ الخ

(۱۷) المسامرۃ شرح المسایرۃ صفحہ ۳۹۴ (جلد ۲ صفحہ ۶۷) میں شیخ کمال الدین محمد بن محمد بن ابی شریف قدسی میں تحریر فرمایا ہے: واشراط الساعۃ من خروج الدجال ونزول عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم من السماء وخروج یاجوج وماجوج الخ اور نیز برحق ہیں قیامت کے نشان یعنی دجال کا نکلنا اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور یاجوج ماجوج کا نکلنا الخ

(۱۸) مظہر العقائد صفحہ ۱۹ و ۲۴ میں علامہ مظہر اللہ دہلویؒ نے فرمایا کہ عیسیٰؑ آخر زمانہ میں آسمان سے اتریں گے۔

(۱۹) نبراس شرح شرح العقائد صفحہ ۴۴۶ میں حضرت علامہ عبدالعزیز پرہارویؒ نے تحریر فرمایا: قد صح فی الحدیث ان عیسیٰ علیہ السلام ینزل من السماء الی الارض۔ کہ صحیح حدیث ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان سے زمین کی طرف اتریں گے۔

○ نیز آپؒ نے فرمایا: حیوۃ عیسیٰ ثابتۃ بالاحادیث المتواترۃ کہ حیات

عیسٰیؑ متواتر احادیث سے ثابت ہے۔

صوفیاء کے فرامین

① شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے الیواقیت والجواہر صفحہ ۱۳۰ میں تحریر فرمایا ہے:
فان قیل فما الدلیل علی نزول عیسی فی القرآن فالجواب الدلیل علی نزوله قوله تعالٰی: وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ای حین ینزل و یجتمعون علیه و انکرت المعتزلة و الفلاسفة و الیهود و النصارٰی عروجه بجسده الی السماء و قال تعالٰی فی عیسٰیؑ: وَإِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قرء بفتح اللام و العین و الضمیر الی عیسٰیؑ لقوله تعالٰی: وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا و معناه ان نزوله علامة القیٰمة۔ و فی الحدیث فی صفة الدجال فبینما هم اذ بعث الله المسیح ابن مریم فینزل عند المنارة البیضاء شرقی دمشق فقد ثبت نزوله بالکتاب و السنة۔ و زعمت النصارٰی ان ناسوته صلب ولاهوته رفع و الحق انه رفع بجسده الی السماء و الایمان بذلك واجب قال تعالٰی: بل رفعه الله الیه۔

ترجمہ یعنی اگر کوئی کہے کہ قرآن شریف میں نزولِ عیسٰیؑ پر کون سی دلیل ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپؑ کے آسمان سے نازل ہونے پر دلیل اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ یعنی جب آپؑ اتریں گے' اور سارے لوگ ان پر جمع ہو جائیں گے۔ قیامت کے قریب قریب۔ معتزلی فلسفی' یہودی اور نصاریٰ نے آپؑ کے آسمان کی طرف اپنے جسمِ مبارک کے چڑھنے کا انکار کیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالٰی نے عیسٰیؑ کے بارے میں فرمایا ہے: وانه لَعِلْمٌ للساعة۔۔۔ اور ضمیر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف راجع ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: ولما ضرب ابن مریم مثلا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؑ کا نزول قیامت کی نشانی ہے۔

اور حدیث شریف میں دجال کی صفت کے بارے آتا ہے کہ لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ اچانک اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ ابن مریم کو بھیجے گا تو آپؑ دمشق کے مشرقی سفید مینار کے پاس نزول فرمائیں گے۔ تو آپؑ کا نزول قرآن مجید سے بھی ثابت ہو گیا اور حدیث شریف سے بھی۔ اور نصاریٰ نے سمجھا ہے کہ آپؑ کا جسم مبارک سولی پر لٹکایا گیا اور آپؑ کا روح اٹھایا گیا۔ اور حق یہ ہے کہ آپؑ اپنے جسم مبارک کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں۔ اور اس بات پر ایمان رکھنا واجب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: بل رفعه الله اليه۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اپنی طرف اٹھا لیا۔

④ فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۵ جلد ۳ صفحہ ۳۴۱ میں۔ شیخ ابن عربی مالکی نے لکھا ہے: انه عليه السلام لم يمت الى الأن بل رفعه الله الى هذه السماء واسكنه فيها کہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے کچھ شک و شبہ نہیں کہ وہ ابھی تک فوت نہیں ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اس آسمان کی طرف اٹھا لیا اور وہیں آپؑ کو سکونت کی جگہ دی۔

⑤ نیز فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۵ میں لکھا ہے کہ: ان عیسٰی ینزل فی هذه الامة فی أخر الزمان ویحکم لشریعة محمد ﷺ حضرت عیسیٰؑ اس امت میں آخر زمانہ میں نزول فرمائیں گے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شریعت کے مطابق فیصلے فرمایا کریں گے۔

⑥ یہی مضمون فتوحات مکیہ جلد ۱ باب ۳۶ صفحہ ۱۳۵ و جلد ۲ باب ۴۹ صفحہ ۳ و ۱۳۵ و جلد ۳ صفحہ ۵۱۰ میں مذکور ہیں۔

⑦ تحفہ نصائح صفحہ ۱۵ میں حضرت شیخ محمود چراغ دھلویؒ نے تحریر فرمایا:

دانی قیامت را نشاں دجال و دیگر دابہ ہم
عیسیٰ فرود آید کشد دجال را از پشت خر

دجال اور دابۃ الارض کو بھی قیامت کا نشان جان۔ عیسیٰ علیہ السلام بھی اتر کر دجال

کو گدھے کی پشت سے کھینچ قتل کریں گے۔

④ طریقہ محمدیہ میں شیخ محمد برکوی نے تحریر فرمایا ہے: ونزول عیسی من السماء...... حق اور حضرت عیسیٰ کا آسمان سے اترنا برحق ہے۔

⑤ عرائس البیان جلد۱ صفحہ ۸۴ میں خطیب شربینی نے تحریر فرمایا ہے: و قیل یکلم الناس فی المهد صبیاً و عند نزوله من السماء کهلا یکلم الناس فی المهد کا مطلب یہ بتایا گیا ہے کہ اے مریم! تیرا بیٹا گود میں لوگوں سے بات کرے گا۔ یعنی بچہ ہونے کی حالت میں اور آسمان سے اترنے کے وقت ادھیڑ عمر کا ہو کر بھی لوگوں سے باتیں کرے گا۔

⑥ غنیۃ الطالبین جلد ۲ صفحہ ۶۱ میں شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادیؒ نے تحریر فرمایا: و التاسع رفع الله عز وجل عیسی علیه السلام بن مریم الی السماء یعنی اور نویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔

⑦ کشف المحجوب (اردو) صفحہ ۵۲ میں شیخ علی ہجویریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مرقع (گودڑی) رکھتے تھے جس کو وہ آسمان پر لے گئے۔

⑧ مثنوی عطار صفحہ ۲۰ میں شیخ فرید الدینؒ عطار نے ایک شعر لکھا: ؎

عشق عیسیٰ را بگردوں می برد

یافتہ ادریسؑ جنت از صمد

⑨ مثنوی معنوی جلد۱ صفحہ ۸ میں شیخ جلال الدین رومیؒ نے تحریر فرمایا: ع

جسم خاک از عشق بر افلاک شد

تشریح بآیت کریمہ کہ در سورۃ النساء است در شان حضرت عیسیٰ علیہ السلام بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ یعنی برداشت او را خدا بسوئے خود [ح]

⑩ مکتوبات، دفتر سوم مکتوب ۱۷ میں شیخ احمد سرہندی نے تحریر فرمایا ہے: "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ از آسمان نزول خواہد فرمود متابعت شریعت

خاتم الرسل خواہد نمود"۔ کہ حضرت عیسٰیؑ جو آسمان سے نزول فرمائیں گے تو خاتم الرسل (حضرت محمد ﷺ) کی شریعت کی پیروی فرمائیں گے۔

(۱۱) زرقانی مالکیؒ نے المواہب اللدنیہ میں تحریر فرمایا ہے: رفع عیسٰی علیہ السلام وھو حی الان علی الصحیح یعنی صحیح مذہب کے مطابق یہی عقیدہ ہے کہ عیسٰیؑ کو اٹھالیا گیا اسی حال میں کہ وہ زندہ تھے، اور اب بھی وہ زندہ ہیں۔

(۱۲) نزہۃ المجالس جلد ۲ صفحہ ۶۰ میں ہے: رفع اللہ عیسٰی الی السماء کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔

(۱۳) انیس الارواح صفحہ ۹ میں خواجہ معین الدین اجمیریؒ تحریر فرماتے ہیں: "حضرت عیسٰیؑ از آسمان فرود آید"۔ کہ حضرت عیسٰیؑ آسمان سے اتریں گے۔

(۱۴) تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۴۱۴ میں مشہور صوفی و مفسر علاؤ الدین خازنؒ نے تحریر فرمایا ہے: ففی ھذا الحدیث دلیل علی ان عیسٰی علیہ السلام ینزل فی اٰخر الزمان فی ھذہ الامۃ و یحکم بشریعۃ محمد ﷺ وانہ لا ینزل نبیاً برسالۃ مستقلۃ ناسخۃ بل یکون حاکماً من حکام ھذہ الامۃ کہ اس حدیث پاک میں اس عقیدہ کی دلیل ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام اس امت میں اتریں گے اور حضرت رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے مطابق فیصلے فرمائیں گے۔ اور اس حدیث میں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نبی ہو کر بھی مستقل رسالت لے کر نہ اتریں گے جو شرع محمدی کی ناسخ ہو' بلکہ عیسٰیؑ بحالت نبوت یعنی نبی ہو کر بھی اس امت کے حاکموں میں سے ایک اعلیٰ حاکم ہوں گے۔

(۱۵) الیواقیت و الجواھر جلد ۲ صفحہ ۲۹۱ میں علامہ ابو طاہر قزوینیؒ کا عقیدہ ذکر ہے: قال ابو طاھر القزوینی واعلم ان کیفیۃ رفع عیسٰی ونزولہ و کیفیۃ مکثہ فی السماء الی ان ینزل من غیر طعام ولا شراب مما یتقاصر عن ادراکہ العقل' کہ اور یہ بات سمجھ لینی ضروری ہے کہ حضرت

عیسیٰؑ کے اوپر اٹھائے جانے اور ان کے اترنے کی کیفیت اور بغیر کھائے پیے آسمان میں آپؑ کے ٹھہرنے کی کیفیت یہاں تک کہ آپؑ اتریں' ان امور میں سے ہے جن کا ادراک کرنے سے عقل قاصر ہے۔

(۱۶) انیس الارواح مطبوعہ نول کشور لکھنؤ صفحہ ۹ میں خواجہ عثمان ہارونیؒ کا عقیدہ نقل فرمایا ہے: محمد بن عبداللہ یعنی امام مہدی بیرون آید از شرق تا غرب عدل وے بگیرد و حضرت عیسیٰؑ از آسمان فرود آید۔

(۱۷) مکتوبات دفتر سوم مکتوب نمبر ۷ خواجہ محمد پارساؒ کا عقیدہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا ہے کہ: "حضرت خواجہ محمد پارساؒ در کتاب فصول ستہ نقل معتمدی آرد کہ حضرت عیسیٰؑ بعد از نزول عمل بہ مذہب امام ابو حنیفہؒ خواہد کرد۔

(۱۸) حضرت قاضی عیاضؒ کا عقیدہ حضرت امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۳ میں تحریر فرمایا ہے: قال القاضی رحمہ اللہ تعالیٰ نزول عیسیٰؑ وقتل الدجال حق وصحیح عند اھل السنۃ بالاحادیث الصحیحۃ حضرت عیسیٰؑ کا اتر کر دجال کو قتل کرنا یہ عقیدہ احادیث صحیحہ کی رو سے اہل سنت کے نزدیک برحق اور صحیح ہے۔

(۱۹) شاہ اہل اللہ برادر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے چہار باب صفحہ ۴ میں تحریر فرمایا: عقیدہ روزِ قیامت باشراط و علامات آن کہ در کتب مسطور و مذکور است چنانچہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام و خروجِ دجال و دابۃ الارض و یاجوج و ماجوج و طلوع آفتاب از طرف مغرب وغیر ذلک ہمہ راست و درست است۔ کہ کتابوں میں جو جو قیامت کے نشان مذکور ہیں سب ٹھیک اور درست ہیں جیسے عیسیٰؑ کا اترنا دجال کا ظہور۔

(۲۰) حضرت معروف کرخیؒ کا عقیدہ علامہ دمیریؒ کی کتاب حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۳۶ میں اس طرح منقول ہے: عن ابی نعیم قال سمعت المعروف

الکرخی ﷺ یقول فاوحی اللہ عزوجل الی جبرئیل علیہ السلام ان ارفع عبدی الی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے بندے کو میری طرف اٹھالاؤ۔

(۲۱) حضرت شیخ ابو علی زین الدین علی المعیری القنائیؒ نے سراج القلوب صفحہ ۲۰۰ میں نشانہائے قیامت کے زیر عنوان لکھا: قال رسول اللہ ﷺ انہا لن تقوم الساعۃ حتی ترد قبلہا عشر آیات فذکر الدخان و الدجال و الدابۃ و طلوع الشمس من مغربہا و نزول عیسیٰ ابن مریم۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دس نشان آنے سے پہلے قیامت برپا نہ ہوگی۔ دھواں، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع کرنا اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا اترنا۔

اہل تاریخ کے اقوال

(۱) مورخ ابن اثیر نے تاریخ الکامل جلد ۱ صفحہ ۱۰۹ میں تحریر فرمایا: فرفع عیسیٰ علیہ السلام الی السماء من تلک الروزنۃ بحر حضر۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اس روزن سے آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔

(۲) مورخ ابن خلدون نے تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۲۰۷ میں تحریر فرمایا: ان المہدی الاکبر الذی یخرج فی اٰخر الزمان وان عیسیٰ یکون صاحبہ ویصلی خلفہ کہ مہدی اکبر جو آخر زمان میں نکلیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی ہوں گے اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔

(۳) مورخ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ جلد ۲ صفحہ ۴۳۲)

(۴) مورخ ابن عساکر نے تاریخ مدینہ دمشق صفحہ ۲۷ میں تحریر فرمایا: ان اللہ رفعہ بجسدہ وانہ حی الاٰن و سیرجع الی الدنیا فیکون فیہا ملکا ثم یموت کما یموت الناس کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے جسدِ مبارک سمیت اٹھالیا اور وہ یقیناً ابھی زندہ ہیں اور دنیا کی طرف واپس

آ کر باد شاہت کریں گے۔ پھر دوسرے لوگوں کی طرح وفات پائیں گے۔

⑤ عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۳۱۴ میں ہے کہ مورخ ابو القاسم اندلسی نے فرمایا: قال ابو القاسم الاندلسی لاشك ان عيسٰى فی السماء و هو حی کہ اس عقیدہ میں کسی قسم کا کوئی شک شبہ نہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان میں ہیں اور وہ زندہ ہیں۔

⑥ مورخ مسعودی نے تاریخ مروج الذهب برحاشیہ ابن اثیر جلد ۱ صفحہ ۵۸ میں تحریر فرمایا: رفع الله عيسٰى و هو ابن ثلث و ثلثين سنة یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ۳۳ سال کی عمر میں اٹھالیا۔

⑦ مورخ محمد بن سعد نے طبقات کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۶ میں تحریر فرمایا: ان الله رفعه بجسده و انه حی الان و سيرجع الى الدنيا فيكون فيها ملكا ثم يموت كما يموت الناس کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ان کے جسدِ مبارک سمیت اٹھالیا اور وہ یقیناً ابھی زندہ ہیں اور دنیا کی طرف واپس آ کر باد شاہت کریں گے۔ پھر دوسرے لوگوں کی طرح وفات پائیں گے۔

⑧ مورخ خادم علی فاروقی نے تاریخ جد ولیہ صفحہ ۵۰۹ میں تحریر فرمایا: حضرت عیسٰی ؑ ۵۹۱ ہبوط آدم ؑ میں آسمان پر اٹھائے گئے۔

○ بہر حال حضرت عیسٰی علیہ السلام کے فوت ہوجانے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے "موت" کا یہ لفظ استعمال نہیں فرمایا۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (۳: ۱۸۵ و ۲۱: ۳۵) کے غیر متبدل قرآنی قانون سے مستثنٰی ہیں۔ جیسا کہ منکرین حیاتِ عیسٰی رفع عیسٰی کے قائل اہلِ اسلام پر یہ بے جا الزام تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ اہلِ اسلام میں سے کوئی بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کو كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ کے اٹل قانونِ الٰہی سے مستثنٰی نہیں سمجھتا۔ اور انھیں اس قانونِ الٰہی سے مستثنٰی سمجھنے والے کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔

۵ كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ (۵ : ۷۵)

۶ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ (۲۱ : ۸)

۷ وَ مَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ (۲۵ : ۲۰)

○ مذکورہ بالا تینوں آیات میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس میں ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت واقع ہو چکی ہے۔ مثلاً آیتِ مبارکہ كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ میں مرزا قادیانی نے یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ كَانَا صیغہ ماضی اور تثنیہ ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ماں بیٹا يَأْكُلٰنِ میں بیک وقت داخل ہیں۔ اگر ان میں سے ایک پر موت واقع ہو اور دوسرا زندہ ہے تو اس آیت کا مصداق نہیں بن سکتے۔ حالانکہ اس آیت کی ظاہر عبارت سے بھی وفاتِ عیسیٰ ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ آیت اس معنی میں نص ہے جو وفاتِ عیسیٰ کو ثابت کرنے کیلیے مسوق ہو۔ کیونکہ اہلِ اصول کے نزدیک "نص" ما سیق الکلام لا جلہ ہوتی ہے۔ یعنی جس غرض کے لیے کلام چلائی جائے اس کو "نص" کہتے ہیں۔ اور یہ آیتِ کریمہ جس غرض کے لیے چلائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے رسول تھے۔ اور یہ رسول ایسا انسان ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ منتخب کرکے تبلیغ احکام کے لیے مخلوق کی طرف مبعوث فرماتا ہے۔ "الرسول" انسان بعثه الله تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام۔

○ اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مبارکہ میں یہی ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام الٰہ نہیں، بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور اس طرح کے بہت سے رسول ان سے پہلے بھی ہو گزرے ہیں، وہ سب ایسے انسان تھے جنھیں اللہ تعالیٰ منتخب کرکے تبلیغ احکام کی غرض سے مبعوث فرماتا رہا۔ تو جب رسول ایک انسان ہی ہوا تو وہ الٰہ کس طرح ہو گیا، جبکہ وہ محتاج ہوتا ہے۔ تو لے نصاریٰ ایک رسول کو اپنا الٰہ بنالینا عقل اور نقل کے خلاف ہے۔

- اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی والدہ ماجدہ بھی کوئی عام عورت نہیں تھیں، کیونکہ وہ درجۂ ولایت کے سب سے اعلیٰ درجہ مقام صدیقیت پر فائز تھیں۔ لیکن اس کے باوجود آخر تھیں تو وہ بھی انسان جو محتاج ہوتا ہے' اور جو محتاج ہو وہ اِلٰہ نہیں ہو سکتا۔
- پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں اولوالعزم ماں بیٹا کے بارے میں فرمایا کہ وہ دونوں کھانا بھی کھایا کرتے تھے' اور یہ ان ہستیوں سے نفی الوہیت کی عقلی دلیل ہے کہ وہ تو کھانے کے بھی محتاج تھے وہ اِلٰہ اور معبود نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اِلٰہ اور معبودِ حقیقی کھانے کا محتاج نہیں۔ اب اس سے ثابت کرنا کہ یہ دونوں ایک ساتھ کھانا کھاتے تھے اور جب ان میں سے ایک مر گیا تو اس سے دوسرے کی موت بھی ثابت ہو گئی۔ یہ محض دفع الوقتی اور ٹالنے کی بات نہیں۔ بلکہ ایک بہت بڑا دھوکا ہے۔ کیونکہ :
- اول تو کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ کے ساتھ معًا یا جمیعًا کا لفظ نہیں جس سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ ہمیشہ اکٹھے ہی کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور :
- دوسرے کہ نام نہاد واقعۂ صلیب کے بعد چھ سال تک حضرت مریمؑ زندہ رہیں۔ اب اگر یہی بات سچ ہو تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر ہی جان دے دی تھی تو اس صورت میں چھ سال تک حضرت مریم کس طرح زندہ رہیں' کیا چھ سال تک انھوں نے کبھی کھانا نہیں کھایا ہوگا۔
- اگر اس کا جواب یہ ہو کہ وہ اس عرصہ میں اکیلی کھانا کھایا کرتی تھیں تو پھر مرزا قادیانی کے اس ہذیانی دعوے کی تردید ہو گئی جس میں وہ حضرت مائی مریم کی موت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔
- اسی طرح اگر عصرِ حاضر کے ان محققین کی بات کو درست مان لیا جائے جو یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر تو چڑھا دیا گیا تھا لیکن ان پر اس وقت موت واقع نہیں ہوئی تھی اور نیم مردگی کی سی حالت میں انھیں صلیب سے اتار لیا گیا تھا'

پھر علاج معالجہ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہجرت کی اور کشمیر میں پہنچ کر سکونت اختیار کی اور ایک سو بیس سال کی عمر میں آپ نے انتقال فرمایا' تو اس صورت میں بھی مرزا قادیانی کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر حضرت مائی مریم واقعۂ صلیب کے چھ سال بعد فوت ہوئیں تو اس کے بعد تقریباً اکاسی سال تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر کچھ کھائے پیے کے زندہ رہے۔ اور اگر وہ کھاتے پیتے رہے تو پھر مرزا قادیانی کا دعویٰ غلط ہوا کہ ماں اور بیٹا دونوں ہی ایک ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ کیونکہ اس کے بقول کانا یاکلان الطعام سے بیک وقت دونوں کا کھانا ثابت ہوتا ہے' اگر ان میں سے ایک بھی مرجائے تو دوسرے کا اس کے ساتھ مرنا ضروری ہے۔

○ اسی طرح جب صرف مائی مریم تھیں اور ان کے یہاں ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے' بلکہ جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھانا کھانے کے قابل نہیں ہوئے تھے اُس وقت تک مائی مریم نے بھی کبھی کچھ نہیں کھایا تھا۔ کیونکہ مرزا قادیانی کے دعویٰ سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

○ یا بالفاظ دیگر یوں کہیں کہ شاید مرزا قادیانی یہ ثابت کرنا چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تثنیہ کا صیغہ اس لیے استعمال کیا ہے کہ ماں اور بیٹا ایک ساتھ ہی پیدا ہوئے' ایک ساتھ ہی جیے اور کھاتے پیتے رہے اور پھر ایک ساتھ ہی مر گئے۔ اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ تو زیادتی ہے' مرزا قادیانی ایسا نہیں کہ سکتا' تو ہم اسے کہتے ہیں کہ وہ مرزا قادیانی کی کتاب ازالۂ اوہام میں وفات مسیح پر دلیل "پانچویں آیت" کا مطالعہ کر کے دیکھ لے کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔

○ اسی طرح وفات عیسیٰ علیہ السلام کی دلیل میں مرزا قادیانی نے یہ آیت بھی لکھی ہے: وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ۔ لیکن اس سے آگے وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ کو بھی تو پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ جو بات وہ اس آیت کے ابتدائی کلمات سے ثابت کرنا چاہتا ہے' اور جو بات کانا یاکلان الطعام سے اس نے

ثابت کی ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی دراصل یہ کہنا چاہتا تھا کہ سب کے سب ایک دم فوت ہوئے۔ کیونکہ اگر پہلی آیت میں تثنیہ کے صیغہ سے حضرت عیسیٰؑ اور مائی مریمؑ کا ایک ساتھ مرنا ثابت ہوتا ہے تو اس دوسری آیت میں جمع کا صیغہ ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے سب اجساد ایک ساتھ پیدا ہوئے' ایک ساتھ کھاتے پیتے پھرے اور پھر ایک ساتھ ہی مرگئے۔

○ اسی طرح مرزا قادیانی نے وفات عیسیٰؑ کے ثبوت میں ایک آیت یہ بھی لکھی ہے: وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ تو اس کا مطلب مرزا قادیانی کے خیال میں تو شاید یہ ہو کہ حضرت نبی کریم ﷺ سے پہلے کے تمام انبیاء کرام علیہم السلام ایک ساتھ ہی زندہ رہے' ایک ساتھ ہی کھاتے پیتے رہے' یہاں تک کہ سب انبیاء ایک ساتھ ہی فوت ہو گئے۔ لیکن کوئی ذی فہم ایسی ناقابل فہم بات نہیں کر سکتا۔ کیونکہ:

○ حضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ (مشکوۃ صفحہ ۳۲۰) یعنی جب ایک نبی وفات پا جاتا تھا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آ جاتا تھا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اور تمام انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام انسان ہی تھے وہ کھاتے پیتے بھی تھے اور پھر ان میں سے جب کوئی نبی فوت ہو جاتا تو ظاہر ہے اس کا کھانا پینا بھی ختم ہو جاتا تھا۔

○ لیکن مرزا قادیانی کی طرح کبھی کسی نے یہ نہیں سمجھا کہ چونکہ قرآن مجید میں لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ صیغہ جمع کا آیا ہے اس لیے اگر ایک کا کھانا ختم ہوا تو سب اس کے ساتھ کھانے سے ہاتھ دھو بیٹھے' یعنی جب ایک نبیؑ مرگیا تو سب پر موت طاری ہو گئی۔ اسی طرح کانا یاکلان الطعام میں بھی مائی مریمؑ کی وفات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہرگز ثابت نہیں کی جا سکتی۔

○ نیز یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہر انسان اپنی زندگی میں مختلف انواع و اقسام کی خوراک استعمال کرتا ہے۔ یعنی بچپن میں اپنی ماں کا دودھ پیتا ہے پھر

جوں جوں وہ بڑا ہوتا جاتا ہے اس کی خوراک میں تبدیلی آتی رہتی ہے۔ پھر جب انسان کامل جوانی کی عمر کو پہنچتا ہے تو مکمل ٹھوس غذا کھاتا ہے۔ اور جب بوڑھا ہوتا ہے تو اس وقت جوانوں جیسی غذا نہیں کھا سکتا' اور اسے نرم و زود ہضم خوراک دی جاتی ہے۔ لیکن خوراک کی اس تبدیلی سے کوئی مر تو نہیں جاتا۔ اسی طرح بیماروں کی خوراک تندرست لوگوں سے مختلف ہوتی ہے۔ طبیب اس کے لیے جو غذا تجویز کرتے ہیں اس سے مریض کو مارنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ اصلاح مقصود ہوتی ہے۔ نیز خوراک کا استعمال انسان کی زندگی کے لیے شرطِ دائمی نہیں ہے اور نہ ہی علت اور سبب ہے۔ بلکہ یہ ایک عادتِ عرفیہ ہے کہ انسان عموماً تین وقت کھانا کھاتا ہے۔ بعض لوگ دو وقت اور بعض صرف ایک وقت ہی کھانا کھاتے ہیں۔

○ اسی طرح بعض لوگ ایک وقت میں اتنی خوراک کھا کر ہضم کر لیتے ہیں جتنی کہ عام طور پر چار پانچ آدمیوں کی خوراک ہوتی ہے اور اس کے برعکس بعض لوگ بہت معمولی خوراک کھا کر بھی زندہ رہتے ہیں۔ اسی طرح بعض مریضوں کو خون کی نالیوں کے ذریعے مصنوعی طریقے سے غذائی اجزاء پانی میں شامل کر کے استعمال کرائے جاتے ہیں اور اس کا کھانا پینا بالکل بند کر دیا جاتا ہے' اور اسی حالت میں وہ مریض کئی کئی سال تک زندہ رہتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ انسان کی زندگی کے لیے کھانا شرطِ دائمی نہیں۔ بلکہ عادتِ عرفیہ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو خرقِ عادت پر بھی قادر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کئی خرقِ عادت امور انبیاءؑ و اولیاءؒ کے ہاتھوں ظاہر فرماتا ہے۔ مثلاً:

① حضرت صالح علیہ السلام کی دعا سے پتھر کی سنگلاخ چٹان میں سے گابھن اونٹنی کا نکلنا۔

② حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کو ٹھنڈا کرنا۔

③ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں عصا کا سانپ بن جانا۔ وغیرہا۔

④ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف رضی اللہ عنہم کو کھانے پینے اور رفع حاجت کے

بغیر تین سو نو (۳۰۹) سال تک سلائے رکھا۔ اس طرح اصحاب کہف تین صدیوں سے بھی زیادہ عرصہ کچھ کھائے بغیر رہے ہیں۔ بلکہ زندہ ہی رہے۔

⑤ اسی طرح خرقِ عادت کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا تھا' جس کا اعتراف خود مرزا قادیانی نے بھی کیا ہے۔ (دیکھیے: تحفہ التشریٰ صفحہ ۱۳۶ و چشمۂ معرفت صفحہ ۹۶ و خطبۂ الہامیہ صفحہ ۴۴ تا ۵۰ و مواہب الرحمٰن صفحہ ۷۷ و ۸۷ و البدر جلد ۱ شمارہ ۱۰ صفحہ ۷۵ و جلد ۲ شمارہ ۱۶ صفحہ ۱۲۲ و جلد ۲ شمارہ ۲۰ صفحہ ۳ و الحکم جلد ۹ شمارہ ۴۲ صفحہ ۲۱ و جلد ۵ شمارہ ۲۳ صفحہ ۱۱ و جلد ۵ شمارہ ۱۴ صفحہ ۵ و ۶ ڈائری ۱۹۰۱ء صفحہ ۳۶ و ۳۷)

⑥ اسی طرح خرقِ عادت کے طور پر اپنی قدرت کاملہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ مع روح و جسد کے آسمان پر اٹھالیا' اور پھر وہاں انھیں کسی قسم کی خوراک کے بغیر بھی زندہ رکھ سکتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی غذا کا انتظام فرمایا ہے۔ مرزا قادیانی نے ازالۂ اوہام جلد ۲ صفحہ ۳۳۲ میں آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کھانے اور پیشاب پاخانے کا گستاخانہ ذکر کیا ہے۔ لیکن اس گستاخ رسولؐ کو اتنا معلوم نہیں ہوسکا کہ اہلِ سماء کی غذا کیا ہوتی ہے۔

اہلِ سماء کی غذا

① حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: رفعه الی السماء فهو فيها يسبح مع الملئكة (مصنف ابن ابی شیبۃ جلد صفحہ) اور یہی تسبیح و تقدیس وہاں اس وقت ان کی غذا ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت حافظ ابن قیم جوزیہ حنبلیؒ نے کتاب التبیان طبع قدیم صفحہ ۴۲ و طبع جدید صفحہ ۷۳' اور ہدایۃ الحیاری مع ذیل الفارق طبع مصر صفحہ ۴۳ میں فرمایا: هذا المسيح ابن مريم حى لم يمت و غذاؤه من جنس غذاء الملئكة کہ یہ مسیح ابن مریم علیہ السلام زندہ ہیں' ان کی وفات نہیں

ہوئی اور ان کی غذا فرشتوں کی غذا کی قسم میں سے ہے۔ اور فرشتوں کی غذا تسبیح و تقدیس ہے۔ چنانچہ :

○ سیدہ اسماء بنت یزید بن السکن انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دجال آئے گا تو سخت قحط پڑے گا اور دجال اور اس کے متبعین کے سوا کسی کے پاس سے روٹی نہ مل سکے گی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معصوم زبان مبارک سے یہ بات سن کر حضرت اسماءؓ نے دریافت کیا کہ ہم لوگوں کو تو جب تک روٹی نہ ملے صبر نہیں کر سکتے تو اس وقت مومن بغیر روٹی کے کس طرح زندہ رہیں گے۔ اس پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یجزئھم ما یجزئ اھل السماء من التسبیح والتقدیس (مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۷) یعنی تسبیح و تقدیس جو اہل سماء کی غذا ہے وہی مومنوں کو کافی ہوگی۔ نیز :

○ ابوداؤد طیالسی صفحہ ۲۲۷ میں ہے: فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ یکفی المؤمن یومئذ ما یکفی الملئکۃ قالوا فان الملئکۃ لا تاکل ولا تشرب ولکنھا تقدس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طعام المؤمنین یومئذ التسبیح۔ یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن (یعنی ان دنوں میں) مومنین کیلیے صرف وہی غذا کافی رہے گی جو ملائکہ کو کافی ہوتی ہے۔ اس پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ فرشتے تو کھاتے پیتے نہیں، وہ تو محض اللہ تعالیٰ کی تقدیس بیان کرتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی اس بات پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس ان دنوں مومنین کی غذا بھی صرف وہی تسبیح ہوگی۔

○ اس سے معلوم ہوا کہ اہل سماء کی غذا اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس ہے، جس کے لیے نہ تو دنیوی کھانے کی ضرورت ہے اور نہ پاخانے کی۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے گستاخانہ انداز میں لکھا ہے۔ اور شاید اسی گستاخی کے باعث اُس کی موت بھی "پاخانوں" میں ہی ہوئی۔

○ بہرحال صرف تسبیح و تقدیس یعنی غذائے سماوی سے انسان کا زندہ رہنا خرقِ عادت ہے۔ جس کا اظہار انبیاءِ کرام علیہم السلام سے ہو تو اسے "معجزہ" کہا جاتا ہے۔ اور اگر اولیاء اللہ سے ظاہر ہو تو اسے "کرامت" اور عام مومنین سے ظاہر ہو تو اسے "معونت" کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کوئی خرقِ عادت کام اگر کسی کافر سے ظاہر ہو تو اسے "استدراج" کہتے ہیں۔ اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں' اس لیے ان کا آسمان پر بغیر کھائے پیے زندہ رہنا "معجزہ" کہلائے گا۔

○ حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے الیواقیت و الجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۹۱ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے اور پھر زمین پر اتر آنے تک بغیر کچھ کھائے پیے کے آسمان میں ٹھہرنے کی کیفیت کا ادراک کرنے سے عقل قاصر ہے۔

○ حضرت امام رضی الدین حسن بن الحسن صغانی رحمۃ اللہ علیہ نے مشارق الانوار طبع مصر صفحہ ۱۱۰ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان میں اس زمینی غذا کے کھائے پیے بغیر زندہ موجود ہیں۔

○ اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک خاص معجزہ ہے' جیسا کہ دوسرے انبیاءِ کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات میں سے ایک ایک معجزہ ایسا ہوتا ہے جو ان کی خصوصیت ہوا کرتی ہے۔

۸ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (۵ : ۷۵ و ۳ : ۱۴۴)

○ مرزا قادیانی نے اس آیت کو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کرنے کے لیے بطورِ دلیل کے پیش کیا ہے۔ ہم اس سے پہلے اس کا صحیح مفہوم لکھ چکے ہیں۔ مزید یہ کہ "خلا" کے معنی "موت" نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر "خلا" کے معنی "موت" ہی ہوں تو اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (۳۵ : ۲۴) کا مطلب کیا ہوگا۔ جبکہ اس کا معنی ہے کہ کوئی بھی امت ایسی نہیں ہوئی جس

میں کوئی نہ کوئی خبردار کرنے والا نہ گزرا ہو۔

○ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ (۷: ۳۸) یعنی اللہ تعالیٰ ان کو حکم دے گا کہ جنوں اور انسانوں میں سے دوسری کافر امتیں جو تم سے پہلے ہو گزری ہیں تم بھی ان ہی میں شامل ہو کر دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔

خلت کا معنی

○ اس آیت میں بھی بالکل اسی طرح قَدْ خَلَتْ کا لفظ موجود ہے جس طرح آیت بالا میں آیا ہے۔ لیکن اس کے معنی مانت نہیں ہیں اور نہ ہی یہاں یہ معنی موزون ہے۔ بلکہ اس مقام پر تو مرزا قادیانی کا بیٹا اور اس کا خلیفہ مرزا بشیر بھی عاجز ہو کر خلت کا معنی موت نہ کر سکا۔ شاید اسے اس کا معنی موت کرتے ہوئے "موت" نظر آتی تھی۔ تبھی تو اس نے اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے: "جاؤ جا کر آگ میں ان اُمتوں کے ساتھ شامل ہو جاؤ جو تم سے پہلے جنوں اور انسانوں میں سے گذر چکی ہیں۔" (تفسیر صغیر از مرزا بشیر جلد ۱ صفحہ ۳۱۴)

○ اب مرزا بشیر کا یہ قول سراسر غلط ثابت ہو گیا جس میں وہ لکھتا ہے کہ: "خلا کے معنی وفات پانے کے ہیں۔ یہ آیت وفات مسیح پر دلالت کرتی ہے۔" کیونکہ "خلا" کے حقیقی معنی (اصل موضوع لہ) اگر خلو سے ہو تو گزرنا اور اگر خلاء سے ہو تو خلوت میں ہونا اور اکیلے ہونا ہیں۔ (دیکھیے کتب لغت) البتہ "موت" کے معنوں میں مجازاً "خلا" کا استعمال ہوتا رہتا ہے۔ جیسا کہ حضرت امام عربیۃ جار اللہ ابو القاسم محمود بن عمر زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے اساس البلاغۃ صفحہ ۱۷۴ میں تحریر فرمایا ہے۔

○ نیز جہاں لفظ "خلا" اپنے مجازی معنی "موت" کے لیے استعمال ہوتا ہے تو وہاں اس کے لیے قرینہ صارفہ ضرور موجود ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابو تمام حبیب بن اوس طائی نے دیوان حماسہ صفحہ ۲۲ میں عہد جاہلیت کے شاعر

السموئل بن عادیا الوفا کا یہ شعر تحریر کیا ہے۔

اذا سید منا خلا قام سید　　قئول لما قال الکرام فعول

○ یعنی جب ہمارا کوئی سردار مرجاتا ہے تو دوسرا سردار اس کے قائم مقام ہوجاتا ہے جو کہ شرفاء کے اقوال و اعمال کا حامل ہوتا ہے۔

○ اور جہاں حقیقی معنی نہ متعذر ہوں نہ مہجور بلکہ مستعمل ہوں تو اس جگہ حقیقی معنی ہی مراد لیے جاتے ہیں۔ یعنی "ہو گزرے ہیں"۔ (دیکھیے جلالین صفحہ ۶۹ تفسیر مدارک برخازن جلد۱ صفحہ ۱۸۱، بحر محیط جلد ۲ صفحہ ۶۸، معالم التنزیل جلد۱ صفحہ ۲۹۳، تفسیر جامع البیان صفحہ ۱۸، مختصر ابن کثیر جلد۱ صفحہ ۱۳۲ و ۱۳۴۔ خلت بمعنی سلفت۔ جلالین صفحہ ۱۸)

خطبۂ صدیقی کا صحیح مفہوم

○ اور اگر بالفرض یہاں خلت بمعنی موت ہی ہوتا تو مفسرین عظام میں سے کوئی نہ کوئی تو یہ معنی ضرور لکھتا، لیکن کسی نے بھی یہ معنی نہیں لکھا، جبکہ امیرالمومنین سیدنا امام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وہ خطبۂ مبارکہ بھی ان کے پیش نظر تھا جو انھوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔ اور وہ خوب اچھی طرح سمجھتے تھے کہ یہاں قد خلت کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس وقت انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کوئی ایک بھی اس دنیا میں موجود نہیں ہے۔ اور وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں جو زمانہ قرب قیامت میں دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت جو رفع و نزول عیسیٰ سے متعلق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نقل فرماتی ہے ان میں سے اکثر صحابۂ کرام نے امیرالمومنین سیدنا امام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ کو سنا لیکن کسی نے بھی قد خلت کا معنی ماتت نہیں سمجھا، ورنہ کوئی تو یہ کہتا کہ اے امیرالمومنین! ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو زندہ ہیں اور آپ خلاف واقعہ یہ

فرمایا ہے کہ تمام رسول فوت ہو چکے ہیں۔

○ اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ صحابہ کرامؓ خلت کا معنی ماتت ہی سمجھتے تھے اور حضرت امیرالمومنینؓ کا مطلب بھی یہی تھا تو پھر ان صحابہ کرامؓ نے رفع و نزولِ عیسیٰؑ کی جو روایات بیان فرمائی ہیں اور خصوصاً وہ ارشاداتِ نبویؐ جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمانوں پر تسبیح و تقدیس کا ذکر ہے تو ان کا مطلب کیا ہوگا۔

۹ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ (۲ : ۱۳۴ و ۲ : ۱۴۱)

○ اس آیتِ مبارکہ میں بھی قد خلت کا معنی موت نہیں ہے۔ گزشتہ آیت کے ذیل میں اس کا جواب دیا جا چکا ہے۔

۱۰ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ (۲۱ : ۳۴)

○ اس آیت کو بھی وفاتِ مسیحؑ کی دلیل سمجھ کر مرزا قادیانی نے اپنے زعم میں بڑا تیر مارا ہے۔ حالانکہ اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ ان مشرکین و معاندین کے ایک وہم کا جواب دے رہے ہیں۔ جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے متعلق یہ خیال کرکے خوش ہو رہے تھے کہ بس تھوڑے دنوں کی بات ہے، جب یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیں گے، تو ہم سکھی ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین و معاندین کا جواب اس طرح دیا کہ ہر ذی حیات کے لیے موت لازمی ہے، خواہ جلد ہو یا طویل ترین مدت کے بعد۔ اور یہ بات بالکل برحق ہے، اس بات کا کوئی بھی منکر نہیں ہے۔

○ اور ہم مسلمان اگر اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ مانتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ ابدالآباد ہمیشہ ہی زندہ رہیں گے بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے تو کچھ مدت وہ زمین پر رہ کر دوسرے لوگوں کی طرح وفات پائیں گے اور مسلمان انھیں غسل دیں گے، کفن دیں گے، ان پر جنازہ پڑھیں گے اور پھر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس مدینہ منورہ

میں دفن کریں گے۔ (دیکھیے تفسیر ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۰۳ و تاریخ کبیر از امام بخاری قسم اول جلد ا صفحہ ۲۶۳ و تاریخ مدینۃ دمشق صفحہ ۲۷ و جمع الوسائل جلد مصر صفحہ ۵۲۲۔ بروایت سیدنا حضرت عبداللہ بن سلامؓ و سیدنا حضرت عبداللہ بن عباسؓ و حضرت ابن زیدؒ)

○ بہرحال اس آیت کریمہ کو اپنے عموم پر ہی رکھا جائے گا۔ اس لیے اس کو وفاتِ عیسیٰؑ کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

۱۱ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا (۱۹ : ۳۱)

○ اس آیتِ مبارکہ سے بھی ممات عیسیٰ والا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس آیتِ مبارکہ کا مطلب صرف اتنا ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں تب تک اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ لیکن اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اب جبکہ میں ماں کی گود میں ہوں اس وقت بھی نماز پڑھوں اور زکوٰۃ ادا کروں' حالانکہ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بحکم الٰہی اپنی معصوم زبان مبارک سے یہ کلام فرمایا تھا اس وقت ان میں نماز پڑھنے کی صلاحیت ہی نہیں تھی۔ کیونکہ دودھ پیتا گود کا بچہ نماز پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا' اور نہ ہی اس عمر میں وہ پیسے ٹکے کے مالک تھے کہ زکوٰۃ ادا کرتے۔ البتہ آپؑ کا ماں کی گود میں بولنا خرقِ عادت ہے' جو نبوت ملنے سے پہلے کسی نبی سے صادر ہو تو اسے "ارہاص" کہتے ہیں۔

○ خیر یہ تو اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول تھے۔ غیر نبی و غیر رسول بھی نابالغی کے دور میں نماز کا مکلف نہیں ہوتا' بلوغت کے بعد ہی اس پر نماز فرض ہوتی ہے۔ پھر اس کا بھی مختلف حالات میں مختلف حکم ہوتا ہے۔ مثلاً:

○ حالتِ اقامت میں نماز پڑھنے کا جو حکم ہے' حالتِ سفر میں وہ حکم نہیں۔

○ اسی طرح حالتِ صحت میں نماز پڑھنے کا جیسا حکم ہے' مرض میں وہ حکم نہیں۔

○ نیز اسی روئے زمین پر بعض مقامات ایسے ہیں جہاں رات نہیں ہوتی۔ مثلاً بلغار وغیرہ میں عشاء کی نماز کا وقت نہ ہونے کی وجہ سے عشاء کی نماز ساقط

ہے۔ بلکہ اگر دوسرے علاقے کا باشندہ اس علاقہ میں چلا جائے جہاں عشاء کا وقت نہیں ہوتا تو وہ عشاء کی نماز نہ پڑھے گا' بلکہ واپس اپنے علاقے میں آکر قضاء بھی نہیں۔ کیونکہ نماز موقت ہے۔ جب وقت نہیں تو نماز بھی نہیں۔ اور وقت کا تعلق سورج کے طلوع و غروب سے ہے' اور جہاں سورج ہے ہی نہیں وہاں کونسا وقت اور کونسی نماز۔

○ اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں' جہاں سورج نہ بجھنے کی وجہ سے دن رات بھی نہیں ہیں' وقت ہمیشہ ایک جیسا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس حال میں وہاں تشریف لے گئے تھے اسی حالت میں واپس تشریف لائیں گے۔ چنانچہ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پالے تو انھیں میرا سلام کہے۔ اور پھر ان کی علامت بتلاتے ہوئے فرمایا: فانہ شاب وضیئ احمر کہ وہ جوان اور نہایت صاف ستھرے' پاکیزہ اور خوبصورت سرخ رنگ کے ہوں گے۔

○ بہرحال آسمان پر دن رات میں وقت کی تقسیم نہیں' اس لیے وہاں کوئی نماز نہیں۔ البتہ وہ نماز کی بجائے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل میں ضرور مشغول رہتے ہیں۔ جیسا کہ فقہاء کرامؒ نے لکھا ہے کہ ایام حیض و نفاس میں عورت کو چاہیے کہ وہ نماز کے بدلے جانماز پر بیٹھ کر تسبیح و تہلیل کرتی رہا کرے' تاکہ عادت قائم رہے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ قیام آسمان کے دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل ہی نمازوں کی قائم مقام ہو۔ البتہ از روئے احادیث مبارکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تسبیح و تقدیس تو بہرحال کرتے ہیں' جو ان کے لیے غذا کے قائم مقام ہے۔

○ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح مسافر کو دو رکعتیں معاف ہو جاتی ہیں ایسے ہی زمینی مسافر جب آسمان پر پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نماز میں تخفیف

کرکے صرف بیان تسبیح و تہلیل کو اس کا قائم مقام کر دیا ہو۔

- بہرحال یہ سب امکانی صورتیں ہیں۔ لیکن جس وقت زمانہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اس زمین پر تشریف لائیں گے تو اس وقت بدستور سابق شریعت محمدیہ ﷺ کے موافق پنجگانہ نمازیں ادا فرمایا کریں گے۔ کیونکہ :
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے : لَوْ كَانَ مُوسٰى حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا اتِّبَاعِي کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی حیات ہوتے اور میری بعثت کے بعد تشریف لاتے تو میری پیروی کے بغیر انھیں بھی کوئی گنجائش نہ ہوتی۔
- اسی طرح زکوٰۃ کے لیے صاحب نصاب اور غنی ہونا شرط ہے۔ اور اگر کوئی شخص صاحب نصاب نہیں ہے تو اس پر زکوٰۃ بھی نہیں ہوگی' تو اس آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ میں صاحب نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ بھی دیا کروں گا۔ نیز جس طرح زکوٰۃ دینے والے کا صاحب نصاب ہونا شرط ہے اسی طرح زکوٰۃ لینے والے کا مستحق اور حاجت مند ہونا بھی شرط ہے۔ اگر زکوٰۃ لینے والا حاجت مند نہیں تو اسے زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔
- اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں قیام پذیر ہیں جہاں کوئی پیسہ ٹکا نہیں' اور نہ کوئی حاجتمند ہے۔ کیونکہ وہاں تو فرشتے ہیں جو مال دنیا سے مستغنی ہوتے ہیں' اس لیے اب زکوٰۃ دینے اور لینے کا کوئی مطلب نہیں۔
- اس آیت مبارکہ میں زکوٰۃ دینے کا مطلب یہ ہے کہ جب آپؑ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے اور وہ صاحب نصاب بھی ہوں تو زکوٰۃ ادا کیا کریں گے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس زمین پر مال دنیا سمیٹنے کے لیے تو تشریف لائیں گے نہیں' تو اس آیت کریمہ کا صحیح مطلب یہ ہوگا کہ وہ دولتمند اور صاحب نصاب لوگوں کو زکوٰۃ دینے کا حکم فرمائیں گے۔
- بہرحال اس آیت مبارکہ سے وفات عیسیٰؑ کا اثبات کرنا محض دھوکہ اور سینہ زوری ہے۔

وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا۔ (۱۹ : ۳۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول بھی "ارہاص" کے طور پر شیر خوارگی کے زمانہ میں ماں کی گود کا ہے۔ اور اس فرمانِ ذی شان کا مطلب یہ ہے کہ میری پیدائش کے وقت بھی مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سلامتی رہی اور میرے مرنے اور قیامت کے روز دوبارہ جی اٹھنے کے وقت بھی مجھ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہی رہے گی۔

○ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمانۂ شیر خوارگی میں دراصل اہل کتاب یہودیوں کو اس بات پر مطلع فرمایا تھا کہ جس طرح میری ولادت خلاف عادت ہوئی تھی اسی طرح جب میری نبوت کے منکر یہودی مجھے گرفتار کرکے قتل کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ مجھے ان کے ہاتھوں گرفتار اور ذلیل و خوار ہونے سے بھی بچائے رکھے گا، جیسا کہ یہودیوں کی یہ پرانی عادت چلی آرہی ہے کہ انبیاء کرام پر طرح طرح کے بہتان لگا کر انھیں قتل کر دیا کرتے تھے۔ اس لیے میری پیدائش کی طرح میری موت بھی خلاف عادت اس طرح ہوگی کہ جب منکرین مجھے قتل کرنے کی غرض سے گرفتار کرنے کے لیے بلوہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ مجھے مع روح و جسد کے آسمان پر اٹھالے گا اور پھر زمانہ قرب قیامت میں دوبارہ مجھے زمین پر لوٹائے گا۔ اور پھر جب اسے منظور ہوگا تو سلامتی کے ساتھ مجھے موت دے گا۔ اور اس کے بعد جب قیامت میں سب لوگوں کو زندہ کیا جائے گا تو اس وقت بھی خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سلامتی کے ساتھ مجھے زندہ کیا جائے گا۔

○ نیز اَلسَّلٰمُ کے لفظ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھائے جانے کی وجہ سے انھیں لعنتی قرار دیتے ہیں اُن کے اس بے ہودہ قول کا رد ہو جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب صلیب کے قریب ہی نہیں گئے اور نہ انھیں یہودی گرفتار کرسکے تو وہ لعنتی کیونکر ہوگئے۔ انھیں تو سلامتی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا۔

اور لعنت کے مستحق تو وہ لوگ ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر چڑھائے جانے کا جھوٹا قصہ بیان کرتے ہیں' خواہ وہ صلیب پر ان کے مرنے کا قول کریں' یا یہ کہیں کہ وہ صلیب سے زندہ ہی اتار لیے گئے تھے۔ جو کوئی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھائے جانے کا قائل ہے وہ قرآن مجید کی اس آیت کی رو سے لعنت کا مستحق ہے۔

○ اناجیل اربعہ میں مکار یہودیوں نے ایک فرضی یسوع کو گرفتار کرنے کے بعد جس طرح اس کی درگت بنانے اور صلیب پر چڑھانے کا واقعہ لکھا ہے کسی طرح بھی شائستگی سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر واقعی یہودیوں نے کسی شخص کو پکڑ کر صلیب پر چڑھایا تھا تو وہ واقعتاً کوئی اور شخص تھا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز نہیں تھے۔

○ یاد رہے کہ اس آیت مبارکہ میں صراحتاً موت کا لفظ موجود ہے' جو حیات کے مغایر ہے' اور اس سے وہی موت مراد ہے جو بعد از نزول ان پر واقع ہوگی' یہاں توفی کا لفظ نہیں ہے جس کا صحیح معنی ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں ابتداء اور پھر انتہاء کا ذکر ہے اور درمیانی حالت جو ان دونوں یعنی پیدائش اور موت کے درمیان ہے یعنی توفی و رفع آسمانی تو وہ خود بخود اس کے ضمن میں آگئی۔ جیسے:

○ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (۲ : ۸) میں ابتداء و انتہاء کا ذکر ہے۔ درمیان میں تمام ایمانیات ضمناً آگئے یعنی وہ لوگ رسولوں' کتابوں' ملائکہ اور تقدیر پر بھی ایمان کا زبانی دعویٰ کرتے تھے۔

○ بہرحال اس آیت سے مرزا قادیانی کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔

۱۳ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ۔۔۔ (۲۲ : ۵)

○ مرزا قادیانی نے اس آیت مبارکہ سے بھی وفات عیسیٰ پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ اس آیت مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم میں سے بعض عمر طبعی

سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں اور بعض عمرِ طبعی کو پہنچتے ہیں' یہاں تک کہ ارذلِ عمر کی طرف رد کیے جاتے ہیں اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے کہ بعد علم کے نادان محض ہو جاتے ہیں۔ اور شک نہیں کہ اس آیت میں عادت اللہ کا ذکر ہے۔ لیکن مرزا قادیانی نے اسے سُنّت اللہ قرار دے کر سادہ لوح عوام کو دھوکے سے اپنا دعویٰ منوانے کی کوشش کی ہے۔

○ حالانکہ اس کا یہ دعویٰ سراسر باطل ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب حکم الٰہی سے آسمان پر تشریف لے گئے تو اس وقت ان کی عمر ۳۳ سال تھی' اور اب بھی وہ ۳۳ سال کے نوجوان ہی ہیں۔ کیونکہ آسمان پر جا کر حالت متغیر اور تبدیل نہیں ہوتی۔ اگر جوان آدمی وہاں پہنچ گیا تو اب چاہے دس ہزار زمینی سال گزر جائیں وہ جوان ہی رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو ہم تک پہنچانے والے سب سے بڑے محدث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے اگر کسی کی ملاقات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہو جائے تو انھیں میرا سلام کہنا۔ اور پھر ان کی علامت بتلائی : فانه شاب وضیئ احمر کہ وہ جوان اور نہایت صاف ستھرے پاکیزہ اور خوبصورت سرخ رنگ کے ہوں گے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۷)

○ اور ظاہر ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و فرمودات کی روشنی میں ہی یہ بات ارشاد فرمائی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان میں پہنچنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول تک ان کے جسم اطہر میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوگا۔ اور جب آپ زمین کی طرف نزول فرمائیں گے تو ۳۳ سالہ جوان ہی ہوں گے۔ پھر پینتالیس سال کی عمر پا کر یعنی ادھیڑ عمر میں وفات پائیں گے۔ یعنی ارذلِ عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہو جائیں گے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۰)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارذل یعنی ناکارہ عمر کی نشانی بھی بتلائی ہے :

○ کَیْلَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئًا (۱۶ : ۷۰ و ۲۲ : ۵) کہ اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ سب کچھ جانتے بوجھنے کے بعد پھر سے لاعلم و انجان ہو جاتا ہے۔ اور عموماً یہ حالت اسی سال کے بعد آتی ہے۔ چنانچہ :

○ کفایۃ المتحفظ صفحہ ۲۲ میں ہے کہ ۵۰ کے بعد ۸۰ سال تک انسان "شیخ" ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد "ھِمّ" ہو جاتا ہے۔ پھر جب بڑھاپے کی وجہ سے اس کی عقل جاتی رہتی ہے تو اسے "خَرِف" کہتے ہیں۔ اور اسی کو اللہ تعالیٰ نے ناکارہ عمر قرار دیا ہے۔ جبکہ "کہل" میں عقل نہایت پختہ ہوتی ہے۔ جو کہ امام اللغۃ ابو منصور ثعالبی کے بقول ۴۰ سے ۶۰ سال تک آتی ہے۔ اور اس سے پہلے تیس سے چالیس سال تک کے جوان آدمی کے لیے "شاب" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ (دیکھیے فقہ اللغۃ باب ۱۴ صفحہ ۹۰)

○ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جس وقت اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا فریضہ سونپا تو اس وقت آپؑ تیس سالہ "شاب" یعنی جوان تھے۔ اور اسی جوانی کے عالم میں بعمر ۳۳ سال آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا پھر جب وہ اس زمین پر دوبارہ تشریف لائیں گے تو وہی ۳۳ سال کی عمر ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ چالیس سالہ "کہل" یعنی ادھیڑ عمر کے آدمی ہو جائیں گے تو اس وقت بھی لوگوں کو حضرت نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق دعوت و تبلیغ کریں گے اور (یُکَلِّمُ النَّاسَ) کَهْلًا کا مطلب یہی ہے۔ جیسا کہ حضرت حسن بن فضل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ (دیکھیے تفسیر خازن صفحہ ۲۲۹)

۱۲ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ (۲ : ۳۶)

○ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک معین وقت تک تمھیں زمین میں ٹھہرنا اور فائدہ حاصل کرنا ہے۔ مرزا قادیانی نے اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت اور نفی رفع الی السماء پر استدلال کیا ہے۔ لیکن یہ

بھی ایک مغالطہ ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو زمین کے کسی پہاڑی یا میدانی علاقہ کو اپنا مستقر بنائے رکھنا اور اس سے آگے پیچھے نہ ہونا تو ضروری نہیں۔ کیونکہ:

- ○ ہوائی جہاز کا مسافر زمین سے ہزاروں فٹ بلند پرواز کرتا ہے' بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اب تو ہزاروں بلکہ لاکھوں میل کی بلندیوں پر لوگ پہنچ جاتے ہیں۔ کرۂ ارضی سے لاکھوں میل دُور چاند پر بھی جھنڈے گاڑ آئے ہیں' اور ان میں قوتِ ایمانی کا جو حال ہے اسے بھی سب جانتے ہیں' اور مرزا قادیانی کہتا ہے کہ تیس چالیس ہزار فٹ سے آگے کوئی انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور اپنے اسی دقیانوسی خیال سے اس نے یہ تصور کر لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر جا ہی نہیں سکتے۔ حالانکہ جو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے کنواری غیر ممسوسہ کے بطن سے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ انھیں کفار یہودیوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھنے کے لیے آسمان پر اٹھا لے جانے پر بھی قادر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کفر ہے۔
- ○ نیز ہمارے ہادی و رہبر محبوب الٰہی نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آسمانوں سے کہیں اوپر تک ہو آئے تھے' جنت و دوزخ کا مشاہدہ بھی کیا تھا' اور اس پر تمام مسلمان متفق ہیں' یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے۔ البتہ:
- ○ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جس روحانی معــــراج کا ذکر فرماتی ہیں وہ مدنی دور کا واقعہ ہے' جبکہ جسمانی معراج کا واقعہ مکی دور میں پیش آیا تھا' جو ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔
- ○ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے آسمان پر تشریف لے گئے اور وہاں عارضی قیام فرما کر واپس اسی زمین پر تشریف لائیں گے' زمینی حساب سے خواہ دس بیس ہزار سال بیت جائیں مگر آسمان پر رہنے سے ان میں کچھ تغیر واقع نہ ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آپ کی پہچان بتائی گئی ہے: فانہ شاب۔ پھر جب وہ زمین پر تشریف

لائیں گے تو وہی ۳۳ سال کے جوان ہوں گے پھر اپنی عمر کے پنتالیس سال پورے کر کے ایام کہولت میں وفات پائیں گے۔ اور حضرت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے پاس دفن کیے جائیں گے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے۔

○ اور منطقی اصطلاح میں اس طرح کہنا چاہیے کہ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ قضیہ مطلقہ عامہ موجبہ ہے۔ جس میں حکم اس طرح کا ہوتا ہے کہ نسبت محمول کی موضوع کی طرف بالفعل متحقق ہو۔ یعنی فی الجملہ۔ اور یہ قضیہ دائمہ مطلقہ نہیں کہ جس میں نسبت محمول کی موضوع کی طرف دائمی ہوتی ہے۔ یعنی جب تک ذات موضوع کی موجود ہے۔ کیونکہ یہاں کوئی جہت مذکور نہیں' نہ ضرورۃ نہ دوام نہ کوئی اور۔

۱۵ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ (۳۶ : ۶۸)

○ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ جس شخص کی عمر ہم زیادہ کر دیتے ہیں تو ہم اس کو طبعی حالت میں الٹا کر دیتے ہیں۔ یعنی جب کسی کو زیادہ بوڑھا کر دیتے ہیں تو اس کی خلقت یعنی حسی قوتیں' دیکھنے اور سننے کی طاقت' سوچنے سمجھنے اور بولنے کی طاقت۔ حتیٰ کہ اس کے حسن و جمال اور چہرے کی بناوٹ وغیرہ میں بھی تغیر پیدا کر دیتے ہیں' بوڑھا بھی بچوں کی طرح نازک مزاج اور جوانوں کے سہارے کا محتاج ہو جاتا ہے۔

○ جب اس قسم کا تغیر اور حواس و اعضاء میں انقلاب مشاہد ہے اور دیکھا جاتا ہے کہ آدمی سب کچھ جانتے کے بعد پھر سے انجان ہو جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ذی شان بالکل برحق ہے' اور جو شخص اس فرمان الٰہی کو ماننے سے انکار کرے وہ کافر ہے۔

○ لیکن اس کے باوجود یہ آیت مبارکہ وفات مسیح کی دلیل نہیں بن سکتی۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۳۳ سال کے عالم شباب میں زمین سے آسمان پر

اٹھائے گئے، اور ہزاروں زمینی سال گزرنے کے بعد جب وہ دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے تو ان کی عمر وہی ۳۳ سال ہوگی۔ اور پھر وہ یہاں حکومت بھی کریں گے اور شریعتِ محمدیہ کی تبلیغ بھی فرمائیں گے۔ حتی کہ وہ کہولت کی عمر تک پہنچ جائیں گے اور بوڑھے ہونے سے پہلے عالمِ کہولت میں ہی فوت ہوں گے۔

○ نیز اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لیے زندگی کی جو حد مقرر فرمائی ہے اس پر کسی کو بھی مطلع نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی کسی کو یہ بتلایا ہے کہ انسان اپنی زندگی کے فلاں سال میں عقل کو خیرباد کہ کر بچوں کی سی حرکتیں کرنے لگتا ہے اور پھر فلاں معین سال میں فوت ہوجاتا ہے۔ کیونکہ:

○ انسانی تاریخ میں ایسے لاتعداد لوگ موجود ہیں جن کو طوالتِ عمر کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے عزت و شہرت اور فہم و فراست بھی عطا فرمائی ہے۔ اور ان کی عقل میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا۔ مثلاً:

①	امام محمد بن عبداللہ بن محمد بن احمد ویہ ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری	۸۴ سال
②	امام محمد بن جریر بن یزید طبری	۸۶ سال
③	امام عبداللہ بن عدی ابواحمد جرجانی	۸۸ سال
④	امام احمد بن محمد بن غالب برقانی	۸۹ سال
⑤	امام احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی	۹۳ سال
⑥	امام احمد بن ابراہیم ابوبکر اسماعیل	۹۴ سال
⑦	امام محمد بن عبداللہ بن سلیمان حضرمی شیخ الطبرانی	۹۵ سال
⑧	امام ابویوسف بن عبدالبر اندلسی	۹۵ سال
⑨	سیدہ اسماء بنت امیر المومنین سیدنا امام ابوبکر صدیق	۱۰۰ سال
⑩	امام ابوعبدالرحمٰن قاضی خالد بن زیاد ازدی	۱۰۰ سال
⑪	امام سلیمان بن احمد ابوالقاسم طبرانی	۱۰۰ سال

(۱۲)	سیدنا حسان بن ثابت بن منذر بن حرام انصاری خزرجی	۱۲۰ سال
(۱۳)	سیدنا حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ مولود کعبہ	۱۲۸ سال
(۱۴)	شاعر ظرافت اشعب مدنی	۱۵۰ سال
(۱۵)	سیدنا لبید بن ربیعۃ العامری رضی اللہ عنہ	۱۵۷ سال
(۱۶)	سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (نام سابق اور روزبہ)	۳۰۰ سال

(۱۷) اسی طرح مشہور ایرانی بادشاہ جمشید بن طہمورث کی عمر بھی بہت ہوئی ہے بعض اہل تاریخ کہتے ہیں کہ اس نے سات سو سال تک حکومت کی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے ایک ہزار سال تک حکومت کی ہے۔

(۱۸) اسی طرح آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام نے ۹۵۰ سال تک تو صرف احکام الہیہ کی دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا' جس پر قرآن مجید بھی شاہد ہے۔ اور اس میں تاویل اور ہیرا پھیری کی بھی کوئی گنجائش نہیں۔ جبکہ حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی فہم و فراست میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں آئی۔ کیونکہ: انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام خواہ کتنی ہی لمبی عمر پالیں تب بھی وہ ارذل و ناکارہ عمر تک نہیں پہنچتے۔

○ اسی طرح لاتعداد لوگ ایسے ہوئے ہیں جن کی عمریں طول طویل ہوئیں' مورخ محمد بن حبیب نے المحبر صفحہ ۲ و ۳ میں ان کا ذکر کیا ہے۔

○ اسی طرح در منقود صفحہ ۲۶۱ تا ۲۷۵ مطبوعہ افتخار بک ڈپو کرشن نگر لاہور اور مشکل الآثار میں متعدد معمرین کا تذکرہ موجود ہے۔

۱۶ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّۃً۔۔۔۔
(۳۰ : ۵۴)

○ اس آیت مبارکہ سے مرزا قادیانی نے وفات مسیح پر استدلال کیا ہے۔ حالانکہ اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی ذکر نہیں۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ ہر قسم کا تصرف کرنے میں ذات باری تعالیٰ

ہی آزاد و خود مختار ہے۔ وہ جب چاہتا ہے نیست کو ہست ضعیف کو قوی اور قوی سے ضعیف کرتا ہے۔ کوئی اور ہستی ایسی نہیں جو کسی درجہ میں اس کے کسی کام میں رکاوٹ ڈال سکے۔

○ قرآن مجید کی اس آیتِ مبارکہ سے خود مرزا قادیانی نے انحراف کر کے اپنے ہاتھوں سے لعنت و کفر کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔ کیونکہ وہ اس آیت مبارکہ کے اصل مقصد یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ کی خود مختاری اور آزادی پر پابندی لگانے کی کوشش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کچھ اختیار نہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھا لے۔

○ مرزا قادیانی نے اس آیت سے جو مطلب نکالنے کی کوشش کی ہے اس کے مطابق اس آیت مبارکہ کا معنیٰ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ ہر ہر فرد انسان کو اللہ تعالیٰ ناتوانی کی حالت میں پیدا کر کے توانائی دیتا ہے۔ پھر توانائی کے بعد ناتوانی اور ضعیفی دیتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ کوئی بھی انسان جب پیدا ہوتا ہے تو وہ اس وقت تک بالکل مر نہیں سکتا جب تک کہ وہ جوانی، کہولت اور بڑھاپا نہ دیکھ لے۔ حالانکہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کا ہرگز یہ مطلب نہیں۔ کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ بعض تو بچپن ہی میں فوت ہو جاتے ہیں، اور بعض جوانی میں، بعض کہولت میں اور بعض بوڑھے ہو کر مرتے ہیں جبکہ بڑھاپے کی انتہائی مدت معین کرنا ممکن نہیں۔

○ عام طور پر واقعی عادت الہیہ اسی طرح ہے۔ لیکن یہ سنت اللہ نہیں ہے۔ جس میں تغیر تبدل نہیں ہو سکتا۔ مرزا قادیانی کے متبعین جانتے ہیں کہ خود مرزا قادیانی عام عادتِ الہیہ کے خلاف توام (جڑواں) پیدا ہوا تھا، یعنی "مرزا" کے ساتھ ایک "صاحبہ" بھی پیدا ہوئی، جو بچپن ہی میں مر گئی تھی۔

○ اگر اللہ تعالیٰ کا اٹل قانون اور سنت اللہ یہ ہو کہ ہر انسان پہلے ناتواں ہوتا ہے اور ہر انسان توانائی اور جوانی کی بہاریں دیکھتا ہے اور ہر انسان بڑھاپے

کی عمر کو پہنچنے کے بعد ہی مرتا ہے تو پھر "مرزا" کے ساتھ پیدا ہونے والی اس کی بہن "صاحبہ" (نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے "صاحبہ" لکھا گیا ہے "یعنی کوئی صاحبہ" اس کا کوئی اور مطلب ہرگز نہ لیا جائے۔) اگر انسان تھی اور یقیناً انسان تھی تو وہ اس اٹل قانونِ الٰہی سے مستثنیٰ کس طرح ہو گئی۔ البتہ اگر وہ مرزا قادیانی کے ساتھ ہی مرتی تو شاید اس کے متبعین اسے بھی مرزا قادیانی کے دعویٰ وفاتِ عیسیٰ کی ایک وزنی دلیل سمجھ لیتے۔

۱۷ إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ (۱۰ : ۲۴)

۱۸ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْأَرْضِ (۲۱ : ۳۹)

○ ان آیتوں سے بھی مرزا قادیانی کا دعویٰ ثابت نہیں ہوسکتا' کیونکہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں۔ بلکہ یہاں تو عام طور پر انسانی زندگی کے آغاز و انجام کا نمونہ بیان کیا گیا ہے' اور بتلایا گیا ہے کہ انسان جتنا بھی مالدار' قوی اور طویل العمر ہو جائے آخر کار اسے فنا ہونا ہے۔ اور یہ بالکل حق ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔

○ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی مختلف ادوار آئے اور آئیں گے۔ بلکہ دوسرے انسانوں سے زیادہ' کیونکہ وہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے البتہ حضرت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات تمام آسمانوں سے اوپر تشریف لے گئے جہاں اور کوئی نبی نہیں پہنچا۔ یہ اپنی اپنی خصوصیات اور انعاماتِ الٰہیہ و معجزات ہیں۔

○ نیز وفاتِ عیسیٰ کے لیے بطورِ استدلال یہ آیتیں اس لیے بھی پیش نہیں کی جاسکتیں کہ یہ بطورِ تمثیل اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں اور تمثیل کو نہ تو اہلِ منطق ہی دلیل قطعی مانتے ہیں اور نہ اہلِ اصول۔ لہٰذا ان آیتوں سے مرزا قادیانی کے دعوے کا اثبات قطعی طور پر نہیں ہوسکتا۔

۱۹ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ (۲۳ : ۱۵)

○ اس آیت کریمہ کا انکار تو کوئی کافر ہی کر سکتا ہے۔ لیکن اس آیت میں یہ کہاں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ جس کی وجہ سے مرزا قادیانی نے یہ آیت اپنے دعویٰ کے اثبات میں پیش کی ہے۔ اس آیت کریمہ کا مطلب تو بس یہ ہے کہ ہر انسان اپنا اپنا وقت گزار کر وفات پا جائے گا۔ اور یہ ایک ایسا قانونِ الٰہی ہے جس سے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اس کلیہ سے خارج نہیں' وہ زمین پر تشریف لانے کے بعد ایک نہ ایک دن ضرور وفات پائیں گے' جیسا کہ بارہا لکھا جا چکا ہے۔ مگر مرزا قادیانی کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی اس کے سینکڑوں سال پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے تھے۔ لیکن مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ اس آیتِ مبارکہ کے کسی لفظ سے ثابت نہیں ہوتا۔ یہ محض تحکم و سینہ زوری ہے۔

۲۰ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ (۱۶ : ۲۱)

○ مرزا قادیانی نے اس آیت کریمہ کا معنی غلط کیا اور پھر اس غلط معنی کی رو سے وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق اپنے باطل دعوے کا اثبات کرنے بیٹھ گیا۔ کیونکہ اموات جمع ہے میت کی۔ اور میت صرف اس کو ہی نہیں کہتے جو پہلے سے مر چکا ہو۔ بلکہ جو ابھی زندہ ہے اور اسے مرنا ہے۔ اور موت کے بغیر اسے چارۂ کار نہیں تو اسے بھی میت کر دیتے ہیں' مثلاً اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہجرت سے پہلے مکی دور میں اِنَّكَ مَيِّتٌ فرمایا ہے۔ جبکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت زندہ موجود تھے۔ لہٰذا میت کا یہ معنی ہی نہیں جو مرزا قادیانی نے سمجھ لیا۔

○ نیز اس آیت کریمہ کا یہ معنی بھی درست نہیں کہ مشرکین جن جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا حاجات و مشکلات میں پکارتے ہیں وہ سب کے سب مر چکے ہیں۔ کیونکہ

مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پکارتے ہیں ان میں فرشتے بھی شامل ہیں جو ابھی مرے نہیں ہیں بلکہ یہ فرشتے قیامت میں نفخۂ اولیٰ کے وقت مریں گے۔

○ اس لیے اس آیت کریمہ کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ جن کو یہ مشرک لوگ پکارتے ہیں ان میں سے کسی کو بھی موت سے چارۂ کار نہیں۔ کیونکہ اگر ان میں سے کوئی زندہ بھی ہے تو آخر کار ان پر موت آئے گی۔ ان کی زندگی جاودانی نہیں ہے۔ کیونکہ زندہ نہ میرندہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی اکیلی ذات ہے۔

○ اسی طرح غَیْرُ اَحْیَآءٍ کے معنی ہیں: وہ ہستیاں ایسی نہیں ہیں جن کی زندگی ذاتی اور ان کے اپنے اختیار میں ہو۔ بلکہ ان کی جان بھی دیگر مخلوق کی طرح اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہوتی ہے۔

○ آیت کریمہ کا صحیح مطلب یہ ہے کہ: مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوا نوری، ناری یا خاکی وغیرہ مخلوق میں سے جن جن کو پکارتے ہیں، ان کے قبضہ میں تو خود اپنی موت و حیات بھی نہیں، ان کو موت سے چارۂ کار نہیں لا بد لهم من الموت، ان میں سے بعض تو وفات پا چکے ہیں اور بعض عنقریب وفات پانے والے ہیں۔

۲۱ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (۴۰:۳۳)

○ "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کے مصداق اپنی نام نہاد نبوت کا مدعی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر آیات قرآنی میں تحریف کرکے دلائل دینے بیٹھا تو اپنے جھوٹے دعویٰ وفاتِ مسیح علیہ السلام پر وہی آیت لکھ دی جو کہ مسلمان اس کے دعویٰ نبوت و رسالت کے رد میں پیش کرتے ہیں۔

○ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی اس آیت میں فرمایا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ البتہ وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے رسول ہیں جن کی آمد پر تمام نبیوں کی شریعتوں کو ختم کر دیا گیا اور ان کے بعد قیامت تک کسی کو بھی نبوت کے عہدہ سے سرفراز نہیں کیا جائے گا۔

○ مرزا قادیانی نے اس آیتِ کریمہ کا معنی کیا ہے کہ: "بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا"۔ مگر یہ اس کا سوءِ فہم اور غلط فہمی ہے۔ اور حضرت نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ تشریح اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین، تبع تابعین، مفسرین، محدثین، اہلِ لغت اور اہلِ عقائد رحمہم اللہ تعالیٰ کی تفسیر و تشریح کے خلاف اس کا اپنا خانہ ساز معنی ہے جو سراسر زندقہ اور بے دینی ہے۔

○ اس آیتِ کریمہ کا معنی جو اکابرینِ امت اور قرآن و حدیث کے ماہرین نے بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد اب قیامت تک کسی اور شخص کو نبوت نہیں دی جائے گی۔ کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو سب کے بعد نبوت و رسالت کے عہدہ سے سرفراز فرما کر انھیں سب نبیوں کا سردار بنایا گیا ہے۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے تقریباً چھ صدیاں پہلے عہدۂ نبوت پر متمکن فرما دیا تھا۔ اور وہ اس وقت سے آخر عمر تک برابر اس وصفِ نبوت و رسالت سے متصف ہیں۔ اور جب وہ دوبارہ قربِ قیامت میں اس زمین پر تشریف لائیں گے تو باوجودیکہ وہ نبی اور رسول ہیں پھر بھی وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت کا اتباع کریں گے' شرعِ محمدی کی اتباع سے نبی کی نبوت چھن نہیں جاتی۔ جیسا کہ:

○ حضرت ہارون علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ (۱۹ : ۵۳) لیکن یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماتحتی میں وزیر کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ (۲۰ : ۲۹) جس سے ان کی اپنی نبوت میں کوئی کمی نہیں آئی۔

○ اسی طرح نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں اس ناسوتی دنیا کے وجود سے پہلے عالمِ ارواح میں تمام انبیاء و رسل سے میثاق اور پختہ عہد لیا گیا تھا کہ جب بھی تمہارے پاس بڑی شان والا رسول یعنی حضرت

محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں تو تم ان پر ایمان لانا۔ اور ان کی نصرت بھی ضرور کرنا۔ (۳:۸۱)

○ یہی وجہ ہے کہ سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لو کان موسیٰ حیاً ماوسعہ الا اتباعی۔ یعنی میری بعثت کے بعد اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی دنیوی حیات کے ساتھ زندہ ہوتے تو میری اتباع اور پیروی کے بغیر انھیں بھی کوئی چارۂ کار نہ ہوتا۔

○ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام تو وفات پا کر ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں' جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ اور آسمان پر بجسدہٖ و روحہٖ موجود ہیں اور قرب قیامت میں دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے تو اس وقت حضرت رسول ﷺ کے فرمان اور میثاقِ الٰہی کے مطابق شریعتِ محمدیہ کی اتباع اور پیروی کریں گے۔ لیکن اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی نبوت و رسالت میں کوئی نقص اور کمی واقع نہ ہوگی۔ کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد بھی نبوت کی صفت سے متصف ہوں گے۔ (دیکھیے مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۴ سطر ۵۔۸)

○ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معراج کی رات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت و صحبت کا شرف بھی حاصل ہوا' جس کی بدولت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سب سے عظیم الشان صحابی ہونے کی سعادت بھی نصیب ہوگئی۔ اور اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمرؓ اور دوسرے تمام خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے بلند مرتبہ حاصل ہوگیا۔ کیونکہ یہ خلفاء راشدین تو صحابی رسولؐ ہونے کے باعث اپنا مخصوص بلند مقام رکھتے ہیں' لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صحابی رسولؐ کا مقام حاصل ہونے سے تقریباً چھ سو سال پہلے نبوت و رسالت کا اعلیٰ مرتبہ مل چکا تھا' اور ان کی شریعت منسوخ ہوچکنے کے باوجود وہ اس مقام و مرتبہ سے سرفراز ہیں اور بدستور نبی و

رسول رہیں گے۔ اور قرب قیامت میں جب وہ زمین پر نزول فرمائیں گے تو باوجود نبی و رسول ہونے کے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا اتباع اور پیروی کریں گے اور اسی کی تبلیغ و اشاعت کریں گے اور پوری دنیا پر اسلامی پرچم لہرا دیں گے اور وہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری خلیفہ راشد ہوں گے۔

○ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظیم الشان خلافت اور ان کی عظمت شان کے بارے میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا آخری خلیفہ اس قدر بلند مرتبہ ہوگا کہ اس کے اعلیٰ مقام کو نہ تو حضرت ابوبکرؓ پہنچ سکتے ہیں اور نہ ہی حضرت عمرؓ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۵ صفحہ ۱۹۸)

○ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، سلف صالحین، محدثین، مفسرین، فقہاء کرام، صوفیاء عظام اور علم عقائد کے ماہر علماء رحمہم اللہ کا اس بارہ میں اتفاق و اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمانہ قرب قیامت میں آسمان سے نزول فرمانے کے بعد شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلے فرمائیں گے، خانہ کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق نماز پڑھا کریں گے اور شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا پورا عمل کریں گے۔ کہ گویا یہ بھی امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ایک فرد ہیں۔ اور اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے عمل سے شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید و نصرت فرمائیں گے۔

○ لیکن اس کے باوجود وہ بدستور سابق نبوت و رسالت کی صفت سے متصف بھی رہیں گے۔ اس لیے کہ کسی سابق نبی کی نبوت کا باقی رہنا عقیدۂ ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ ان کا شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے عقیدہ کو مزید تقویت پہنچائے گا۔

○ یہی وجہ ہے کہ عظیم الشان صاحب شریعت نبی و رسول حضرت عیسیٰ ابن مریم

علیہ السلام آسمان سے نزول فرمانے کے بعد اپنی منسوخ شدہ شریعت پر عمل کرنے کی بجائے شریعت محمدیہ ﷺ پر عمل کرنے کو ہی اپنے لیے باعث نجات سمجھیں گے۔

- نیز ان کے اس عمل سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد ان سے پہلے کی سب شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں۔
- اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے ختم نبوت کا مفہوم اور زیادہ واضح ہو جائے گا کہ "آخری نبی" سے مراد وہ نبی ہے جسے سب کے آخر میں عہدۂ نبوت سے مشرف کرکے مبعوث کیا گیا ہے۔
- اسی طرح نزول عیسیٰ سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ واقعی اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ کوئی نیا نبی مبعوث نہ ہوگا۔ یعنی بعثت کی نفی ہے آنے کی نہیں۔
- سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خروج دجال کے بیان میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دجال آئے گا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آسمان سے اتریں گے اور لُد کے مقام پر مسیح الدجال کو قتل کریں گے' جو ملک شام کے علاقہ سامریہ میں بحیرۂ روم سے کچھ دور جانب مغرب ہے۔ اس کے بعد مزید حالات بتلاتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ نے فرمایا: ویحصر نبی اللہ عیسیٰ علیہ السلام واصحابہ۔۔۔۔۔فیرغب نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ۔۔۔۔ثم یھبط نبی اللہ عیسیٰ علیہ السلام واصحابہ۔۔۔ فیرغب نبی اللہ عیسیٰ علیہ السلام واصحابہ۔
- یعنی ایک ہی خطاب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "نبی اللہ" فرمایا' اور یہ لفظ اس وقت کے بارے میں فرمایا جب قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر زمین پر تشریف لائیں گے۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ اس وقت بھی نبی ہوں گے۔ عہدۂ نبوت آپ سے چھن نہ جائے گا۔ (دیکھیے صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۰ تا ۴۰۲)
- البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد شریعت محمدیہ

کے مطابق فیصلے فرمایا کریں گے۔ کیونکہ آخر الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد شریعت موسوی بھی منسوخ ہو گئی اور شریعتِ عیسوی بھی۔

حضرت عیسیٰؑ کا صفتِ نبوت سے متصف ہونا ختم نبوت کے منافی نہیں

۞ بہرحال آسمان سے نازل ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا صفتِ نبوت سے متصف ہونا ختم نبوت کے منافی نہیں۔ جیسا کہ علماءِ حق نے تصریح فرمائی ہے۔ مثلاً:

① اصول الدین از ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر تمیمی بغدادی صفحہ ۱۶۱
② اکفار الملحدین از علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری صفحہ ۴۲
③ انوار التنزیل از ناصر الدین عبداللہ بن عمر بن محمد شیرازی بیضاوی جلد ۴ صفحہ ۱۶۴
④ بحر محیط از علامہ محمد بن یوسف ابو حیان اندلسی جلد ۷ صفحہ ۲۳۶
⑤ تفسیر ابو السعود بر مفاتیح الغیب رازی جلد ۶ صفحہ ۷۸۸
⑥ تفسیر مظہری از قاضی ثناء اللہ پانی پتی پارہ ۲۲ صفحہ ۳۵۱
⑦ تکمیل الایمان از شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ ۴۲
⑧ جامع البیان بر جلالین صفحہ ۳۵۳ از علامہ صفی الدین محمد
⑨ حج الکرامہ از نواب صدیق حسن خان بھوپالی صفحہ ۴۲۲
⑩ خصائص الکبریٰ از علامہ جلال الدین سیوطی جلد ۱ صفحہ ۵
⑪ درِ منثور از علامہ جلال الدین سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۴۱
⑫ روح المعانی از سید محمود آلوسی جلد ۷ صفحہ ۶۰
⑬ شرح عقائد جلالی جلد ۲ صفحہ ۱۰۸
⑭ شرح عقیدہ سفارینیہ جلد ۲ صفحہ ۹۰
⑮ شرح مواہب لدنیہ جلد ۵ صفحہ ۲۶۷
⑯ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۳ و ۴۰۱ و ۴۰۲ و ۴۰۳۔

(۱۷) فتوحاتِ مکیہ از ابن عربی جلد ۲ صفحہ ۱۲۵

(۱۸) کتاب التسہیل از محمد بن احمد جزی الکلبی صفحہ ۱۳۹

(۱۹) کشاف از محمود بن عمر جار اللہ زمخشری جلد ۲ صفحہ ۲۱۵

(۲۰) کفایۃ العوام فی علم الکلام صفحہ ۴۷

(۲۱) کفایۃ العوام فی علم الکلام کا حاشیہ از بجوری صفحہ ۴۷

(۲۲) لباب التاویل از علامہ علاؤ الدین علی بن محمد خازن جلد ۳ صفحہ ۴۷۱

(۲۳) مدارج السالکین جلد ۲ صفحہ ۲۴۳ و ۳۱۳ از علامہ ابن قیم

(۲۴) مدارک التنزیل از علامہ ابو البرکات نسفی بر خازن جلد ۳ صفحہ ۴۷۱

(۲۵) نبراس شرح شرح العقائد از علامہ عبد العزیز پرہاروی صفحہ ۴۴۶

○ مرزا قادیانی نے اس آیتِ مبارکہ کو وفاتِ مسیح کی دلیل بناتے ہوئے خاتم النبیین کا معنی کیا ہے: "ختم کرنے والا نبیوں کا"۔ اور پھر لکھا کہ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔ (ازالۂ اوہام حصہ دوم صفحہ ۴۳۱)

○ نیز صفحہ ۴۱۰ پر لکھا کہ خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔

○ نیز متنبی قادیان مرزا غلام احمد قادیانی نے تقریباً اپنی تمام تصانیف میں وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور اب دوبارہ ان کا اس دنیا میں آنا ممکن نہیں ہے۔ لیکن اس بات پر اس قدر زور دینے سے ان کا مقصد محض یہ تھا کہ لوگ ابن مریم (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کے منتظر نہ رہیں اور نعوذ باللہ ان کی جگہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مان لیں۔ لیکن حیرت تو اس بات پر ہے کہ جب خود مرزا قادیانی اپنی نبوت، رسالت، معجزات اور نئی شریعت لانے کا دعوٰے کرتا ہے تو اس سے ختمِ نبوت کے عقیدہ میں کسی طرح کوئی نقص کیوں نہیں آتا۔ مثلاً:

دعاویٔ مرزا

امتی نبی ہونے کا دعویٰ

○ مرزا قادیانی نے حقیقت الوحی حاشیہ صفحہ ۲۸ میں اپنے ارتداد پر پردہ ڈالتے ہوئے خود کو "امتی نبی" قرار دیا۔ اسی طرح براہینِ احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۲ و تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۶۷ و ۶۸ و اعجاز احمدی صفحہ ۷ و نزول المسیح صفحہ ۴۸ تجلیاتِ الٰہیہ صفحہ ۸ و ۹ وغیرہ پر بھی قادیانی کذاب اپنی نبوت و رسالت کا دعویٰ کرنے کے ساتھ ساتھ خود کو امتی بھی کہتا ہے۔ حالانکہ وہ اپنے اس دعویٰ کے ساتھ ہی امتِ مسلمہ سے خارج ہو چکا ہے۔

مُہرِ محمدی والا نبی ہونے کا دعویٰ

○ جب کسی نے مرزا کے روبرو سوال کیا کہ "خاتم النبیین" کے کیا معنی ہیں "یعنی اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری و نزول کی راہ میں آیت مذکورہ حائل و سدِ راہ ہے اور اس کے باوجود اس کی جگہ پر ختم "نبی و رسول" ہو تو اس آیتِ مبارکہ کے مفہوم سے ہمیں آگاہ کرو۔

○ مرزا قادیانی نے سائل کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ: "اس کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی صاحب شریعت نہیں آوے گا۔ اور یہ کہ کوئی ایسا نبی آپ کے بعد نہیں آسکتا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی "مہر" اپنے ساتھ نہ رکھتا ہو"۔ (الحکم ۱۰ مئی ۱۹۰۸ء)

○ نیز حقیقت الوحی صفحہ ۲۸ میں اس نے لکھا کہ: "بجز اس (خاتم النبیینؐ) کے کوئی نبی "صاحبِ خاتم" نہیں ایک وہی ہے جس کی "مہر" سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لیے امتی ہونا لازمی ہے"۔

○ نیز حقیقت الوحی صفحہ ۱۵۰ میں مرزا قادیانی نے لکھا: صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔

رسول ہونے کا دعویٰ

- مرزا قادیانی نے دافع البلاء صفحہ ۱۱ میں لکھا کہ: "سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا"۔ (یہ کتاب ۲۳ اپریل ۱۹۰۲ء میں طبع ہوئی)

رسول اور نبی ہونے کا دعویٰ

- نیز مرزا قادیانی نے "بدر" مورخہ ۵ مارچ ۱۹۰۸ء میں واضح لفظوں میں دعویٰ کیا کہ: "ہم رسول اور نبی ہیں"۔
- نیز اس نے وضاحت کرتے ہوئے کہا: میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے۔ (نزول المسیح حاشیہ صفحہ ۳)
- نیز اس نے لکھا کہ: حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۳)

صاحب وحی نبی ہونے کا دعویٰ

- اسی طرح مرزا نے وحی کا آنا بھی نہ صرف اپنے تک ہی محدود سمجھا بلکہ قیامت تک آنے والے دیگر مفتریوں کو بھی وحی کا جھوٹا دعویٰ کرنے کا راستہ بتلا دیا۔ (دیکھیے: حقیقت الوحی صفحہ ۲۸ مطبوعہ ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء)
- نیز حقیقت الوحی صفحہ ۲۱ میں دعویٰ کیا کہ میں یہ باتیں کسی قیاس اور ظن سے نہیں کہتا بلکہ خدا تعالیٰ سے وحی پا کر کہتا ہوں۔
- نیز دافع البلاء صفحہ ۱۴ میں لکھا کہ: تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہرحال جب تک طاعون دنیا میں رہے گو ستر سال تک رہے، قادیان اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رہے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔ اور یہ تمام امتوں کے لیے نشان ہے۔
- حقیقت الوحی صفحہ ۱۵۰ میں مرزا قادیانی نے یہ بھی لکھا کہ: وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔

○ نیز حقیقت الوحی صفحہ ۳۹۱ میں دعویٰ کیا کہ خدا کا کلام اس قدر مجھ پر نازل ہوا ہے کہ اگر وہ تمام لکھا جائے تو بیس جزو (بیس پاروں) سے کم نہیں ہوگا۔

صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ

○ مرزا قادیانی مرتے دم تک جس دعویٰ پر قائم رہا وہ "صاحب شریعت نبی" ہونے کا دعویٰ تھا' اور اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ مجھ پر وحی آتی ہے جس میں اوامر و نواہی بھی ہوتے ہیں۔ اور اس نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔ (اربعین ۴ صفحہ ۶)

مسیح موعود ہونے کا دعویٰ

○ مرزا قادیانی نے کہا: میں بار بار کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے مسیح موعود بنا کر بھیجا ہے۔ (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۱)

صاحب معجزہ نبی ہونے کا دعویٰ

○ اسی طرح اس نے اپنے "استدراجات" کو "معجزات" کا نام دیا ہے۔ اور معجزات کے بارے میں لکھتا ہے کہ: "اس" نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنھوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہیں۔ (حقیقت الوحی صفحہ ۲۸)

حضرت نوح علیہ السلام سے زیادہ معجزات ملنے کا دعویٰ

○ نیز اس نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ خدا تعالیٰ میرے لیے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر (حضرت) نوح (علیہ السلام) کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔ (حقیقت الوحی صفحہ ۲۹)

مرزا قادیانی کا آخری خط

○ نیز مرزا قادیانی نے اپنے آخری خط مندرجہ اخبارِ عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں لکھا: میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے۔

خدا سے ہم کلام ہونے کا دعویٰ

○ مرزا قادیانی نے کہا کہ: جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہم کلامی سے مشرف ہوا ہوں۔ اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے۔ اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے۔ اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا اور انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ (اخبار عام لاہور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء ہوے)

عالم الغیب ہونے کا دعویٰ

○ نیز مرزا قادیانی نے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے کہا کہ: انباءِ غیبیہ سے مجھے مشرف کیا گیا ہے۔ عربی زبان میں اسی کو نبوت کہتے ہیں۔ میں انہی معنوں میں نبی ہوں۔ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۸)

مرزا قادیانی کے دعوے کی جزوِ

○ لیکچر سیالکوٹ ص ۵۷ میں مرزا قادیانی نے اپنا لیکچر ختم کرتے ہوئے اپنے دعوے جزو اور بنیاد کا ذکر کرتے ہوئے واضح لفظوں میں کہا کہ: ہمارے دعوے کی جزو حضرت عیسیٰؑ کی وفات ہے۔

راجہ کرشن ہونے کا دعویٰ

○ مرزا قادیانی نے لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۳ میں لکھا: میں جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں' جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے بڑا اوتار تھا۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ روحانی حقیقت کے رو سے میں وہی (راجہ کرشن) ہوں۔۔۔۔ (جو) اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا۔ جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اترتا تھا۔

○ اب مرزا قادیانی کے مندرجہ بالا مشتے نمونہ دعاوی کے پیشِ نظر یہ کہنا غلط ہوگا کہ وہ خود کو مستقل اور صاحبِ شریعت نبی نہیں کہتا تھا۔ البتہ:

محدث ہونے کا دعویٰ

○ مرزا قادیانی پر ایک دور ایسا بھی تھا جب وہ خود کو نبی کی بجائے محدث کہتا تھا۔ پھر اس سے ترقی کرتے ہوئے مُحدّث کے معنی میں نبی کا لفظ اپنے لیے استعمال کرنے لگا۔ پھر جب علمائے حق نے اس کی سرزنش کی تو اس نے اپنی صفائی میں لکھا کہ: "میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔ (آسمانی فیصلہ مطبوعہ ۱۸۹۲ء)

مدعیٔ نبوت پر لعنت کرنا

○ مسلمانوں میں بڑھتی ہوئی نفرت کو دیکھ کر ۱۸۹۷ء میں مرزا قادیانی نے ایک اشتہار کے ذریعے اعلان کیا کہ: "ہم مدعیٔ نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"۔ (دیکھیے پیش لفظ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۹)

○ لیکن ۱۹۰۱ء میں اس نے شرم و حیا کے سب پردے اتار کر ایک طرف رکھ دیے اور خود کو صاف طور پر نبی اور رسول لکھنا شروع کر دیا اور اسے محدثیت یا جزئی نبوت سے تعبیر نہیں کیا۔ (دیکھیے پیش لفظ روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۹)

مرزا بشیر کا وضاحتی بیان

○ یہی وجہ ہے کہ خود مرزا متنبی قادیان کے بیٹے مرزا بشیر نے حقیقت النبوت صفحہ ۱۲۱ میں یہ لکھتے ہوئے کسی قسم کی عار محسوس نہیں کی کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ (مرزا) نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے۔

○ مرزا بشیر کے اس وضاحتی بیان کے باوجود سادہ لوح اور کم علم مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے مرزا قادیانی کی پرانی تحریروں اور اوراقِ پارینہ کی ظلمت میں مرزا قادیانی کے متبعین آئے دن کہتے رہتے ہیں کہ مرزا نے

"صاحب شریعت" نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ وہ غیر تشریعی نبی تھا' اور وہ کہتے ہیں کہ غیر تشریعی نبی کا آنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے منافی نہیں ہے۔ حالانکہ متبعین مرزا کا یہ کہنا صریح غلط ہے کیونکہ:

○ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا۔ اور خاتم الرسل کا نام نہیں دیا۔ کیونکہ نبی کا لفظ رسول سے عام ہے۔ اور عام کی نفی سے خاص کی نفی خود بخود ہو جاتی ہے۔ اس لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے نبی ہونے کی نفی سے رسول ہونے کی نفی خود بخود ہو گئی۔ لہٰذا جب آپ ﷺ خاتم النبیین ہوئے تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ خواہ اس پر کتاب اترے خواہ نہ اترے۔ خواہ اس کی شریعت نئی ہو' خواہ پہلے نبی کی شریعت پر چلتا ہو' اور خواہ مرزا قادیانی کی خانہ زاد اصطلاح میں کوئی ظلی نبی ہو یا بروزی' یا امتی نبی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی طرح کا نبی مبعوث نہیں ہو سکتا۔ خواہ اس پر مہر لگی ہو یا نہ لگی ہو۔ کیونکہ: النبیین جمع مذکر سالم معرف بلام ہے۔ جو استغراق پر دلالت کرتا ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ غیر تشریعی نبی کا آنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے منافی نہیں ہے محض کذب' جھوٹ اور نبی کی تعریف سے لاعلمی کی دلیل ہے۔ بلکہ:

○ حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ بھی کیا تھا۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کے مذکورہ بالا دعووں اور اس کے بیٹے کے وضاحتی بیان سے واضح ہوتا ہے۔

<u>مرزا قادیانی کے نزدیک نبی کی تعریف</u>

○ نبی کی تعریف کرتے ہوئے مرزا نے حقیقت الوحی صفحہ ۳۹۰ میں لکھا ہے کہ <u>جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کیے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔</u>

○ حالانکہ نبی وہ انسان ہوتا ہے جسے اللہ تعالٰی مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کی غرض سے مبعوث فرماتا ہے۔ اور یہی تعریف رسول کی ہے۔ البتہ رسول اور نبی میں کچھ فرق ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ رسول اس نبی کو کہتے ہیں جس کی طرف اللہ تعالٰی کوئی آسمانی صحیفہ یا کتاب بذریعۂ وحی نازل فرمائے۔ اس لیے ہر رسول کو نبی کہا جاتا ہے۔ لیکن ہر نبی کو رسول نہیں کہتے۔ چنانچہ :

نبی اور رسول کی صحیح تعریف

① النبی من اوحی الیہ بملك او الهم فی قلبه اونبه بالرؤیا الصالحة۔ فالرسول افضل بالوحی الخاص الذی فوق وحی النبوة لان الرسول هو من اوحی الیه جبرائیل خاصة بتنزیل الکتاب من اللہ۔ (التعریفات صفحہ ۲۱۴)

② الرسول خاص و النبی اعم فانه یشترط فی الرسول ان یکون معه کتاب جدید وشریعة متجددة ولا کذلك النبی۔ (عمدۃ الرعایۃ صفحہ ۳۸)

③ الرسول من معه کتاب کموسیٰ والنبی اعم۔ (هدایه ج ۲ صفحہ ۲)

④ الرسول من بعثه اللہ تعالٰی بشریعة متجددة ویأتیه الملك بالوحی۔ (هدایه ج ۳، صفحہ ۲)

⑤ الرسول من بعثه اللہ بشریعة متجددة یدعو الناس الیها والنبی یعمه ومن بعثه لتقریر شرع سابق کانبیاء بنی اسرائیل الذین کانوا بین موسیٰ وعیسیٰ (بیضاوی جلد ۴ صفحہ ۵۷)

⑥ الرسول من جمع الی المعجزة الکتاب المنزل علیه والنبی من لم ینزل علیه کتاب وانما أمر ان یدعو الی شریعة من قبله۔ (مدارك صفحہ ۲۹۳)

⑦ وعطف ولا نبی علی ولا من رسول دلیل علی المغایرة۔ (البحر المحیط جلد ۶ صفحہ ۳۸۲)

⑧ من رسول ولا نبی دلیل بیّن علی تغایر الرسول والنبی۔ والفرق بینھما ان الرسول من الانبیاء من جمع الی المعجزۃ الکتاب المنزل الیہ و النبی غیر الرسول من لم ینزل علیہ کتاب وانما امر ان یدعوا الناس الی شریعۃ من قبلہ۔ (کشاف جلد ۳ صفحہ ۱۸)

⑨ النبی انسان ذکر حر من بنی آدم اوحی الیہ بشرع وان لم یؤمر بتبلیغہ فان أمر بہ فرسول ایضاً (حاشیہ منیۃ المصلی صفحہ ۵)

⑩ الرسول من لہ شریعۃ و کتاب۔ والنبی انسان بعثہ اللہ لتبلیغ ما اوحی الیہ (مسامرہ صفحہ ۲۳۱)

⑪ الرسالۃ فوق النبوۃ (فی الرتبۃ) المرسل النبی الذی ارسل الیہ لہ دین و کتاب۔ (شرح تہذیب صفحہ ۱۹)

⑫ الرسول انسان بعثہ اللہ الی الخلق لتبلیغ الاحکام و قد یشترط فیہ الکتاب ای ان ینزل علیہ کتاب بخلاف النبی فانہ اعم۔ (شرح عقائد نسفی صفحہ ۲۰)

○ اور مرزا قادیانی نے جس طرح نبوت کا دعویٰ کیا اسی طرح رسالت اور اوامر و نواہی کے نزول کا دعویٰ بھی کیا۔ اس لیے متبعین مرزا کا یہ کہنا بالکل خلافِ واقعہ ہے کہ اس نے صاحبِ شریعت نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

○ یاد رہے کہ مرزا نے ایک طرف تو کھل کر صاحبِ وحی اور صاحبِ شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو دوسری طرف نہایت مکاری سے کام لیتے ہوئے تشریعی، غیر تشریعی، حقیقی اور ظلی و بروزی کی خانہ زاد اصطلاحات کے ذریعے کم علم لوگوں کو دھوکے سے اپنا ہم خیال اور معتقد بنانے کی کوشش میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ لیکن مرزا قادیانی کا موقف سراسر باطل ہے۔ کیونکہ:

○ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو کفر و شرک اور بدعملی و بے راہ روی سے بچانے اور سیدھی راہ دکھانے کے لیے جہاں

"صاحب شریعت انبیاء کرام" علیہم السلام کو مبعوث فرمایا وہاں لاتعداد "غیر تشریعی انبیاء کرام" علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی مبعوث فرمایا۔ جن پر کوئی نئی شریعت نہیں اتاری گئی۔ بلکہ انھوں نے پہلے سے صاحب شریعت رسُولوں پر نازل شدہ احکام الٰہی کی تبلیغ اور شرعی احکام اور اوامر و نواہی میں امت کی خود ساختہ کمی بیشی کی وجہ سے بحکم الٰہی تجدید فرمائی اور لوگوں کو سابقہ شریعت کے صحیح صحیح احکام سے آگاہ فرمایا اور آخرت کے عذاب سے ڈرانے کے ساتھ ساتھ شرعی احکام کی پیروی کرنے والوں کو مژدہ سنایا۔ مثلاً:

(۱) حضرت صالح علیہ السلام
(۲) حضرت لوط علیہ السلام
(۳) حضرت یعقوب علیہ السلام
(۴) حضرت ہارون علیہ السلام
(۵) حضرت یونس علیہ السلام
(۶) حضرت الیسع علیہ السلام
(۷) حضرت الیاس علیہ السلام
(۸) حضرت یحییٰ علیہ السلام
(۹) حضرت یوشع بن نون علیہ السلام
(۱۰) حضرت اسحاق علیہ السلام
(۱۱) حضرت یوسف علیہ السلام
(۱۲) حضرت سلیمان علیہ السلام
(۱۳) حضرت ذوالکفل علیہ السلام
(۱۴) حضرت ایوب علیہ السلام
(۱۵) حضرت زکریا علیہ السلام

ان کے علاوہ اور بھی لاتعداد انبیاء کرام علیہم السلام ایسے ہو گزرے ہیں جو "صاحب شریعت" نہیں تھے۔ لیکن یہ کوئی شرعی اصطلاح نہیں ہے۔

یہ اصطلاح مرزا قادیانی کی اپنی خانہ زاد ہے۔ جس نے دعوٰیٔ نبی کے لیے یہ اصطلاح ایجاد کی اور پھر کہا کہ: میں "غیر تشریعی نبی" ہوں اور یہ کہ قرآن مجید میں "صاحب شریعت نبی" کے آنے کی نفی کی گئی ہے۔ "غیر تشریعی" کی نہیں۔

اسی طرح مرزا قادیانی نے یہ دعوٰی بھی کیا ہے کہ: میں ظلی اور بروزی نبی ہوں۔ اور یہ کہ قرآن مجید میں اصلی و حقیقی نبی کے آنے کی نفی کی گئی ہے۔ اور

ظلی یا بروزی کی کوئی نفی نہیں کی گئی۔ لیکن اس کا یہ دعویٰ بھی بے دلیل ہے۔

○ مرزا قادیانی نے "تشریعی" و "غیر تشریعی" اور "اصلی و حقیقی" کے مقابلے میں "کذاب و مُفتری" کی بجائے "ظلی و بروزی" کی اصطلاحات ایجاد کر کے اپنے زعم میں بہت بڑا کمال کر دکھایا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے اور اللہ تعالےٰ کے سچے رسول سید الانبیاء نبی آخر الزمان، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی کسی قید کے بغیر مطلقاً سلسلۂ نبوت کو منقطع قرار دیا ہے۔ چنانچہ:

○ سیدنا انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی۔ اب میرے بعد نہ کسی کو رسالت کا عہدہ ملے گا اور نہ ہی نبوت کا۔ (مختصر ابن کثیر صفحہ ۱۰۰)

○ سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مُبشّرات یعنی سچی خوابوں کے سوا نبوت کا کچھ حصہ باقی نہیں رہا۔ (مِشکوٰۃ صفحہ ۳۹۴ و الاحادیث الصحیحہ حدیث ۴۷۳ صفحہ ۲۲۲)

○ حضرت امام سیوطیؒ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ ذیشان کا مطلب یہ ہے کہ میری وفات کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے، اب کسی پر وحی نہیں آئے گی۔ (حاشیہ مِشکوٰۃ صفحہ ۳۹۴)

○ خفاجی شرح شفا قاضی عیاضؒ جلد ۴ صفحہ ۴۳۰ میں ہے کہ جو شخص اپنی بابت یہ کہے کہ میں نبی ہوں اور میری طرف وحی آتی ہے تو ایسے شخص کو مرتد کہا جائے گا۔

○ فتاویٰ ابن حجر مکی شافعیؒ میں ہے کہ جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد خود اپنے یا کسی دوسرے شخص پر وحی آنے کا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔ اور اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع و اتفاق ہے۔

○ مذکورہ بالا احادیث مبارکہ اور اہلِ تحقیق علماء و محدثین کے فرامین میں کسی قید کے بغیر سلسلۂ نبوت اور وحی کو منقطع قرار دیا گیا ہے۔ اور نبوت کو تشریعی و

وغیر تشریعی، اصلی وغیر اصلی، حقیقی وغیر حقیقی، ظلی وغیر ظلی اور بروزی وغیر بروزی وغیرہ اقسام میں منقسم نہیں کیا گیا۔

○ اور اگر بالفرض مرزا قادیانی کی مفروضہ اقسام نبوت کا ثبوت کسی غیر معتبر شخص کے بلا دلیل قول سے ماخوذ ہوسکتا ہو تب بھی حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کا لقب عطا فرمایا ہے۔ اور جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جاچکا ہے کہ "النبیین" جمع مذکر سالم معرف بلام ہے۔ جو تمام انواع و افراد کو شامل ہے۔ کیونکہ "جمع سالم معرف بلام" استغراق کے لیے ہوتا ہے، جو تمام انواع و افراد پر مشتمل ہوتا ہے اور بغیر قرینہ کے اس میں کوئی مستثنیٰ نہیں ہوتا۔

○ اس قاعدہ کی رو سے خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کا صحیح مطلب یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے اخیر میں مبعوث ہوئے، خواہ ظلی بروزی یا حقیقی و تشریعی ہو یا نہ ہو۔

○ اس لیے یہ آیتِ مبارکہ حضرت نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد پیدا ہونے یا نبوت و رسالت کا دعویٰ کرنے والے متنبی کا سدِ باب تو کرتی ہے۔ لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے مبعوث ہونے والے سابقہ انبیاءؑ میں سے کسی کے دوبارہ زندہ ہو کر اس دنیا میں تشریف لانے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ اگر تمام انبیاء کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے زندہ کرکے اس دنیا میں دوبارہ بھیج دے تو بھی یہ آیتِ کریمہ اس سے مانع نہیں ہوسکتی۔

○ البتہ دوبارہ آنے والے نبی یا رسول کو اپنی شریعت کی بجائے اب صرف شریعتِ محمدیہ کی اتباع اور پیروی کرنی ضروری ہوگی۔ جیسا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہو کر تشریف

لے آئیں تو بجز میری اطاعت کے انھیں بھی کوئی چارۂ کار نہ ہوگا۔

○ اسی طرح جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کہ مع جسد و روح کے زندہ موجود ہیں' اور وہ صاحب شریعت نبی و رسول ہیں' اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تقریباً چھ سو برس پہلے مبعوث ہوئے تھے جب اس زمین پر ان کا نزول ہوگا تو وہ اپنی منسوخ شدہ شریعت پر عمل کرنے کی بجائے شریعت محمدیہ اور قرآن مجید پر عمل کریں گے' اور آیت مذکورہ اس سے مانع نہیں ہے۔ کیونکہ وہ پہلے سے مبعوث ہیں۔

○ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کے لیے تو مرزا قادیانی نے اس آیت مبارکہ میں "خاتم" کا معنی "ختم کرنے والا" کیے ہیں۔ لیکن جب اس نے اپنی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کے معنی بدل کر "مہر" کر دیے۔ گویا مرزا قادیانی نے (نعوذ باللہ) قرآن مجید کو موم کی ناک بنا رکھا تھا کہ جدھر کو چاہو ادھر کو موڑ لو۔ حالانکہ مرزا کے بیان کردہ دونوں معنے غلط ہیں۔ جبکہ اس کا صحیح معنی ہے "سب سے آخر میں مبعوث ہونے والا"۔ اور یہ محض ہماری ذہنی اختراع نہیں ہے' بلکہ خود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے یہی معنی ارشاد فرمائے ہیں۔ چنانچہ:

○ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: أَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ. متفق علیہ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۵) کہ میں تمام انبیاء کے بعد مبعوث ہونے والا ایسا نبی ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ نیز:

○ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انا محمد واحمد والمُقَفِّي حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی تشریح کرتے ہوئے:

○ حضرت میر سید سند رحمۃ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: المقفی وهو آخر الانبياء فاذا قفي فقط ذهبت النبوة (مشکوٰۃ ــ صفحہ ۵۱۵) یعنی مُقَفِّي کا معنی ہے: "آخر میں ہونے والا نبی"۔ کیونکہ تقفیہ کا معنی ہے: "اخیر میں آنا یا لے جانا"۔

اس لیے جب حضرت نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے اور مبعوث ہوگئے تو اب نبوت جاتی رہی۔ یعنی اب آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت کا عہدہ ہرگز نہیں ملے گا۔

○ نیز حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا: انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۳۴ و دِرِّ منثور جلد ۶ صفحہ ۶۱۷ و خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۴ وغیرہ)

○ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: وکان اٰخر من بعث (درمنثور جلد ۶ صفحہ ۶۱۷) کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے آخر میں مبعوث فرمائے گئے۔

○ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلے جو نبی بھی آتا تھا تو اس کے بعد دوسرا نبی بھیجا جاتا تھا۔ مگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ایسے نبی ہیں کہ ان کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۴۶)

○ نیز آپؓ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ "خاتم النبیین" ہیں۔ یعنی آپ ﷺ سب نبیوں کے آخر میں مبعوث ہوئے اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۴)

○ اسی طرح حضرت نبی کریم ﷺ کی پاکیزہ صحبت سے فیض یاب ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، محدثین، مفسرین، فقہاء، اہلِ لغت، اہلِ سیر، صوفیاء اور علمِ عقائد کے ماہر علماء متکلمین نے "خاتم النبیین" کے یہی معنے سمجھے ہیں کہ آپ ﷺ سب انبیاء کے آخر میں مبعوث فرمائے گئے۔ مثلاً:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

① سیدنا ابوبکر صدیق امیر المومنین رضی اللہ عنہ (الریاض النضرۃ للطبری جلد ۱ ص ۹۸)

② سیدنا ابو ذر غفاری جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ (کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۴۸۰)

③ سیدنا ابو رمثہ تیمی رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ للسیوطی جلد ۱ صفحہ ۵۹)

④ سیدنا ابو زید بن اخطب رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ٦٠)

⑤ سیدنا ابو سعید سعد بن مالک خدری رضی اللہ عنہ (کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۴۲۲، و خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۵۹)

⑥ سیدنا ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۷۷)

⑦ سیدنا ابو قتادہ حارث بن بلتعہ رضی اللہ عنہ (کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۴۰۹)

⑧ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (مشکل الآثار للطحاوی جلد ۲ صفحہ ۵۱، و کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۴۶۲ و خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۷۷)

⑨ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (بخاری صفحہ ٦٨۵ و احادیث صحیحہ حدیث نمبر ۴۷۴ و صحیح ابن حبان جلد ۳ صفحہ ۲۷ و درِ منثور جلد ٦ صفحہ ٦١٨، و خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۸ و ۲٦ و کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۴۱۲ و ۴۵۳ و ۴۵۵)

⑩ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (درِ منثور للسیوطی جلد ٦ صفحہ ٦١٨)

⑪ سیدہ ام کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا (ابن ماجہ صفحہ ۲۸٦ و ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۴)

⑫ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۴ و صحیح ابن حبان جلد ۱ صفحہ ۲۰۷ و مقاصدِ حسنہ صفحہ ۳۴۵)

⑬ سیدنا ثوبان الہاشمی رضی اللہ عنہ (ابو داؤد جلد ۲ صفحہ ۲۳۴ و درِ منثور جلد ٦ صفحہ ٦١٨ و ترمذی جلد ۲ صفحہ ۴۷)

⑭ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۵۹)

⑮ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۷ و ٦٠ و درِ منثور جلد ٦ صفحہ ٦١٧)

⑯ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ (کنز العمال للعلامہ علاء الدین المتقی بن حسام الدین الہندی جلد ۱۱ صفحہ ۴٦۲ و خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۷۷، و معجم کبیر للطبرانی جلد ۲ صفحہ ۱۲۰ تا ۱۳۳ و مشکل الآثار جلد ۲ صفحہ ۵۰)

⑰ سیدنا حذیفہ بن اسید الغفاری ابو سریحہ رضی اللہ عنہ (درِ منثور جلد ٦ صفحہ ٦١٨ و خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۷۷ و ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۴)

(۱۸) سیدنا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۷۸)
(۱۹) سیدنا خولیۃ بن مسعود رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۲۶)
(۲۰) سیدنا زیاد بن لبید بن ثعلبہ خزرجی رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۲۷)
(۲۱) سیدنا زید بن حارثہ ابو اسامہ رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۲۵)
(۲۲) سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۵۹)
(۲۳) سیدنا سعد بن ابی ثابت رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۲۷)
(۲۴) سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۱۸ و ۵۹ و ۶۰)
(۲۵) سیدنا سہل مولی غثیمہ رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۱۵)
(۲۶) سیدنا صدی بن عجلان ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ (ابن ماجہ صفحہ ۳۰۷)
(۲۷) سیدنا طلحۃ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۹۹)
(۲۸) سیدنا عامر بن ربیعۃ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۲۴ و ۲۵)
(۲۹) سیدنا عباد بن عمر رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۶۰)
(۳۰) سیدنا عبد الرحمٰن بن غنم اشعری رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۶۵)
(۳۱) سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ (مقاصد حسنہ للسخاوی صفحہ ۳۴۵)
(۳۲) سیدنا عبد اللہ بن سرجس مزنی رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۱۷)
(۳۳) سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۴ و کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۴۱۴ و ۴۶۳ و خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۴۸ و ۷۸)
(۳۴) سیدنا عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما (خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۶۰)
(۳۵) سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۱۶)
(۳۶) سیدنا عرباض بن ساریۃ اسلمی رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۴۵)
(۳۷) سیدنا علی بن ابی طالب امیر المومنین رضی اللہ عنہ (شمائل ترمذی صفحہ ۲ و خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۶۰ و ۷۳)
(۳۸) سیدنا عمر بن الخطاب امیر المومنین رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری صفحہ ۳۶۰)

(۳۰) سیدنا عوف بن مالک ابو حماد اشجعی رضی اللہ عنہ (کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۴۵۳)
(۳۱) سیدنا قرۃ بن ایاس بن ھلال المزنی رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۵۹)
(۳۲) سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۹ و ۱۴ و ۱۴۶)
(۳۳) سیدنا مالک بن سنان رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۶ و ۲۷)
(۳۴) سیدنا محمد بن عدی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۳)
(۳۵) سیدنا مغیرۃ بن شعبۃ بن مسعود رضی اللہ عنہ (درِ منثور جلد ۶ صفحہ ۶۱۸)

تابعین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ

(۱) حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ (خصائص الکبری للسیوطی جلد ۱ صفحہ ۳)
(۲) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (درِ منثور جلد ۶ صفحہ ۶۱۷ و کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۴۵۲)
(۳) حضرت سلامہ کندی رحمۃ اللہ علیہ (شرح شفاء جلد ۳ صفحہ ۵۳۰)
(۴) حضرت سہل بن صالح رحمۃ اللہ علیہ (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۳)
(۵) حضرت عامر بن شراحیل ابو عمرو شعبی رحمۃ اللہ علیہ (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۹)
(۶) حضرت عروۃ بن ردیم رحمۃ اللہ علیہ (کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۴۶۳)
(۷) حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ (مسند دارمی صفحہ ۶۲)
(۸) حضرت قتادۃ بن دعامہ رحمۃ اللہ علیہ (درِ منثور جلد ۶ صفحہ ۶۱۷ و مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۵ صفحہ ۴۹۶)
(۹) حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۴)
(۱۰) حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۹)
(۱۱) حضرت نافع ابو عبد اللہ (مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہ) رحمۃ اللہ علیہ (کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۴۶۳)
(۱۲) حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۳ و ۶۰)

محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ

(۱) ابن ابی حاتم (درِ منثور للسیوطی جلد ۶ صفحہ ۶۱۷)

② ابن حجر احمد بن علی عسقلانی (فیض الباری جلد ۴ صفحہ ۱۲۳ و جلد ۱۲ صفحہ ۳۳۲)

③ ابن لال (کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۴۵۲)

④ ابن مردویہ (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۷۷)

⑤ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۵ صفحہ ۱۲۸ و خصائص الکبریٰ للسیوطی جلد ۱ صفحہ ۷۷)

⑥ ابوجعفر احمد بن محمد الازدی الطحاوی (مشکل الآثار جلد ۲ صفحہ ۵۰ و ۵۲)

⑦ ابوحاتم محمد بن حبان تمیمی (صحیح ابن حبان جلد ۱ صفحہ ۲۰۷ و جلد ۴ صفحہ ۲۷)

⑧ ابوشجاع حافظ شیرویہ ہمدانی دیلمی (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۷۷)

⑨ ابوعبداللہ حاکم (خصائص الکبریٰ للسیوطی جلد ۱ صفحہ ۷۷)

⑩ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (جامع جلد ۲ صفحہ ۵۲ و خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۷۷)

⑪ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (معجم کبیر جلد ۲ صفحہ ۱۲۰ تا ۱۳۳)

⑫ ابومحمد عبداللہ دارمی تمیمی (سنن دارمی صفحہ ۶۲ و خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۷۷)

⑬ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی (خصائص الکبریٰ جلد صفحہ ۳)

⑭ احمد بن حسین ابوبکر بیہقی (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۷۷)

⑮ احمد بن محمد بن حنبل (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۷۷)

⑯ سلیمان بن اشعث ابوداؤد سجستانی (سنن ابی داؤد جلد ۲ صفحہ ۲۳۴)

⑰ سلیمان بن داؤد ابوداؤد طیالسی (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۷۷)

⑱ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ازالۃ الخفاء صفحہ ۱)

⑲ عبد بن حمید (درِ منثور جلد ۶ صفحہ ۱۶۷)

⑳ محمد بن اسمٰعیل بخاری (صحیح بخاری صفحہ ۳۶۰ و ۶۸۵)

㉑ محمد بن سعد زھری (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۵ و ۷۷)

㉒ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (مقاصد حسنہ صفحہ ۳۴۵)

㉓ محمد بن علی ترمذی الحکیم (کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۴۸۰)

(۲۴) محمد بن عمر واقدی (خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۲۷)
(۲۵) محمد بن یزید قزوینی ابو عبداللہ ابن ماجہ (سُنن ابن ماجہ صفحہ ۳۰۷)
(۲۶) محمد بن الحجاج ابو الحسن قشیری نیشاپوری (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۶۱)
(۲۷) محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ قسطلانی (مواہب اللدنیہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۹)
(۲۸) علی بن حسن بن عساکر (خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۸)

اصحابِ طبقات

(۱) ابن رجب (مقدمہ ذیل طبقاتِ حنابلہ صفحہ ۵)
(۲) ابو الحسن قاضی (طبقاتِ حنابلہ صفحہ ۴)
(۳) محمد بن ابی یعلیٰ

اہلِ سیر

(۱) ابو الفضل عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن الیاس یحصبی (شفا قاضی عیاض جلد ۲ صفحہ ۴۳۰)
(۲) احمد بن محمد شہاب الدین ابو العباس قسطلانی (المواہب اللدنیہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۹، و ج ۲ صفحہ ۵۰۹)
(۳) جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی (خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۵)

مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ

(۱) ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی (تفسیر مدارک بر خازن جلد ۳ صفحہ ۱۷۴)
(۲) ابو جعفر محمد بن جریر طبری (تفسیر ابن جریر ۳۳ : ۴۰)
(۳) ابو السعود (حاشیہ تفسیر مفاتیح الغیب (رازی) جلد ۶ صفحہ ۷۸۸)
(۴) ابو الفضل خطیب کازرونی (حاشیہ انوار التنزیل جلد ۴ صفحہ ۱۶۴)
(۵) ابو القاسم جار اللہ زمخشری (تفسیر کشاف جلد ۳ صفحہ ۲۳۹)
(۶) ابو محمد حسین بن مسعود بغوی (معالم التنزیل صفحہ ۵۶۵ و ۵۶۶)
(۷) بدر الدین زرکشی (البرہان فی علوم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۳۴)

⑨ ثناء اللہ پانی پتی (تفسیر مظہری جلد ۵ صفحہ ۳۵۰)
⑨ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی (تفسیر جلالین صفحہ ۳۵۳ و الاتقان جلد ۲ صفحہ ۱۲۸ و درِ منثور جلد ۶ صفحہ ۶۱۷)
⑩ سید محمود آلوسی (تفسیر روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۶۵)
⑪ شاہ عبدالقادر محدث و مفسر دہلوی (موضح قرآن ۳۳ : ۴۰)
⑫ شاہ ولی اللہ محدث و مفسر دہلوی (فتح الرحمٰن ۳۳ : ۴۰)
⑬ الشہاب احمد بن محمد خفاجی مصری حنفی (عنایت القاضی بر بیضاوی جلد ۷ صفحہ ۱۷۶ و شرح شفاء جلد ۴ صفحہ ۴۳۰)
⑭ صفی الدین محمد (تفسیر جامع البیان بر جلالین صفحہ ۳۵۳)
⑮ عبداللہ بن عمر بن شیرازی بیضاوی (انوار التنزیل جلد ۴ صفحہ ۱۶۴)
⑯ عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی (زاد المسیر جلد ۳ صفحہ ۳۹۳)
⑰ کمال الدین حسین واعظ کاشفی ہروی (تفسیر حسینی صفحہ ۱۳۵، تفسیر قادری جلد ۲ صفحہ ۳۵۳)
⑱ محمد بن عمر فخر الدین رازی (تفسیر مفاتیح الغیب جلد صفحہ ۷۸۷)
⑲ محمد علی الصابونی (تفسیر مختصر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۱۰۰)
⑳ محمد محی الدین شیخ زادہ (حاشیہ تفسیر انوار التنزیل جلد ۳ صفحہ ۶۶)

اہل لغت

① ابوالبقاء ایوب بن سید شریف (کلیات ابوالبقاء صفحہ ۱۷۱)
② ابوالحسن احمد بن فارس بن زکریا (مقاییس اللغۃ جلد ۲ صفحہ ۲۴۵)
③ ابوالحسن علی بن اسمٰعیل بن سیدہ (المحکم والمحیط الاعظم جلد ۱ صفحہ ۱)
④ ابوزکریا یحییٰ بن زیاد فراء (تہذیب اللغۃ جلد ۴ صفحہ ۳۱۵)
⑤ ابوعبداللہ محمد بن زیاد الاعرابی (تہذیب اللغۃ جلد ۷ صفحہ ۳۱۶)
⑥ ابوالفتح ناصر بن عبدالسید بن علی مطرزی (مغرب جلد ۱ صفحہ ۱۴۹)

⑦ ابو الفضل محمد بن عمر بن خالد جمال قرشی (صراح صفحہ ۲۸۸)
⑧ ابو الفضل محمد بن مکرم الانصاری (لسان العرب جلد ۱۵ صفحہ ۵۵)
⑨ ابو القاسم حسین بن محمد بن فضل راغب اصفہانی (مفردات صفحہ ۱۴۲)
⑩ ابو منصور محمد بن احمد الازھری (تہذیب اللغۃ جلد ۷ صفحہ ۳۱۴ تا ۳۱۶)
⑪ احمد بن محمد بن علی المقری الفیومی (مصباح المنیر صفحہ ۱۰۷)
⑫ عبد الرشید نعمانی (لغات القرآن صفحہ ۳۰۰)
⑬ مجد الدین محمد فیروز آبادی (القاموس جلد ۴ صفحہ ۷۸)
⑭ محمد طاہر بن علی فتنی (مجمع بحار الانوار جلد ۳ صفحہ ۳۲۹، تذکرۃ الموضوعات صفحہ ۸۸)
⑮ محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی (تاج العروس جلد ۸ صفحہ ۲۶۷)

مناطقہ و نحاۃ

① ابو بشر عمرو بن عثمان بن قنبر مولی بنی الحارث سیبویہ (الکتاب جلد ۱ صفحہ ۵)
② ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن عقیل (البہجۃ المرضیہ مقدمہ شرح الفیہ صفحہ ۲)
③ جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر ابن الحاجب (شافیہ صفحہ ۲)
④ رضی الدین محمد بن الحسن استر آبادی (شرح کافیہ صفحہ ۳)
⑤ عبد النبی احمد نگری (مقدمہ جامع الغموض)
⑥ قاضی محمد مبارک بن محمد دائم الادھمی فاروقی (حاشیہ سلم العلوم صفحہ ۳)
⑦ محمد حسن (حاشیہ قاضی مبارک صفحہ ۳)
⑧ محمد حسن سنبھلی (الدر المنظوم فی سمط العلوم)
⑨ محمد عبد العلی بحر العلوم لکھنوی (شرح سلم العلوم صفحہ ۲)
⑩ نیز دیکھیے: الجامیہ شرح ھدایۃ النحو صفحہ ۲ و عافیہ شرح شافیہ صفحہ ۴

اہل اصول و فقہ

① ابن عابدین سید محمد امین شامی (رد المحتار (شامی) جلد ۳ صفحہ ۲۵۹)
② ابو اسحٰق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی غرناطی (الاعتصام جلد ۲ صفحہ ۹۷)

(۳) ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی (بستان العارفین صفحہ ۲)
(۴) احمد جون پوری الشہیر بہ ملاجیون (نور الانوار صفحہ ۱)
(۵) اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی (عنایہ بر ہامش فتح القدیر جلد ۴ صفحہ ۳۳۲)
(۶) حسن بن عمار شرنبلالی (نور الایضاح صفحہ ۲)
(۷) زین الدین بن نجیم (الاشباہ و النظائر صفحہ ۲۹۶ و بحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۹۱ و جلد ۵ صفحہ ۱۳۰)
(۸) سراج الدین عمر بن نجیم (النہر الفائق)
(۹) شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد ذہبی (العبر)
(۱۰) عبد الرشید بخاری (خلاصۃ الفتاویٰ جلد ۳ صفحہ ۳۸۶)
(۱۱) عبد السلام مجد الدین ابن تیمیہ حرانی (منہاج السنۃ صفحہ ۲)
(۱۲) علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل (ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۵۵۶ و جلد ۳ صفحہ ۶۲۹)
(۱۳) کمال الدین محمد بن عبد الواحد سیواسی ابن ہمام (فتح القدیر جلد ۴ صفحہ ۳۳۲)
(۱۴) محمد بن ابی بکر الزرعی ابن قیم (الفرقان صفحہ ۶ و ۵۶ و ۱۲۳)
(۱۵) محمد بن احمد سرخسی (اصول سرخسی جلد ۱ صفحہ ۳۰۰ و جلد ۲ صفحہ ۸۱ و ۱۰۱)
(۱۶) محی الدین عبد القادر بن ابی الوفا محمد قرشی (الجواہر المضیہ جلد ۲ صفحہ ۴۸۳)
(۱۷) نصیر الدین مینائی (فتاویٰ برہنہ صفحہ ۱۲)
(۱۸) نظام الدین برہانپوری و رفقاء ؤ (فتاویٰ عالمگیریہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۳ و مقدمہ صفحہ ۲، و جلد ۳ صفحہ ۱۶۱)
(۱۹) نیز دیکھیے : فصول العمادی صفحہ ۱۳۰۰ و مالابد منہ صفحہ ۱.

متکلمین (اہل علم عقائد)

(۱) ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی (عقیدۂ طحاویہ صفحہ ۱۴)
(۲) ابو حامد محمد بن محمد غزالی (المعتقد المنتقد صفحہ ۲۰۹ و المسترشدین صفحہ ۲۹ و الاقتصاد)
(۳) ابو محمد عبد اللہ عفیف الدین یافعی (مجموعۃ العقائد صفحہ ۱۵)
(۴) ابو المعین سیف الدین نسفی (بحر الکلام صفحہ ۹۶ طبع مصر)

⑤ احمد مرزوقی (عقیدۃ العوام صفحہ ۱۲ و ۱۳)

⑥ تقی الدین عبد الملک (نزھۃ الناظرین صفحہ ۱۵)

⑦ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی (الاتقان جلد ۲ صفحہ ۱۲۸)

⑧ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی (شرح عقائد النسفیہ صفحہ ۱۲۵ و ۱۲۷)

⑨ سعید بن سعد حضری (کفایۃ الاخوان فی التوحید صفحہ ۴ طبع مصر)

⑩ سلیمان بحیری (شرح المنہاج)

⑪ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (میزان العقائد)

⑫ عبد الرحمن بن احمد قاضی عضد الدین ایجی (المواقف صفحہ ۶)

⑬ عبد السلام بن ابراہیم مالکی (اتحاف المرید شرح جوہر التوحید صفحہ ۱۲۶)

⑭ عبد الشکور سالمی (کتاب التمہید صفحہ ۱۲۴)

⑮ عبد العزیز پرہاروی (نبراس صفحہ ۴۴۵)

⑯ عبد الغنی نابلسی (شرح فرائد و شرح کفایۃ العوام صفحہ ۱۸)

⑰ عبد القادر (الفوائد القادریہ شرح العقائد النسفیہ صفحہ ۵۸)

⑱ عبد القاہر بن طاہر ابو منصور تمیمی بغدادی (اصول الدین صفحہ ۱۶۲)

⑲ عبد الکریم شہرستانی (الملل والنحل صفحہ ۱۱)

⑳ علی بن احمد بن حزم اندلسی (الملل والنحل جلد ۱ صفحہ ۷۷ و ۱۱۳ و جلد ۳ صفحہ ۲۴۹ و جلد ۴ صفحہ ۱۸۰ و ۱۹۸)

㉑ علی بن سلطان محمد القاری (شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۰۲)

㉒ کمال الدین محمد بن عبد الواحد (المسامرہ صفحہ ۲۰۳)

㉓ کمال الدین محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ دمیری (جوہرۃ التوحید)

㉔ محمد انور شاہ محدث کشمیری (اکفار الملحدین صفحہ ۴۳)

㉕ محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی (شرح عقیدۃ العوام و قطر الغیث صفحہ ۱۵۰)

㉖ نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد نسفی (عقائد نسفیہ صفحہ ۱۲۵ و ۱۲۷)

(۲۴) نیز دیکھیے: شرح عقائد جلالی جلد ۲ صفحہ ۱۰۸ اور رسالہ شاہ اسمٰعیل شہید و جامع زبدۃ العقائد التوحید صفحہ ۲۲ و شرح تعرف و عقائد نامہ جامی وغیرہ۔

صوفیاء

① شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم کلاباذی (شرح تعرف مع شرحہ صفحہ ۴)
② شیخ ابوحامد محمد بن محمد غزالی (الاقتصاد)
③ شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی (مکتوبات جلد ۳ صفحہ ۳۸ و جلد ۸ صفحہ ۹۰)
④ شیخ عبدالقادر جیلانی (غُنیۃ الطالبین)
⑤ شیخ عماد الدین اموی (حیات القلوب بر حاشیہ قوت القلوب جلد ۲ صفحہ ۴ و ۲۰ بحوالہ امام اہل سنۃ ابوالحسن اشعریؒ)
⑥ محمد بن علی حاتمی طائی ابن عربی (فتوحاتِ مکیہ جلد ۳ صفحہ ۵۶۸، و جلد ۲ صفحہ ۲۵۷ و جلد ۲ صفحہ ۳۹۵)
⑦ نیز دیکھیے: فصوص الحکم صفحہ ۸۱ و مخزن الاسرار از نظام الگنجوی)

قادیانی تاویلات (ہیرا پھیریوں) کا جواب

خاتم بمعنی عدیم النظیر

○ دیوان حماسہ صفحہ ۸۱ میں قیس بن زہیر کا ایک شعر منقول ہے: ؎

شری وُدّی و شکری من بعید لآخر غالب ابداً ربیع

○ اس کا ترجمہ مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ نے اس طرح کیا ہے: "ربیع بن زیاد نے میری دوستی اور شکر دور بیٹھے ایسے شخص کیلیے جو بنی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کیلیے عدیم النظیر ہے خرید لیا" اس ترجمہ کے حوالہ سے کہا جاتا ہے کہ اگر اس شعر میں "خاتم" کا معنی "عدیم النظیر" و "بے مثل" ہے تو "خاتم النبیین" کا معنی ہوگا کہ "حضرت محمد رسول اللہ ﷺ عدیم النظیر و بے مثل نبی ہیں۔ اور آخری نبی مراد ہی نہیں"۔ سو اس کے کئی جواب ہیں، مثلاً:

① مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ کے اس ترجمہ سے اہل ادب کو اختلاف ہے، اس لیے ان کا ترجمہ اپنے دعویٰ کے اثبات میں پیش کرنا ناانصافی ہے۔

② آخر کا معنی بے نظیر کرنا فنِ ادب میں مہارت رکھنے والے تمام اہلِ ادب شارحین کے خلاف ہے۔ چنانچہ حماسہ کے مشہور شارح حضرت علامہ تبریزیؒ نے تحریر فرمایا ہے: اشتری ربیع بعدہ منی مودتی له وثنائی علیه وعلیٰ آخر رجل یبقیٰ من بنی غالب ابدا کہ بنی غالب کے آخری آدمی تک یعنی جب تک بنی غالب کا ایک فرد بھی باقی ہے یہ مودت اور شکر رہے گا۔

③ "خاتم" کا حقیقی معنی ہے ما یختم به الشي کہ وہ چیز جس سے دوسری چیز کو ختم کیا جائے۔ اور اس کا معنی "آخر" مجاز ہے۔ اور پھر آخر کا معنی بے مثل اور بے نظیر کریں تو یہ مجاز در مجاز ہوگا' جو علماء اصول و معانی کے نزدیک ممنوع و ناجائز ہے۔

④ علامہ زمخشری نے خاتم کے حقیقی اور مجازی سب معنے بیان کیے۔ مگر اس کا معنی "عدیم النظیر" بیان نہیں کیا۔ اسی طرح اس کا معنی "زینت" بھی بیان نہیں کیا۔ (دیکھیے: اساس البلاغۃ صفحہ ۱۵۳)

⑤ کلیات ابوالبقاء صفحہ ۲۳ میں ہے: آخر الشيء هو الجزء الذي يتم عنده الشيء۔ یعنی کسی چیز کا آخر اس کے اس جزء کو کہتے ہیں جس کے ہوتے ہوئے وہ چیز تام اور مکمل ہو جاتی ہو' اور اس کا کچھ حصہ باقی نہ رہتا ہو۔

○ بہرحال اس میں تو کچھ شک نہیں کہ ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تمام مخلوق میں بے نظیر و بے مثل ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ "خاتم النبیین" کا معنی بے نظیر ہے۔

خاتم بمعنی انگوٹھی

○ نیز پیروانِ مرزا یہ بھی کہتے ہیں کہ خاتم کا معنی "انگوٹھی" ہے۔ اور چونکہ انگوٹھی زینت ہوتی ہے' اس لیے "خاتم النبیین" کے معنے ہوئے:

"زینۃ النبیین"۔ لیکن ان کا یہ قول بھی غلط ہے۔ کیونکہ :

① اس میں تو شک نہیں کہ "خاتم" کا لفظ انگوٹھی کے معنی میں بھی مجازاً استعمال ہوتا رہتا ہے۔ (دیکھیے : اساس البلاغۃ) لیکن "خاتم النبیین" کا معنی انگوٹھی کرنے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ جبکہ کسی سچے پیغمبر کی توہین کرنا کفر ہے۔ اور اگر یہی معنے کیے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ گویا تمام انبیاء کرام علیہم السلام تو بمنزلہ جسم عروس کے ہیں اور سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ ان کی انگوٹھی کے ہیں۔

② ہمیں یہ تو تسلیم ہے کہ انگوٹھی زینت ہوتی ہے لیکن یہ کس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ انگوٹھی کی شان، پہننے والے انسان سے زیادہ ہے جبکہ انگوٹھی میں دنیا کا سب سے قیمتی ہیرا ڈال لیں تب بھی وہ کسی انسان سے قیمتی نہیں ہوسکتی، اس انگوٹھی کی شان کسی انسان سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ بالکل اسی طرح اگر خاتم کا معنی انگوٹھی کیا جائے تو اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زینت انبیاء تو کہا جاسکے گا لیکن جیسا ہونا چاہیے اس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو دیگر انبیاء کرام کی شان سے بڑھایا نہیں جاسکتا۔ اس لیے یہ قول بھی مردود ہے۔

خاتم بمعنی مُہر

① قادیانیوں کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خاتم کا معنی مہر ہے۔ اور دلیل میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ اور حضرت کمال الدین حسین واعظ کاشفیؒ کے تراجم قرآن مجید کا حوالہ دیتے ہیں کہ انھوں نے بھی خاتم کا معنی مُہر کیا ہے۔ اور پھر اس کا مطلب خود اپنے پاس سے یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صاحب خاتم نبی ہیں، اور جس پر وہ مُہر کردیں وہ نبی ہوجاتا ہے۔ حالانکہ انکا یہ استدلال غلط ہے۔ کیونکہ :

① خود مذکورہ بالا بزرگانِ دین نے خاتم کا معنی مُہر تحریر فرمانے کے بعد حاشیہ پر اس کی وضاحت بھی فرمادی ہے کہ مہر کا مطلب کیا ہے۔ چنانچہ :

① حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنے مترجم قرآن مجید کے حاشیہ پر فتح الرحمٰن میں تحریر فرمایا ہے: "یعنی بعد از وے ہیچ پیغمبر نہ باشد"۔ یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر مبعوث نہ ہوگا۔ اور اس عبارت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی نفی بھی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر حضرت شاہ صاحبؒ نزولِ عیسیٰ بن مریمؑ کے منکر ہوتے تو وہ اس طرح نہ لکھتے کہ "بعد از وے ہیچ پیغمبر نہ باشد"۔ بلکہ وہ اس طرح تحریر فرماتے: "بعد از وے ہیچ پیغمبر نیاید"۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو حضرت شاہ صاحبؒ نزولِ عیسیٰؑ ہی کے منکر تھے اور نہ ہی کسی "مہرزدہ نبی" کی آمد کا عقیدہ رکھتے تھے۔

② اسی طرح حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ کا مطلب بھی یہی ہے اور اپنے مترجم قرآن مجید میں "خاتم" کا معنی "مہر" کرنے کے بعد حاشیہ پر "موضح قرآن" میں تحریر فرمایا کہ: "اس کے بعد کوئی پیغمبر نہیں"۔

③ حضرت حسین واعظ کاشفیؒ نے "مواہب علیہ" المعروف بہ تفسیر حسینی صفحہ ۱۳۵ میں تحریر فرمایا: "و پیغمبری بروختم کردہ اند"۔

④ خود حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی "خاتم النبیین" کی تفسیر فرمائی ہے۔ اور یہ تفسیرِ نبویؐ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ثوبان مولیٰ رسول اللہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلٰثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي کہ میری امت میں تیس کذاب ایسے ہوں گے جو خود کو نبی سمجھیں گے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ (دیکھیے: تفسیر درِّ منثور جلد ۶ صفحہ ۶۱۸)

⑤ نیز حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صفت خاتم النبیین کو ایک عمارت کی مثال دے کر اس طرح بیان فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاءِ کرام علیہم السلام کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی محل ہو جس کی عمارت بڑی خوبصورت بنائی گئی ہو۔

اس میں کسی قسم کی کوئی کمی نظر نہ آتی ہو۔ البتہ ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو۔ نظارہ کرنے والے اس کے ارد گرد چکر لگاتے ہوں۔ اور اس عمارت کی خوبصورتی کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے ہوں کہ اس میں کوئی کسر باقی نہیں سوائے اس ایک جگہ کے۔ یہاں ایک اینٹ نہیں ہے۔ تو اس ایک اینٹ کی جگہ کو میں نے پر کیا ہے۔ میرے ذریعے وہ عمارت مکمل ہو گئی اور میرے آنے سے تمام رسول ختم ہو گئے۔ اور میں خاتم النبیین ہوں۔
(مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۱ بحوالہ بخاری و مسلم)

○ اب اگر کوئی اور نبی بنے تو وہ باہر کو لگا ہوا گارا سا کتنا برا لگے گا۔ اگر کوئی عقلمند آدمی اسے دیکھے تو اس کا فرض بنتا ہے کہ وہ اسے کھرچ کر پھینک دے تاکہ عمارت کی خوبصورتی برقرار رہے اور اس عمارت پر بدنما دھبے کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔

(۶) پھر مرزا قادیانی نے مہر کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ محاورۂ عرب کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ مہر تو اس وقت لگائی جاتی ہے جب صحیفہ کو کامل کر دیا جاتا ہے اور اس کے بعد ایک حرف بھی نہیں لکھا جاتا۔

(۷) اسی طرح کسی ملفوف کو جب بند کر دیا جاتا ہے تو اسے سربمہر کر دیتے ہیں۔ تاکہ اس میں سے کوئی چیز نہ خارج کی جاسکے اور نہ باہر سے کوئی چیز اس میں داخل کی جاسکے۔

(۸) اور اگر مرزا قادیانی کے معنے درست مان لیے جائیں تو پھر اہل عرب میں مستعمل محاورے: خاتم القوم، خاتم المہاجرین اور خاتم الاولاد کے معنے کیا ہوں گے۔ کیا "خاتم القوم" کا یہ معنی درست مانو گے کہ وہ شخص جس کی مہر تصدیق سے قوم معرض وجود میں آئے۔ اسی طرح "خاتم المہاجرین" کا معنی ہو کہ "وہ شخص جس کی مہر سے مہاجر بنیں"۔ یا "خاتم الاولاد" وہ شخص ہو کہ جس کی مہر سے اولاد پیدا ہو۔ اور ظاہر ہے کہ یہ

محاورے ان معنوں میں استعمال نہیں ہوتے' لہٰذا "خاتم النّبیّین" کا یہ معنی بھی باطل ہے کہ جس کی مہر سے نبی بنیں۔

خاتم بمعنی مُہر اور مُہر بمعنی سند

○ متبعین مرزا کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: خاتم بمعنے مہر اور مہر بمعنے سند ہے۔ اور "خاتم النّبیّین" کے معنے ہیں "سند النّبیّین"۔ یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ آنے والے نبیوں کی سند ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد جو نبی ہوگا وہ آپ ﷺ کا متبع اور پیروکار ہوگا۔ لیکن:

○ ان کا یہ قول بھی احادیث صحیحہ مشہورہ اور آثارِ صحابہؓ اور اجماع امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔ اور جو معنے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی تشریح اور اجماع امت کے خلاف ہیں' وہ باطل اور مردود ہیں' بلکہ ایسی تاویل فاسد اور کفر ہے' جیسا کہ ابن عربی نے فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۴ میں لکھا ہے۔

لا نبی بعدی پر ابن عربی کا قول

○ پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابنِ عربی نے لا نبی بعدی کے جو معنے کیے ہیں اس میں تشریعی نبوت کی نفی ہے' مطلق نبوت کی نفی مراد نہیں ہے۔ لیکن ان کا یہ قول بھی غلط ہے۔ کیونکہ:

○ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں لائے نفی جنس کے لیے ہے' اسی لیے اس کا اسم مفرد مبنی بر علامت نصب ہے۔ اور جنس کی نفی کرنے سے اس کے تمام انواع اور تمام افراد سے حکم کی نفی ہوجاتی ہے۔ مثلاً: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں جنس اِلٰہ کی نفی کرنے سے اِلٰہ کے تمام انواع اور تمام افـراد سے "الوہیت" کی نفی ہوگئی۔ اور:

قاعدہ ہے کہ: "جہاں استثناء کا کلمہ نہ ہو وہاں تمام انواع و افراد کی نفی ہی مراد ہوتی ہے اپنے پاس سے استثناء فرض کرلینا درست نہیں"۔ اور لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں استثناء کا کوئی کلمہ موجود نہیں ہے' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث نبوۃ کا دروازہ کلی طور پر بند ہوگیا ہے۔

○ نیز مرزا کی اس تاویل کو دیکھ کر کوئی مشرک بھی کہہ سکتا ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں مطلق اِلٰہ کی نفی نہیں بلکہ مستقل اِلٰہ کی نفی ہے۔ اور غیر مستقل الٰہ کی نفی نہیں۔ جیسے ملائکہ' عیسیٰ' عزیر' اولیاء' ود' سواع' یغوث' یعوق' نسر' لات' عزیٰ' منات وغیرہ۔ حالانکہ کسی فحج عرب کے دل میں بھی اس کا وہم تک نہیں گزرا۔

○ البتہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ فرمانِ نبویؐ لا نبی بعدی سے حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی نفی نہیں ہوتی۔ کیونکہ انھیں از سرِ نو نبوت نہیں ملے گی' وہ تو بعثتِ نبویؐ سے تقریباً ۶۰۰ سال پہلے عہدۂ نبوت پر مبعوث کیے گئے تھے۔ اور قربِ قیامت میں جب حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتر کر زمین پر تشریف لائیں گے تو اس وقت وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیؓ اور خلیفہ ہوں گے' اور شریعتِ محمدیؐ کی پیروی کریں گے۔ اور نبیؑ بھی ہوں گے۔ مگر نئی شریعت اور نئی کتاب لے کر نہیں آئیں گے جیسا کہ حضرت صالحؑ' حضرت یوشعؑ' حضرت لوطؑ وغیرہ بے شمار ایسے نبی ہو گزرے ہیں جو سابق رسول کی شریعت پر عامل اور مبلغ تھے۔ ممکن ہے ابنِ عربی کا بھی یہی مطلب ہو' جسے ہیرا پھیری کے ذریعے مرزا نے اپنے دعویٰ کی دلیل میں پیش کیا ہے۔

○ دوسری بات یہ ہے کہ امام شریف شمس الدین بن سید محمد بن السید ابی الطیب المدنی متوفی ۹۵۵ھ نے تصریح فرمائی ہے کہ شیخ محی الدین محمد بن علی المعروف بہ ابنِ عربی الطائی المالکی کی کتاب الفتوحات المکیہ میں ملحد لوگوں نے دسیسہ کاری کرتے ہوئے ایسی ایسی باتیں لکھ دی ہیں جو عقائدِ علماءِ اہل السنت والجماعت کے خلاف ہیں۔ جیسا کہ ان کی دوسری کتابوں فصوص الحکم وغیرہ میں دسیسہ کاری ہوئی ہے۔ دیکھیے: کشف الظنون جلد ۲ کالم ۱۲۳۸-۳۹

خاتم النبیین کا خاتم المہاجرین پر قیاس

○ نیز قادیانی کہتے ہیں کہ خاتم النبیین کا یہ مطلب نہیں کہ نبوت کا دروازہ کلی طور پر بند ہو گیا ہے۔ کیونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت

عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا: یا عباس انت خاتم المھاجرین کما انا خاتم النبیین کہ اے عباسؓ! جس طرح میں خاتم النبیین ہوں ایسے ہی آپؓ خاتم المہاجرین ہیں۔ حالانکہ حضرت عباسؓ کے بعد بھی کئی اصحابؓ کی ہجرت ثابت ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاتم النبیین سے مراد ہے آخری نبی نہیں۔ لیکن قادیانیوں کا یہ قول بھی غلط ہے۔ کیونکہ:

① سند کے اعتبار سے یہ روایت صحیح نہیں۔ اس لیے احادیث صحیحہ متواترہ و مشہورہ اور محدثین و مفسرین کی تشریحات کے مقابلے میں ایسی روایت کو عقیدے کی بنیاد بنانا غلط ہے۔

② نیز حضرت علامہ شمس الدین ذہبیؒ نے میزان الاعتدال جلد صفحہ ۲۰۱ میں تحریر فرمایا ہے کہ اس روایت میں حارث بن ابی الزبیر راوی ہے 'جس کا علم ضائع ہوگیا تھا' اس لیے ایسی حدیث کو دلیل میں پیش کرنا غلط ہے۔

خاتم النبیین کا خاتم الاوصیاء پر قیاس

○ نیز مرزائی اپنی دلیل میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب جوزقانی سے منقول وہ روایت بھی پیش کرتے ہیں جس میں آتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کما انا خاتم النبیین کذلک علی و ذریتہ یختمون الاوصیاء کہ جس طرح میں خاتم النبیین ہوں اسی طرح علیؓ اور ان کی اولاد وصیوں کو ختم کریں گے۔

○ لیکن یہ حدیث تو سرے سے ہے ہی موضوع اور بناوٹی' جبکہ موضوع حدیث پر عمل کرنے کو علماء حق نے حرام قرار دیا ہے۔

خاتم النبیین کا خاتم الاولیاء پر قیاس

○ اسی طرح "خاتم الاولیاء" والی حدیث بھی باطل ہے' جس کی نہ کوئی اصل ہے نہ سند' جبکہ "خاتم الاولیاء" وہ آخری مومن ہوگا جو لوگوں میں رہ جائے گا مگر وہ خیر الاولیاء نہیں ہوگا۔ (دیکھیے خاتمہ مجمع بحار الانوار جلد ۳ صفحہ ۵۱۸)

حدیث عائشہؓ میں لانبی بعدہٗ کہنے سے ممانعت

○ نیز قادیانیوں کی طرف سے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ایک قول اپنے دعویٰ کی دلیل میں پیش کیا جاتا ہے' جس میں آپؓ فرماتی ہیں کہ خاتم النبیین تو کہو مگر لا نبی بعدہٗ نہ کہو۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا۔

○ لیکن ان کا یہ کہنا بھی غلط ہے۔ کیونکہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ارشادِ گرامی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نبوت کا دروازہ کھلا رہے گا' اور نئے نبی پیدا ہوتے رہیں گے' بلکہ ان کا مطلب تو یہ تھا کہ بے شک حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی پیدا بھی نہیں ہوگا۔ لیکن یہ تصور نہ کرو کہ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے بھی کوئی نہ آئے گا۔ کیونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ عالی شان کے مطابق قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس زمین پر نزول فرمائیں گے' گو پیروی تو شریعتِ محمدیؐ ہی کی کریں گے تاہم نبی بھی ہوں گے' اس لیے مطلق نبی کی آمد کا انکار نہ کرو' بلکہ کسی نئے نبی کے پیدا ہونے سے انکار کرو۔ کیونکہ:

○ حضرت امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطیؒ نے درِ منثور جلد ۶ صفحہ ۶۱۸ میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمانِ ذی شان کے متصل بعد:

سیدنا مغیرہؓ کی وضاحت

سیدنا مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھا ہے کہ ان کے سامنے کسی نے اس طرح درود شریف پڑھا: صلی اللہ علی محمد خاتم الانبیاء لا نبی بعدہٗ تو اس پر حضرت مغیرۃ بن شعبہؓ نے فرمایا کہ بس تیرا خاتم الانبیاء کہہ دینا ہی کافی ہے۔ کیونکہ ہمیں بتایا جاتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنے والے ہیں' پھر جب وہ تشریف لے آئیں گے تو چونکہ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی نبی تھے اس لیے آپ کے بعد بھی نبی رہیں گے۔ (درِ منثور جلد ۶ صفحہ ۶۱۸)

ام المومنینؓ کی وضاحت

○ خود ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب دجال لُد کے مقام پر آئے گا تو اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول فرمائیں گے پھر اس دجال کو قتل کریں گے۔ (مسند احمد جلد ۷ صفحہ ۱۱۱)

○ نیز حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا کچھ جزء بھی باقی نہیں رہا' البتہ صرف سچی خوابیں ہیں جو مسلمان دیکھتا ہے' یا مسلمان کے حق میں کسی کو دکھائی جاتی ہیں۔

دیکھیے: مسند احمد جلد ۷ صفحہ ۱۸۶ بروایۃ قوی الاسناد۔

○ بہرحال لا نبی بعدی کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ تو کوئی نیا نبی پیدا ہوگا اور نہ مبعوث ہوگا۔ اس کا یہ مفہوم نہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی سابق نبی بھی نہیں آئے گا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً چھ سو سال پہلے سے مبعوث ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آخری دور قرب قیامت میں ضرور آئیں گے۔ اور یہ مسئلہ تواتر سے ثابت ہے۔ جس کا ذکر رفع و نزول عیسیٰؑ کی بحث میں گزر چکے ہیں۔ اور اس پر تمام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجماع ہے۔

علماءِ حق کے چند فتوے

(۱) حضرت العلامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ نے اکفار الملحدین صفحہ ۴۲ میں

(۲) حضرت العلامہ الشیخ عبد الغنی نابلسیؒ کی کتاب شرح الفرائد کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا: اَنَا الْعَاقِبُ الَّذِیْ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ تمام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجماع ہے کہ اس کلام نبویؐ کو اپنے ظاہر مفہوم پر ہی رکھا جائے۔ اور یہ ان مشہور مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے جس کی وجہ سے ہم ملعون فلاسفہ کو کافر کہتے ہیں۔

(۳) حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلویؒ نے رسالہ صفحہ ۱۳ میں فرمایا:

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور خاتم الانبیاء متعدد نہیں ہو سکتے۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا عقائدِ اسلامیہ کے اصول میں سے ہے۔

(۴) الامام الاستاذ ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر التمیمی البغدادیؒ متوفی ۴۲۹ھ نے اپنی کتاب اصول الدین صفحہ ۱۶۳ میں لکھا ہے: ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و قد تواترت الاخبار عنہ بقولہ لا نبی بعدی و من رد حجۃ القرآن و السنۃ فھو کافر یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بتواتر ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لانبی بعدی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور جو شخص قرآن مجید اور حدیث شریف کی قطعی دلیل کو رد کردے سو وہ کافر ہے۔

(۵) حضرت العلامۃ الشیخ محی الدین عبدالقادر بن ابی الوفاء محمد قرشیؒ نے:

(۶) حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا فتویٰ اپنی کتاب الجواہر المضیہ جلد ۲ صفحہ ۴۸۳ میں نقل فرمایا ہے کہ جو شخص مدعیِ نبوت سے اس کی سچائی پر نشانی مانگے تو وہ بھی کافر ہوگیا۔ کیونکہ اس سے ذہن اس طرف جاتا ہے کہ نبوت کا دروازہ کھلا ہے اور اس سے قرآنی حکم: خاتم النبیین کا رد ہوتا ہے اور قرآن مجید کا رد کرنا کفر ہے۔

(۷) حضرت علامہ سیف الدین ابو المعین نسفیؒ نے بحر الکلام صفحہ ۹۶ میں فرمایا: قال اھل السنۃ و الجماعۃ لانبی بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم یدل علیہ قولہ تعالیٰ وَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ۔ یعنی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی طرح کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد کسی اور شخص کو نبوت کا عہدہ نہیں دیا جائے گا۔ اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ ہے۔

(۸) حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے اس فتویٰ کو نقل فرمانے کے بعد:

(۸) حضرت امام ابو یوسفؒ کا فتویٰ بھی صاحب بحر الکلام نے تحریر فرمایا ہے: وروی

عن ابی یوسف رحمہ اللہ انہ قال اذا خرج متنبئ فادعی النبوۃ فمن طلب منہ الحجۃ فانہ یکفر لانہ انکر النص۔ (بحر الکلام صفحہ ۹۶) یعنی پہلے امام حضرت ابوحنیفہؒ کے خاص الخاص شاگرد حضرت امام قاضی ابویوسفؒ سے روایت ہے کہ جو کوئی بناوٹی نبی بن کر نکل آئے اور نبوت کا دعویٰ کرے تو اگر کسی نے اس سے نبوت کی دلیل مانگی تو وہ دلیل مانگنے والا خود بھی کافر ہو گیا۔ کیونکہ اس دلیل مانگنے والے نے اس مدعیٔ نبوت سے دلیل مانگ کر نصِ قرآنی کا انکار کیا ہے۔ اور اس کے بعد امام صاحبؒ نے فرمایا:

○ اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو بعثتِ نبویؐ کے بعد کسی مدعیٔ نبوت کے نبی ہونے یا نہ ہونے کے متعلق شک میں مبتلا ہو جائے۔ کیونکہ دلیل تو اس لیے مانگی جاتی ہے تاکہ حق اور باطل کے درمیان کھلا فرق معلوم کر لیا جائے۔

○ اسی طرح اگر کسی جھوٹے مدعیٔ نبوت سے کوئی خرقِ عادت بات ظاہر ہو جائے تو اسے معجزہ نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ اسے استدراج کہتے ہیں جو کافر کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے۔ اور چونکہ خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت نصِ قطعی سے ثابت ہو چکی ہے۔ اور معجزہ اس خلافِ عادت کام کو کہتے ہیں جو کسی نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو۔ اس لیے اب اگر کسی مدعیٔ نبوت کے ہاتھ پر کوئی خرقِ عادت بات ظاہر ہو جائے تو بھی وہ قابلِ التفات نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ معجزہ نہیں بلکہ استدراج ہے۔

⑨ الاشباہ والنظائر میں حضرت علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے: اذا لم یعرف ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم اٰخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات۔ یعنی جب کوئی نہ پہچانے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ کافر ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ ضروریاتِ دین میں سے ہے۔

○ اس کے حاشیہ میں علامہ حمودیؒ نے تحریر فرمایا کہ ایمان و کفر کے مسائل میں ضروریات کا علم نہ رکھنے کی وجہ سے بندہ معذور نہیں ہوتا۔

⑪ حضرت امام ابن حبانؒ نے فرمایا کہ : جو شخص کہے کہ باب نبوت بند نہیں ہوا وہ زندیق ہے اور اس کو قتل کرنا واجب ہے۔ (زرقانی جلد ۶ صفحہ ۱۸۸)

○ نیز دیکھیے : روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۶۵ و شرح عقائد سفارینی صفحہ ۲۵۷ و فصول عمادی صفحہ ۱۳۰۰ بھی دیکھیے۔

جھوٹے مدعیانِ نبوت کا قتل

○ یہی وجہ ہے کہ بعثتِ نبویؐ کے بعد جب بھی کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس سے یہ نہیں پوچھا گیا کہ تو کونسی نبوت کا مدعی ہے ' تشریعی یا غیر تشریعی نبوت کا ' ظلی ' بروزی یا حقیقی نبوت کا۔ بلکہ مسلمانوں نے اسے کذاب اور جھوٹا قرار دیا ' اور اسے قتل کر دیا گیا۔ مثلاً :

① اسود عنسی بن کعب بن عوف ذوالخمار کو ۱۰ھ میں صحابہ کرامؓ نے قتل کیا۔

② مُسَیلمہ (کذاب) کو ۱۲ھ عہد صدیقیؓ میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت اسلامی فوج نے قتل کیا۔

③ الحارث مدعیِ نبوت کو اموی خلیفہ عبدالملک بن مروانؒ نے قتل کیا اور سُولی دی۔

④ مغیرۃ بن سعید عجلی کو ۱۸۳ھ میں نذرِ آتش کیا گیا۔ اسی طرح :

⑤ بیان بن سمعان کو ۱۸۷ھ میں نذرِ آتش کیا گیا۔ علاوہ ازیں :

⑥ ابو منصور عجلی کو ۱۸۹ھ میں دعویٔ نبوت کے جرم میں قتل کیا گیا۔ نیز :

⑦ بہافرید کو ۱۹۷ھ میں اسی جرم دعویٔ نبوت میں قتل کیا گیا۔ اسی طرح :

⑧ اسحاق اخرس مغربی کو ۲۰۳ھ میں نبوت کا دعویٰ کرنے پر قتل کیا گیا۔

○ لیکن ان کے علاوہ اور بھی بہت سے جھوٹے مدعیان نبوت مثلاً :

⑨ رشید الدین سنان اور :

⑩ محمد بن اسمٰعیل وغیرہ جو قتل ہونے سے تو بچ گئے۔ مگر انھیں مسلمانوں نے عقیدۂ ختم نبوت ہی کی وجہ سے مسترد کر دیا۔

(دیکھیے : آکفار الملحدین و الکاویہ علی الغاویہ)

۲۲ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (۲۱ : ۷)

○ مرزا قادیانی نے اس آیتِ مبارکہ میں تحریف کرتے ہوئے اسے وفاتِ مسیحؑ کی دلیل بنایا ہے۔ اور اس آیت کریمہ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ: "اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتابوں کے واقعات پر نظر ڈالو"۔ تو گویا مرزا قادیانی یہ کہنا چاہتا ہے کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب پر موت واقع ہونا اور تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھنا اور پھر آسمان پر چلے جانا اور خدا کے داہنی طرف بیٹھ جانا اور خدائی میں خداوند باپ کا شریک ہونا۔ یعنی جو کچھ بھی بائیبل میں لکھا ہوا ہے اسے من وعن تسلیم کر کے تمام مرزائیوں کو اعتقادی طور سے عیسائی ہو جانا چاہیے۔ حالانکہ:

اہل الذکر سے مراد اہل کتاب نہیں

○ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے منکرین کو اہل علم و صاحب بصیرت لوگوں سے اس بات کے دریافت کرنے کا مشورہ دیا ہے کہ ان سے پہلے جو رسول آئے وہ انسان ہی ہوا کرتے تھے یا نوری فرشتے۔ کیونکہ ان لوگوں کے ذہنوں میں یہ تصور نہایت پختگی کے ساتھ جاگزین تھا کہ رسول کوئی نوری مخلوق یا فرشتہ ہوتا ہے 'انسان رسول نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس خاکی انسان پر وحی الٰہی کا نزول نہیں ہوسکتا' نوری مخلوق ہی وحی الٰہی کی متحمل ہو سکتی ہے اور یہ کام بشر کے بس سے باہر ہے۔

○ مرزا قادیانی نے قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کا ایک جملہ لکھ کر اس آیت کا غلط معنی کر کے لوگوں کو عیسائیت کی ترغیب دینے کی بھونڈی کوشش کی ہے۔ جبکہ پوری آیت مبارکہ اس طرح ہے:

القرآن وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (الانبیاء ۲۱:۷)

○ اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ کے شروع میں وَ استینافیہ بیانیہ لائے ہیں، جو سوال مقدر کے جواب میں لائی جاتی ہے۔ اور چونکہ اس مقام پر مشرکین مکہ کا سوال تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے رسُول کو انسان نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ انسان لوازمات بشریہ سے متصف ہوتا ہے، بازاروں میں گھومتا پھرتا ہے۔ کھاتا پیتا ہے اور شادی بیاہ کرتا ہے۔ جبکہ فرشتہ یا ایسی کسی نوری مخلوق میں یہ لوازماتِ بشریت نہیں پائے جاتے اس لیے کسی نوری مخلوق کو رسُول ہونا چاہیے جو ان تمام عیوب سے پاک ہو۔

○ چنانچہ مشرکین کے انہی لغو تصورات اور عقائد و نظریات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے حضرت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا:

○ یارسُول اللہ! ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی کو رسُول بنا کر نہیں بھیجا مگر یہ کہ وہ سب آدمی ہی ہوتے تھے، جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔ اس کے بعد منکرینِ رسالت اور مشرکین کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

○ اے منکرینِ رسالت! یہ تو ایسی واضح حقیقت ہے کہ کسی شخص کو بھی اس سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ اس بات سے تو سب ہی واقف ہیں، لیکن اگر تمہیں اتنی آسان بات بھی معلوم نہیں اور تم اتنا بھی نہیں جانتے تو پھر اہلِ علم سے ہی پوچھ لو کہ کیا پہلے رسُولؑ بھی بشر ہی ہوا کرتے تھے یا وہ فرشتے یا کوئی اور نوری مخلوق تھے۔

○ اگرچہ اس آیت میں مسئول عنہ کا ذکر نہیں ہے۔ مگر اس آیت کریمہ کے ابتدائی جملہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر مسئول عنہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کیا جانے والا "رسُول" انسان ہوتا ہے یا فرشتہ یا کوئی دوسری نوری مخلوق۔

○ لیکن مرزا قادیانی نے اس آیت کا جو معنی کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر اس معاملے میں عیسائیوں اور یہودیوں کی طرف رجوع کیا جائے

جس میں مُسلمانوں کو تردد ہو۔ حالانکہ یہ بات سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر بات اہلِ کتاب سے دریافت کرنے کو نہیں کہا' اور نہ ہی خود مرزا قادیانی ان کی ہر بات کو مانتا ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ "ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور" کے مصداق بظاہر تو مرزا نے یہی رٹ لگائے رکھی تھی کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر سے زندہ ہی اتار لیے گئے تھے اور پھر مرہم عیسیٰ کے استعمال سے تندرست ہو کر کشمیر کی طرف ہجرت کر گئے تھے اور ایک سو بیس برس کے ہو کر انھوں نے وفات پائی۔ لیکن فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ کا جو معنی مرزا نے کیا ہے اس سے متبادر یہی معلوم ہوتا ہے کہ صلیب پر موت کے واقع ہونے کا جو تصور عیسائیوں اور یہودیوں کے یہاں مشہور ہے اسی پر مرزا کا ایمان ہے۔

بہر حال یہ آیت کریمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت و حیات سے متعلق نہیں ہے' اگر اس آیت کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے تو وہ صرف اتنا کہ نہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلکہ تمام انبیاء کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام انسان اور مرد ہوا کرتے تھے اور پیغامِ رسالت کو قوم کے سامنے مردانگی سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ اور ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فلاحِ انسانیت کے لیے بذریعۂ وحی پیغام نازل ہوتے تھے۔

اہل الذکر سے مراد پادری نہیں

قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین اور منکرینِ رسالت کو تحریف شدہ انجیل اور محرف انجیل پادریوں سے مسئلہ دریافت کرنے کیلیے ہرگز مشورہ نہیں دیا۔ بلکہ "اہل الذکر" سے پوچھنے کو کہا ہے۔ یہودی اور عیسائی علماء سے مسائل معلوم کرنے کا حکم ہرگز نہیں دیا۔ یہودی و عیسائی علماء اور پادریوں کو اہل الذکر کہنا ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ :

سید الانبیاء و آخر الرسل و الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اہلِ کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کے علماء اور پوپ پادریوں سے کسی بھی قسم کے مسائلِ دینیہ اور انبیاءِ کرام علیہم السلام کے بارے میں تاریخی واقعات کے متعلق کسی قسم کا استفسار کرنے سے اپنی امت کو منع فرمادیا ہے۔ چنانچہ :

اہلِ کتاب سے سوال کی ممانعت

○ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : لَا تَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ فَإِنَّهُ لَنْ يَهْدُوكُمْ وَقَدْ ضَلُّوا فَإِمَّا أَنْ تُصَدِّقُوا بِبَاطِلٍ أَوْ تُكَذِّبُوا بِحَقٍّ فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ مَا حَلَّ لَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۳۸) کہ اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ سے دینی امور کے ساتھ متعلق کوئی چیز بھی نہ پوچھا کرو۔ کیونکہ وہ تمہیں کبھی سیدھا راستہ نہ بتائیں گے۔ جبکہ وہ تو خود بھی گم کردہ راہ اور بھٹکے ہوئے ہیں۔ اس لیے جب تم ان اہل کتاب سے کوئی بات پوچھو گے تو اس میں دو طرح کا احتمال ہوسکتا ہے۔

① ایک احتمال تو یہ ہوسکتا ہے کہ وہ تمہیں جھوٹی اور من گھڑت بات بتادیں اور تم ان کی بتلائی ہوئی اس باطل اور غلط بات کی تصدیق کروگے اور سچ لوگے کہ یہی حقیقت ہے اور اس طرح تمہارے ایمان میں خلل واقع ہوگا۔

② دوسری صورت یہ ہے کہ وہ لوگ تمہیں حقیقی اور سچا واقعہ بتائیں۔ لیکن وہ تمہاری سمجھ میں نہ آئے' جس کی وجہ سے تم اس سچی بات کا انکار اور تکذیب کر بیٹھو گے' سو یہ بھی غلط ہے۔ اس لیے تمہیں چاہیے کہ صرف ان باتوں پر ایمان لاؤ جو قرآن مجید میں مذکور ہیں یا میں تمہیں بتلاتا ہوں۔ کیونکہ میری اتباع تم پر فرض ہے۔ بلکہ اب اگر تمہارے درمیان حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے بغیر کوئی کام حلال نہ ہوتا۔

○ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ ذی شان سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ "اہل الذکر" سے مراد اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ نہیں' بلکہ منیب

اہلِ علم اور اہلِ تدبر و صاحبِ بصیرت منصف مزاج اہلِ ایمان مراد ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اوصافِ حمیدہ کسی مومن میں ہی ہو سکتے ہیں۔ کافران اوصاف کا اہل ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ :

○ مؤمنین کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے : لیعلم الذین اوتوا العلم انه الحق من ربك فیؤمنوا به فتخبت له قلوبهم و ان الله لهاد الذین أمنوا الی صراط مستقیم (الحج-۲۲: ۵۴) کہ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے ان کو اور یقین ہو جائے کہ وحی برحق ہے تمہارے رب کی طرف سے اتری ہے۔ اور یہ بجاکر اپنے اس ایمان پر پختہ رہیں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے آگے گڑگڑائیں۔ اور کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان مومنوں کو سیدھا راستہ دکھاتا رہتا ہے۔

○ اور کفار کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا : ولا یزال الذین کفروا فی مریة منه حتی تأتیهم الساعة بغتة او یأتیهم عذاب یوم عقیم (الحج-۲۲: ۵۵) اور یہ ڈھیٹ کافر تو قرآن مجید کی طرف سے ہمیشہ شک ہی میں پڑے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ایک بڑے منحوس دن کا عذاب یکایک ان پر آنازل ہو۔

○ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا : انهم قوم لا یفقهون (الأنفال-۸: ۶۵) یعنی کافر تو ایسی قوم ہے جو سمجھتی ہی نہیں۔

○ ان آیاتِ کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ : "اہل الذکر" سے مراد نہ یہود نصاریٰ ہیں اور نہ دیگر کفار۔ بلکہ غیب اہلِ علم اور اہلِ تدبر و صاحبِ بصیرت منصف مزاج اہلِ ایمان مراد ہیں۔

مرزا کی ہیرا پھیری

○ نیز یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ محرفِ قرآن مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کے لیے مذکورہ بالا حدیث کو بھی دلیل میں پیش کیا ہے۔ جس میں ایک طرف تو اہلِ کتاب سے ہر قسم کے مسائل دینی

اور انبیاءِ سابقین علیہم السلام کے بارے میں کسی بھی قسم کا استفسار کرنے کی ممانعت آئی ہے تو دوسری طرف، واضح اور واشگاف الفاظ میں امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر صاحب کتاب رسول بھی میری بعثت کے بعد تم لوگوں کے درمیان زندہ ہوتے تو انھیں میری اتباع کے بغیر کوئی کام حلال اور جائز نہ ہوتا۔ (مسند احمد طبع جدید جلد ۴ صفحہ ۲۹۴ طبع قدیم جلد ۳ صفحہ ۳۳۸)

اور بعض روایات میں آیا ہے: لو کان موسیٰ حیًا ما وسعہ الا اتباعی۔ کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس وقت زندہ ہوتے تو انھیں بھی میری اتباع کے بغیر کوئی گنجائش اور چارۂ کار نہ ہوتا۔ دیکھیے:

① سنن دارمی صفحہ ۶۲ ② مشکوٰۃ صفحہ ۳۰ و ۳۲ و ③ مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۳۸ ④ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۲۵۱ و جلد ۱۱ صفحہ ۲۳۶ ⑤ شرح الشفاء لملا علی قاری طبع مصر ۱۳۰۹ھ جلد ۱ صفحہ ۶۱ و ۱۰۲ و ۲۷۲ و ۴۵۹ و جلد ۲ صفحہ ۲۰۲۔ ⑥ اشعۃ اللمعات جلد ۱ صفحہ ۱۰۰ طبع لکھنؤ ⑦ موضوعات کبریٰ لملا علی قاری صفحہ ۱۰۰ ⑧ شرح فقہ اکبر لملا علی قاری صفحہ ۱۳۶ ⑨ اصول سرخسی جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ ⑩ تحذیر الناس صفحہ ۴ ⑪ حجۃ اللہ البالغہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۹، ۲۴۹ طبع مصر ⑫ نزہۃ المجالس جلد ۳ صفحہ ۳۳۱ ⑬ بیہقی فی شعب الایمان جلد ۱ صفحہ ۲۰۰ ⑭ ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۳۲۸ (حاشیہ) ⑮ عون المعبود جلد ۴ صفحہ ۲۱۹ طبع مصر ⑯ شرح عقائد نسفیہ صفحہ ۱۰۱ (حاشیہ) ⑰ غایۃ التحقیق شرح حسامی صفحہ ۲۰۲ طبع لکھنؤ ⑱ جمل بر جلالین جلد ۱ صفحہ ۲۷۴ ⑲ تفسیر مفاتیح الغیب جلد ۲ صفحہ ۴۸۳ ⑳ روح المعانی جلد ۱ صفحہ ۲۲۳ و جلد ۳ صفحہ ۱۷۹ ㉑ تفسیر ابن کثیر جلد صفحہ ۳۷۸ طبع مصر ㉒ تفسیر انوار التنزیل جلد ۱ صفحہ ۶۹ و ۱۷۸ ㉓ تفسیر عزیزی پ ۳ صفحہ ۴۶ طبع دہلی ㉔ مواہب الرحمٰن جلد ۱ صفحہ ۱۴۲ و ۱۷۲ او جلد ۳ صفحہ ۲۴۰

(۲۵) نسیم الریاض شرح الشفاء صفحہ ۲۱ طبع مصر (۲۶) الیواقیت والجواہر للامام الشعرانی جلد ۲ صفحہ ۲۱ و جلد ۳ صفحہ ۱۴۱ (۲۷) فتوحاتِ مکیہ لابن عربی جلد ۱ صفحہ ۱۲۵ و ۱۴۴ و ۲۲۲ و ۲۲۴ و جلد ۳ صفحہ ۱۴۱ (۲۸) طیبی شرح مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۳۵۲ (۲۹) الدرالمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۵۳

لیکن مرزا قادیانی نے اسی حدیث کو اپنے دعویٰ کی دلیل میں پیش کیا۔ مگر ان الفاظ کے ساتھ نہیں' بلکہ کسی کتاب میں کاتب کے کتابت کی غلطی ہوئی اور اس نے موسیٰ کے ساتھ عیسیٰ بھی لکھ دیا۔ کاتب کی اس غلطی سے مرزا قادیانی نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اور وہی روایت جس سے اس کے دعوے کی دھجیاں اڑ رہی تھیں' اس کو دیکھ کر وہ بغلیں بجانے لگا۔ اور آج تک متبعین مرزا اس روایت کو ایک وزنی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اور اس قسم کی اغلاط عموماً کاتب حضرات سے سرزد ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً:

شرح فقہ اکبر کے کئی نسخے ہیں۔ مصر میں ایک قدیمہ نسخہ مطبوعہ رمضان ۱۳۲۷ھ ہے۔ اور ایک نسخہ جدیدہ مطبوعہ ۱۳۷۵ھ ہے۔ ان دونوں میں کتابت کی غلطی سے صفحہ ۱۰۱ پر لو کان عیسٰی حیاً ما وسعہ الا اتباعی لکھا گیا ہے۔ حالانکہ حضرت ملا علی قاریؒ کی الموضوعات الکبیر صفحہ ۱۹۷ اور شرح الشفاء مطبوعہ مصر ۱۳۰۹ھ جلد اول صفحہ ۱۰۶ فصل ۷ میں لو کان موسیٰ حیاً ما وسعہ الا اتباعی موجود ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اول الذکر دونوں نسخے غلط ہیں۔ اور مطبع مجتبائی کی مطبوعہ شرح فقہ اکبر مطبوعہ ۱۳۴۸ھ میں جو لکھا ہے وہ صحیح ہے۔

اور جن کتابوں کا حوالہ مرزائی پیش کرتے ہیں وہ دو تین ہیں' جن میں کتابت کی غلطی سے لو کان موسیٰ و عیسیٰ لکھا گیا ہے۔ اور کتابت کی اسی غلطی سے مرزا قادیانی نے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے وفاتِ مسیح کی دلیل بنا کر قوم کو گمراہی کا راستہ دکھایا ہے۔

مرزا قادیانی کی قوتِ حافظہ

○ "دروغ گورا حافظہ نباشد" کے مصداق مرزا قادیانی ایک طرف تو وفاتِ عیسیٰ پر یہ حدیث اپنی دلیل میں پیش کرتا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام دونوں ہی فوت ہو چکے ہیں۔ حالانکہ یہ حدیث خود اس کے ایک دوسرے دعوے کا پرزور رد کر رہی ہے جس میں مرزا قادیانی کہتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ چنانچہ :

حیاتِ موسیٰؑ کے متعلق مرزا قادیانی کا کھلا جھوٹ

○ مرزا قادیانی نے لکھا ہے : موسیٰ فتی اللہ الذی اشار اللہ فی کتابہ الی حیاتہ و فرض علینا ان نؤمن بانہ حی فی السماء ولم یمت ولیس من المیتین و اما نزول عیسیٰ من السماء فقد اثبتنا بطلانہ فی کتابنا الحمامۃ (نور الحق صفحہ ۵۰)

○ مرزا نے خود اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ : موسیٰ مرد خدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے۔ اور ہم پر فرض ہے کہ ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ وہ زندہ آسمان پر موجود ہے اور مردوں میں سے نہیں۔ مگر یہ بات کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہوں گے سو ہم نے اس خیال کا باطل ہونا اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ میں بخوبی ثابت کر دیا ہے۔

○ اپنے اس دعویٰ میں مرزا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ ماننا اپنے متبعین پر اس طرح فرض قرار دیا ہے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ ماننا مسلمانوں کے لیے فرض ہے۔ یعنی جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ نہ ماننے سے اسلام کا دعویٰ کرنے والا مسلمان نہیں رہتا، اسی طرح مرزا قادیانی کی پیروی کا دعویدار اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بجسدہ و روحہ آسمان پر زندہ نہیں مانتا تو وہ مرزائیت سے خارج ہے۔

مرزا قادیانی کا ایک اور جھوٹ

○ نیز مرزا قادیانی نے اپنے مذکورہ بالا دعویٰ میں یہ بھی لکھا ہے کہ "حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے"۔ جبکہ قرآن مجید میں قطعاً اس قسم کا کوئی ایک لفظ بھی موجود نہیں' ورنہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان موسیٰ حیاً کبھی نہ فرماتے۔

○ ہم گزشتہ اوراق میں لکھ چکے ہیں کہ فَاسْئَلُوْآ اَهْلَ الذِّكْرِ میں درحقیقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نہیں بلکہ منکرین رسالت کفار و مشرکین کو یہ مشورہ دیا ہے کہ اگر تم اتنی آسان سی بات بھی نہیں جانتے تو "اہل الذکر" سے پوچھ لو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مبعوث ہونے والے انبیاء و رسل بھی انہی کی طرح آدم زاد تھے یا کوئی نوری مخلوق تھے۔

○ لیکن مرزا کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کے متنازعہ فیہ مسائل کے بارے میں جو کچھ پوچھنا ہے وہ یہود و نصاریٰ سے پوچھو' نہ قرآن مجید کی بات مانو اور نہ ہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے رہنمائی لو۔

○ حالانکہ لو کان موسیٰ حیاً میں تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی وضاحت فرمادی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ کیونکہ لو کا مطلب ہوتا ہے: انتفاء الثانی لانتفاء الاول دوسرا اس لیے منتفی ہے کہ پہلا منتفی ہے۔ یعنی اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری اتباع کرتے۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام اتباع محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے نہیں کرتے کہ آپؑ زندہ نہیں ہیں۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے بارے میں متواتر احادیث اور پوری مسلم امت کا متفقہ عقیدہ ہم نے گزشتہ اوراق میں واضح کر دیا ہے۔ اس کے باوجود قرآن مجید کی اس آیت میں معنوی تحریف کر کے مرزا قادیانی نے یہود و نصاریٰ اور ان کی خود ساختہ کتب کی طرف مراجعت کا مشورہ دیا ہے' جبکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا ہے۔

۲۲ يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً . . .
(۸۹: ۲۷-۳۰)

○ قرآن مجید کی اس آیتِ مبارکہ میں بھی ایسا کوئی لفظ نہیں جس کے معنے ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ البتہ اس میں تین احتمال ہیں۔ مثلاً:

① نفس کو اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب مرتے وقت ہوتا ہے۔

② قبروں سے نکلتے وقت انسان سے اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب ہوگا۔

③ میدانِ حشر میں حساب سے فارغ ہونے کے بعد یہ خطاب ہوگا۔

○ اور ان میں سے تیسرا احتمال ارجح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس آیت کریمہ سے پہلے قیامت کے احوال کا ذکر ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ:

○ "ایک دن ایسا آنے والا ہے جس دن سب چیزوں کا حساب ہوگا اور اس دن زمین کو خوب کوٹ کوٹ کر برابر کر دیا جائے گا اور تمام ٹیلوں اور پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے زمین کو بالکل برابر کر دیا جائے گا"۔ پھر فرمایا:

○ "یا رسول اللہ! اس دن آپ ﷺ کا رب رونق افروز ہوگا اور فرشتے صفیں باندھ کر کھڑے ہوں گے۔ اور اس دن جہنم لائی جائے گی۔ اس دن انسان نصیحت پکڑے گا اور اس کو سمجھ آئے گی۔ مگر اس وقت نصیحت پکڑنے اور سمجھ آنے کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ یعنی اس وقت ایمان لانا بے سود ہوگا۔ اس لیے کہ وہ دار الجزاء ہے "دار العمل نہیں"۔

○ یہ سب چیزیں دیکھ کر انسان کہے گا: "اے کاش! میں نے اپنی دنیوی زندگی میں اپنی اس اخروی زندگی کے لیے کوئی نیک عمل آگے بھیج دیا ہوتا"۔

○ اس کے بعد بطورِ تخویف اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "پھر اس دن اللہ تعالیٰ کی طرح سخت عذاب دینے والا کوئی دوسرا نہ ہوگا اور اس کی طرح باندھنے جکڑنے والا بھی کوئی اور نہ ہوگا"۔

○ یہاں تک تو کافر کی حالت کا بیان ہوا۔ اس کے بعد نیک بندوں سے

اللہ تعالٰی کے خطاب کا ذکر ہے کہ دنیوی زندگی میں احکام الٰہی کے مطابق اعمال صالحہ کرنے والے کو اللہ تعالٰی مخاطب کرکے جنت میں داخل ہونے کا حکم دیتے ہوئے فرمائیں گے : یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَ ادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (۸۹ : ۲۷۔۳۰) "اے اطمینان اور سکون یافتہ جان! تو اس شان سے اپنے رب کی طرف چل کر تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پھر تو میرے خاص بندوں میں شامل ہوجا اور میری تیار کردہ جنت میں داخل ہوجا"۔

- ان آیات میں کسی لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں۔ لیکن مرزا قادیانی نے میدانِ حشر میں اللہ تعالٰی کے اس مکالمہ کا تحریف کے ذریعے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کے لیے دلیل میں پیش کرکے اپنی جہالت کا واضح اعلان کیا ہے۔
- نیز اگر بوقتِ وفات ہی اس خطاب کو تسلیم کرلیا جائے تب بھی مرزا کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں۔ اور جب آسمان سے نازل ہونے اور اپنی دنیوی زندگی پوری ہونے کے بعد فوت ہوں گے تو اس وقت ہی یہ خطاب ہوگا۔
- لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ کَلَّاۤ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ سے وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ تک کافروں اور بدکاروں کے لیے تخویفِ اخروی یعنی آخرت کے عذاب کا ڈراوا ہے' تاکہ کفار آخرت کے عذاب سے ڈر کر ایمان لے آئیں۔ اس کے بعد یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ سے مومنوں کے لیے بشارتِ اخروی ہے۔ اور اس ضمن میں کافروں اور بدعمل لوگوں کو ایمان اور اعمال صالحہ کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔ تاکہ مومن اپنے ایمان میں پختہ ہوں اور جو کافر و بدکار ہیں وہ بھی ایمان لا کر نیکوکار ہوجائیں' تاکہ ان کو اللہ تعالٰی اپنے نیک بندوں یعنی انبیاء و صلحاء کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے۔

○ بے شک انبیاء کرامؑ سے بڑھ کر نفسِ مُطْمَئِنَّة کا حامل تو کوئی نہیں مگر اس آیت میں نفسِ مُطْمَئِنَّة سے مراد انبیاء کرامؑ نہیں بلکہ مومنین صالحین مراد ہیں۔

۲۴ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ (۳۰ : ۴۰)

○ اس آیتِ مبارکہ میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا اشارہ تک نہیں' بلکہ اس آیتِ مبارکہ میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفاتِ الوہیت یعنی پیدا کرنے' رزق دینے' مارنے اور جلانے کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ صفات میرے لیے مخصوص ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کفار مشرکین کو مخاطب کرکے فرمایا:

قرآن هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍ (۳۰ : ۴۰)

ترجمہ اے مشرکو! مذکورہ بالا یہ صفاتِ الوہیت جو خاص مجھ ہی میں پائی جاتی ہیں بھلا تمہارے خود ساختہ و مزعومہ شریکوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکتا ہو۔

○ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جن جن ہستیوں کو قابلِ پرستش سمجھ کر مشرکین اپنی حاجات و مشکلات میں پکارتے ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو مذکورہ بالا کاموں میں سے کوئی ایک کام بھی کر سکتا ہو۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام' فرشتے اور دوسرے لاتعداد ایسے معبود بھی شامل ہیں۔ جنھیں مشرکین اپنا حاجت روا و مشکل کشا سمجھتے ہیں۔ لیکن ان ہستیوں میں یہ صفاتِ مخصوصہ نہیں پائی جاتیں اس لیے وہ معبود نہیں ہو سکتے۔

○ اسی طرح اس آیتِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے پیدا کرتا ہے اسے رزق بھی عطا فرماتا ہے۔ اور پھر اسے مارتا ہے تو ایک بار پھر اسے زندہ کیا جائے گا۔ تاکہ اس کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک بدلہ دیا جائے۔

○ اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اس کلیے سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے بغیر باپ کے پیدا کیا' پھر زمین پر انھیں زمینی رزق دیا اور جب آسمان پر اٹھالیا تو آسمانی رزق عطا فرماتا ہے۔ پھر زمین پر زمینی رزق

دے گا۔ پھر ان کی جان قبض کرے گا اور قیامت میں دوسرے لوگوں کے ساتھ انھیں بھی زندہ کرے گا' اس طرح یہ بھی اس کلیہ میں داخل ہیں۔

۲۵ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (۵۵: ۲۶'۲۷)

یعنی جو کوئی بھی روئے زمین پر ہے سب کچھ فنا ہو جانے والا ہے۔

○ مرزا قادیانی نے اپنے زعم میں قرآن مجید کی یہ آیت پیش کرکے بڑا تیر چلایا ہے۔ حالانکہ یہ آیت تو اس کے سامنے پیش کرنی چاہیے جو قیامت کا منکر اور قدم عالم کا قائل ہو۔ مسلمانوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ صرف زمین کی نہیں بلکہ آسمان والے بھی فنا ہو جائیں گے۔ لیکن اس آیت سے یہ کہاں معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ لہٰذا تقریب تام نہ ہوئی' یعنی دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں۔

○ نیز مرزا قادیانی نے لفظ فَانٍ کے معنے تدریج کے کیے ہیں کہ سلسلہ فنا کا ساتھ ساتھ جاری رہتا ہے۔ حالانکہ عربیت کا کوئی قاعدہ ایسا نہیں جس سے ثابت ہو کہ فانٍ کے معنے میں فنا کا سلسلہ ساتھ ساتھ جاری رہنا پایا جاتا ہے۔

○ نیز مرزا نے کہا کہ "خدائے تعالیٰ نے فانٍ کا لفظ اختیار کیا ہے۔ یفنی نہیں کہا' تا معلوم ہو کہ فنا ایسی چیز نہیں کہ کسی آئندہ زمانہ میں یک دفعہ واقع ہوگی"۔

○ سو اس کا یہ کہنا قاعدہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ صیغہ مضارع کا استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی سجے سجے کام کا ہونا۔ اور تجدد و حدوث کے لیے نہیں آتا۔ جیسا کہ حضرت علامہ سعد الدین تفتازانیؒ نے مختصر معانی صفحہ ۱۶۰ میں ایک شعر میں آنے والے لفظ یتوسم کے معنے لکھے ہیں: ای یصدر عنه تفرس الوجوه وتاملها شيئا فشيئا ولحظة فلحظة یعنی تھوڑا تھوڑا کرکے لحظہ لحظہ اس سے چہرے کا تفرس و تامل ظاہر ہوتا ہے۔ اور تفرس کا معنی ہے نظر جما جما کر دیکھنا' اور تامل کا معنی ہے غور اور دیر تک سوچنا۔ اور اسم فاعل میں قاعدہ تدریج کا نہیں۔ مثلاً خَالِدٌ حَاجٌّ (خالد حاجی ہے)

○ مرزا قادیانی شاید اس کا معنی بھی یہی کرتا ہوگا کہ خلد کی ساری زندگی میں حج کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ کیونکہ یہ معنی صرف مرزا ہی کرسکتا ہے کوئی اور نہیں۔

۲۶ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ (۵۴ : ۵۴،۵۵)

○ اس آیت مبارکہ میں قیامت کا حال مذکور ہے کہ قیامت میں متقین جنت میں جائیں گے اور گھنے باغات میں رہیں گے' جہاں دودھ اور شہد کی نہریں ہوں گی۔ اور مرنے کے بعد قیامت سے پہلے انسان اس جنت میں نہیں جاسکتا' یہ جنت تو قیامت کے بعد ہی کسی خوش قسمت کو نصیب ہوگی۔

○ اس دنیا میں جو شخص مرجاتا ہے تو مرتے ہی وہ مذکورہ بالا جنت میں سیدھا نہیں جاتا بلکہ برزخ میں جاتا ہے۔ جو اس جہان سے بھی مشابہت رکھتا ہے اور عالم آخرت سے بھی مشابہت رکھتا ہے۔ اور اپنے اپنے اعمال کے مطابق علیین یا سجین میں برزخی ثواب یا عذاب حاصل کرتا ہے۔ لیکن نہ تو علیین جنت ہے اور نہ سجین جہنم' یہ تو نمونے ہیں جنت یا جہنم کے' جیسے آرام گاہ ہو یا حوالات۔

○ اب یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوکر جنت میں پہنچ گئے بالکل غلط بات ہے۔ اور اس آیت میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف معمولی سا اشارہ بھی نہیں ہے تو پھر یہ آیت وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی دلیل کس طرح بن سکتی ہے؟

○ نیز گزشتہ اوراق میں از روئے قرآن و حدیث تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ بیان کیا جاچکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں' اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے آپؑ کو اس زمین سے اٹھا کر ایک معین مدت کے لیے مع روح و جسد کے آسمان پر رکھا ہوا ہے' اور یہ آسمان جنت نہیں' جنت تو ساتوں آسمانوں سے اوپر ہے۔ آسمان کو جنت سمجھنا انتہائی درجہ کی غلط فہمی' بلکہ جہالت ہے۔ اس لیے یہ آیت بھی وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی دلیل نہیں بن سکتی۔

۲۷ إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى أُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ

لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا۔ (۲۱ : ۱۰۱ و ۱۰۲)

○ مرزا قادیانی نے اس آیتِ کریمہ سے بھی وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرنے کی کوشش کی ہے' حالانکہ اس آیت میں بھی قیامت ہی کا ذکر ہے۔ اور اس سے پہلے آیت ۹۶ تا ۱۰۰ میں تخویف اخروی ہے' جس میں قربِ قیامت کے حالات بیان فرمانے کے بعد قیامت کا ذکر لایا گیا ہے کہ اس دن مشرکین کو حکم دیا جائے گا کہ تم بھی اور جن چیزوں کی تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ پرستش کیا کرتے تھے اب وہ سب بھی دوزخ میں جلائے جاؤ گے اور تم سب کو دوزخ میں جانا ہوگا۔ پھر فرمایا کہ تمھارے یہ معبود بھی سب کے سب جھوٹے ہیں' اور اگر یہ سچے ہوتے تو دوزخ میں نہ جاتے اور اب تم سب عابد و معبود ہمیشہ اسی دوزخ میں رہو گے۔ اور پھر فرمایا کہ وہاں انھیں ایسی مصیبت پڑی ہوگی کہ اپنے چلّانے کے شور و غل میں کسی کی بات بھی نہ سن سکیں گے۔

○ اب یہاں سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ مشرکین صرف بدکردار لوگوں ہی کی تو پرستش نہیں کرتے' بلکہ وہ تو فرشتوں کی عبادت بھی کرتے ہیں' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام' حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت مریمؑ جیسی برگزیدہ ہستیوں کو بھی معبود سمجھتے ہیں تو کیا یہ ہستیاں بھی جہنم کا ایندھن بنیں گی۔ تو اس شبہ کا

جواب یہ دیا کہ بیشک جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے ان کی تقدیر میں پہلے بھی بھلائی لکھی جاچکی ہے۔ یعنی اپنے اعمالِ صالحہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرچکے ہیں وہ لوگ جہنم سے دور ہی رکھے جائیں گے۔ بلکہ اس کی بھنک بھی تو ان کے کانوں میں نہیں پڑے گی اور وہ ہمیشہ اپنی من مانی مرادوں میں رہیں گے۔

○ مرزا قادیانی نے مُبْعَدُوْن کا معنی کیا ہے "دور کیے گئے ہیں"۔ حالانکہ مضارع' اسم فاعل اور اسم مفعول یہ تینوں صیغے زمانہ حال و استقبال پر دلالت کرتے ہیں۔ زمانہ ماضی کا معنی مراد لینا غلط ہے۔ (دیکھیے شرح مائۃ عامل)۔

۲۸ اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ (۴: ۷۸)

○ اس آیتِ مبارکہ میں بھی کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے مرزا کا دعویٰ ثابت ہوتا ہو۔ اس آیتِ کریمہ کا مطلب تو صرف اتنا ہے کہ کسی حال میں بھی موت سے مفر نہیں، تم جہاں کہیں بھی ہوگے موت تمھیں آ لے گی۔

○ اس آیتِ مبارکہ میں موت کے خوف سے گھبرا کر جہاد میں نہ جانے والوں کو بطورِ زجر و تنبیہ کے کہا گیا ہے کہ اگر کسی کے دل میں موت کا خوف ہے تو اسے اپنے دل سے موت کا خوف نکال دینا چاہیے۔ کیونکہ موت تو ایک ایسی اٹل چیز ہے کہ تم جہاں کہیں بھی ہوگے تو وقتِ مقررہ پر موت تمھیں وہیں آ گھیرے گی۔ اور موت کوئی جہاد کے ساتھ مشروط نہیں، اس لیے اگر تم موت سے گھبرا کر میدانِ جنگ میں جانے کی بجائے چونے کے پتھر (سیمنٹ، کنکریٹ اور لوہے) سے بنے ہوئے اونچے اور پختہ و مضبوط ترین مکانوں اور قلعوں میں بیٹھ جاؤ پھر بھی موت سے نہیں بچ سکتے۔

○ اس آیتِ مبارکہ میں جہاد کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے کہ جہاد کسی حال میں بھی نہ چھوڑا جائے۔ اور یہاں جہاد سے جہاد بالسیف ہی مراد ہے۔ جو مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے۔ جبکہ خود مرزا قادیانی جہاد بالسیف کا منکر ہے۔ اور اب جب وہ جہاد کے بارے میں اس آیت کا منکر ہے تو اسے حق ہی نہیں کہ وہ اس آیت کو اپنے باطل دعویٰ کے اثبات میں بطورِ دلیل پیش کرے۔

○ نیز ہمارا ایمان ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی موت سے مستثنیٰ نہیں۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اپنے وقتِ مقررہ سے پہلے موت نہیں آتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی حیاتِ جاودانی نہیں دی گئی، انھیں بھی آخر موت کا مزہ چکھنا ہی ہے۔ کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں۔ بہرحال اس آیتِ کریمہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کسی طرح ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ مرزا قادیانی کے علی الرغم جہاد کی اہمیت اور فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ جس کا مرزا قادیانی منکر ہے۔

۲۹ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (۵۹ : ۷)

○ مرزا قادیانی نے قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ لکھ کر اس کا ترجمہ بھی لکھا ہے کہ رسول جو کچھ تمہیں علم و معرفت عطا کرے وہ لے لو اور جس سے منع کرے وہ چھوڑ دو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود مرزا قادیانی نے اس حکم الٰہی سے انکار کرکے کفر کی راہ اختیار کی ہے۔ چنانچہ ہم نے مرزا کی پیش کردہ آیت ۲۲ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّکْرِ (۲۱ : ۶) میں مرزا کے غلط استدلال کے رد میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی نقل کیا ہے۔ جس میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی امور سے متعلق اہل کتاب سے کسی قسم کی کوئی بات پوچھنے سے منع فرمایا ہے۔

○ لیکن مرزا قادیانی نے قرآن مجید میں معنوی تحریف کرکے اس آیت کا مخاطب مشرکین کی بجائے مسلمانوں کو بنایا اور پھر اپنے اسی محرف معنی کا سہارا لے کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی : لَا تَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الْکِتٰبِ عَنْ شَیْءٍ کا منکر ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (۵۹ : ۷) والے حکم الٰہی کا بھی مرزا قادیانی منکر ہے' لہٰذا اسے یہ آیت پیش کرنے کا حق ہی نہیں۔

○ لیکن چونکہ مرزا نے اپنے دعویٰ کے اثبات میں قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ لکھ کر اپنے دعویٰ "وفاتِ مسیح" کو مضبوط کرنے کے لیے دو احادیثِ مبارکہ بھی پیش کی ہیں' تو اس لیے ضروری ہے کہ ان کا جواب بھی دیا جائے۔ چنانچہ :

❶ مرزا قادیانی کی پیش کردہ پہلی حدیث : اعمار امتی مابین ستین الی السبعین واقلهم من یجوز ذلك (مشکوٰۃ ۴۵۰۔ عن ابی ہریرۃ) کہ میری امت کی اوسط عمر ساٹھ سے ستر برس کے درمیان ہوگی۔ سو اس کا :

جواب یہ ہے کہ اس فرمانِ نبویؐ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ساٹھ برس سے کم تو کسی کی عمر ہوگی ہی نہیں' اور ساٹھ سے آگے بڑھ کر زیادہ سے زیادہ ستر سال تک ہی کو پہنچ پائے گا کہ موت اسے آ لے گی۔ کیونکہ یہ خلافِ مشاہدہ ہے۔

○ دراصل حدیثِ مبارک میں اوسط عمر بتائی گئی ہے۔ کیونکہ بعض تو شیر خوارگی کے زمانہ میں ہی موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ بعض لڑکپن میں، بعض جوانی میں، بعض ادھیڑ پن میں، بعض بڑھاپے میں، اور بعض تو سو سال سے بھی آگے گزر جاتے ہیں، تب بھی انھیں موت نہیں آتی۔ جس کی تفصیل مرزا کی پیش کردہ آیت ۱۵ کے جواب میں گزر چکی ہے۔

○ کیا مرزا قادیانی کے متبعین یہ بتلا سکتے ہیں کہ اس حدیثِ مبارک میں فلاں لفظ کا معنی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ اسی طرح:

● دوسری حدیث جو مرزا قادیانی نے پیش کی ہے وہ یہ ہے: واقسم باللہ ما علی الارض من نفس منفوسة یاتی علیها مائة سنة وهی حیة یومئذ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۰ و ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۲) یعنی زمین پر موجود کوئی مولود جان جو اس وقت زندہ ہے وہ سو سال گزرنے کے بعد زندہ نہ رہے گی۔

○ مرزا کا مقصد ہے کہ اس حدیث کی رو سے ارشادِ نبویؐ کے بعد سو سال سے زیادہ کوئی زندہ نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں۔ سو اس کا:

جواب یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی زمین پر موجود ہے وہ سو سال تک مر جائے گا۔ لیکن جو زمین پر موجود ہی نہیں بلکہ آسمان پر ہے اس کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا۔

○ مرزا قادیانی نے اس مقام پر نہایت چالاکی سے علی الارض کے معنے بدل کر "زمین کی مخلوقات" کر دیا ہے، تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اس میں شامل کیا جا سکے جو زمینی مخلوق ہیں اور اس وقت آسمان پر زندہ موجود ہیں، حالانکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ما علی الارض کا لفظ استعمال فرما کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس حکم سے خارج قرار دیا ہے۔ کیونکہ:

قاعدہ ہے کہ جار مجرور کا متعلق اگر مذکور نہ ہو تو اس کا متعلق قرینہ کی موجودگی میں تو خاص مراد لیا جاتا ہے۔ لیکن اگر قرینہ کوئی نہ ہو تو افعالِ عامہ میں سے کوئی مقدر

نکالتے ہیں۔ اور افعالِ عامہ یہ ہیں:
① کون ② ثبوت ③ وجود ④ حصول ⑤ تلبس و امثالہا۔

○ اور اس مقام پر کوئی قرینہ ایسا نہیں جس کی وجہ سے خاص مخلوق متمدر نکالیں، چہ جائے کہ اس خاص کو بھی پھر ارضی کے ساتھ مقید کریں۔ پس قواعدِ عربیہ کے لحاظ سے اس ارشادِ نبوی کا معنی یہ ہے کہ جو مولود جان زمین پر موجود ہے وہ سو سال کے بعد زندہ نہ رہے گی۔ اور جو مولود جان زمین پر موجود نہیں اس پر یہ حکم نافذ نہیں ہوتا۔

○ اور ظاہر ہے کہ کوئی آسمانی مخلوق ایسی نہیں جو انسانوں کی طرح منفوس ہو، صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ایک نفس مولود منفوس ہیں جو دوسرے آسمان پر بحکمِ الٰہی تشریف فرما ہیں۔ یہ حدیث انھیں اس حکم سے خارج کر رہی ہے۔ کیونکہ گو وہ نفس منفوس ہیں مگر موجود علی الارض نہیں، بلکہ موجود علی السماء ہیں، اس لیے وہ حکم سے خارج ہیں۔ یہ معنیٰ قواعدِ عربیہ، عرف اور احادیث مبارکہ کی رو سے درست و صحیح ہے، اور جو معنی مرزا نے کیا ہے وہ نہ تو قواعدِ عربیہ کی رو سے درست ہے اور نہ ہی عرف و احادیثِ صحیحہ کی رو سے صحیح ہے، اس لیے مرزا کا معنی مردود ہے۔

○ البتہ اس حدیث کے حکم سے حضرت الیاسؑ و خضر خارج نہیں ہو سکتے، کیونکہ وہ ایسے نفس منفوس ہیں جو زمین پر موجود بتلائے جاتے ہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ ذی شان کے صدور کے وقت اگر بالفرض وہ زندہ ہوں تب بھی سو سال کے اندر اندر ضرور وفات پا چکے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ملا علی بن سلطان محمد قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۲۳۵ میں تحریر فرمایا ہے۔

○ اسنی المطالب صفحہ ۶۱۶ میں شیخ عبدالرحمٰن بن محمد بن درویش الحوت البیروتی فرماتے ہیں کہ: حضرت الیاسؑ کی زندگی کے بارے میں امام حاکم، امام دارقطنی

اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو روایت لکھی ہے امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال جلد ۴ صفحہ ۴۴۱ میں یزید بن یزید بلوی کے ترجمہ میں اس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حدیث خبر باطل ہے۔ اور تلخیص المستدرک میں لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے' اللہ تعالیٰ اس کے واضع کا برا کرے۔

○ نیز آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ وہ یا تو نبی تھے یا کسی نبی کے تابع تھے۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان کے زندہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو امورِ عجیبہ میں سے ہونے کی وجہ سے ہم پر مخفی نہ ہوتے۔ اور بنص قرآن مجید حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر ان کی نصرت فرماتے۔ اور اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں ان کا وجود فرض کر لیا جائے تو پھر بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی آخری عشاء کے فرمانِ عالی شان کے مطابق سو سال کے عرصہ میں وہ فوت ہو گئے۔

○ اسی طرح شیخ صدر الدین ساوہ کے سامنے ۳۲ے ھ میں ہندوستان کے ایک شخص شیخ بابا رتن ہندی نے دعویٰ کیا تھا کہ میں طویل العمر صحابی ہوں۔ اور کہا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں بھی غزوۂ خندق میں موجود تھا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس نے بتایا کہ آپ ﷺ بھی مسلمانوں کے ساتھ مل کر مٹی اٹھاتے جاتے تھے۔ جیسا کہ درِ مفقود صفحہ ۲۶۴ میں بحوالہ بحار الانوار جلد ۱۳ منقول ہے۔ لیکن مذکورہ بالا حدیث کی رو سے اس کا یہ دعویٰ باطل قرار پاتا ہے۔

○ حضرت حافظ ابن حجر کنانی عسقلانیؒ نے لسان المیزان جلد ۲ صفحہ ۴۵۰ میں رتن ہندی کو شیخ دجال کہا ہے۔ جس نے چھ سو سال بعد ظاہر ہو کر صحابی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کے علاوہ اور بہت کچھ برا بھلا کہا ہے۔

○ سیدنا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ اس فرمانِ مبارک سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ آج کے دن سے اس روئے

زمین پر جتنے نفوس بھی زندہ موجود ہیں سو سال تک ان میں سے کوئی ایک نفس بھی زندہ نہ رہے گا۔

○ بہرحال اس حدیث کی رو سے صرف انہی لوگوں کا سو سال کے اندر اندر مرجانا ثابت ہوتا ہے جو اس وقت اُس روئے زمین پر زندہ موجود تھے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمینی مخلوق تو بیشک ہیں لیکن اس وقت وہ اس زمین پر نہیں تھے اس لیے وہ اس حکم سے خارج ہیں۔

○ دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث سے استدلال ہی صحیح نہیں۔ کیونکہ سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ابوسفیان طلحۃ بن نافع نے روایت کی ہے۔ جبکہ حضرت جابرؓ سے ان کا سماع ثابت ہی نہیں۔ علی بن مدینی نے کہا کہ یہ قوی نہیں' ابن معین نے اسے لاشے کہا۔ لہٰذا یہ حدیث ضعیف بھی ہے اور منقطع بھی۔ (دیکھیے: تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۲۷ و خلاصہ تذہیب الکمال جلد ۲ صفحہ ۱۳ و کتاب الاستغنا لابن عبدالبر جلد ۲ صفحہ ۱۱۱)

۳۰ أَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۔۔۔۔۔ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (۱۷: ۹۳)

○ اس آیت کریمہ کو بھی مرزا قادیانی نے اپنے دعویٰ کی دلیل میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ اس آیتِ مبارکہ میں بھی کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا معنی یہ ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔

○ أَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ دراصل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار کے سات مطالبات میں سے ایک مطالبہ ہے۔ جنھیں اللہ تعالیٰ نے بطورِ شکویٰ کے آیت ۹۰ تا ۹۳ میں بیان فرمایا ہے کہ یہ کفار اور مشرکین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کے مطالبات کرتے ہیں' اور سمجھتے ہیں کہ اس قسم کے معجزات دکھانا نبیؐ کا ذاتی فعل ہوتا ہے' اور یہ لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جن معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں وہ یہ ہیں:

- آپ ﷺ اس خشک اور بنجر زمین میں ہمارے لیے پانی کا ایک ایسا چشمہ جاری فرمادیں جس کا پانی ٹھاٹھیں مارتا ہو اور پھر وہ کبھی خشک بھی نہ ہو۔ جیسا کہ یہودیوں کے نبی حضرت موسیٰ نے پتھر کی ایک چٹان سے اپنی قوم کے لیے بارہ چشمے جاری فرمائے تھے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو ہم آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائیں گے۔
- اور اگر آپ ﷺ ہمارے لیے یہ کام نہیں کرسکتے تو نہ کیجیے۔ آپ ﷺ صرف اپنے لیے ہی کھجوروں اور انگوروں کا ایک ایسا باغ لگالیں جس کے درمیان نہریں جاری ہوں، جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے باغات تھے۔
- اور اگر آپ ﷺ مذکورہ بالا کاموں میں سے کوئی کام نہیں کرسکتے تو ہم لوگ بھی "اڑب" ہیں، اس طرح تو ہم آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ ہاں جیسا کہ آپ ہمیں عذاب سماوی کے ڈراوے دیتے رہتے ہیں تو لاؤ پھر ہم پہ آسمان کے ٹکڑے ہی برساؤ جیسا کہ حضرت لوطؑ نے کیا تھا۔
- اور اگر آپ کے بس میں یہ بات بھی نہیں تو پھر لاؤ ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو، تاکہ ہم بھی دیکھیں کہ آخر وہ ہیں کون، جن پر ایمان لانے کی آپ ہمیں دعوت دیتے رہتے ہیں۔
- اور اگر یہ بھی ممکن نہیں تو خیر، انھیں پردے ہی میں رہنے دیجیے۔ لیکن آپ نے اگر ہمارے جیسی "اڑب" قوم کو اپنا مطیع بنانا ہے تو پھر یہ کیجیے کہ سونے کا ایک عالی شان محل بنائیے تاکہ ہم آپ کے مطیع بن جائیں، ورنہ ہمیں کیا پڑی ہے کہ ہم آپ ﷺ کی فرمانبرداری کریں۔
- یا پھر ایک صورت یہ ہے کہ آپ ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ جائیں، جیسا کہ نصاریٰ کے نبی حضرت عیسیٰ آسمان پر چڑھ گئے تھے۔
- اور صرف یہی نہیں کہ آپ ﷺ آسمان پر چڑھ جائیں تو ہم آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں، بلکہ ہم تو اس وقت تک آپ ﷺ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آسمان سے ہمارے لیے ایک کتاب نہ اتار لائیں کہ جسے دیکھ کر ہم پڑھیں۔

کفار ناہنجار کے ان بیہودہ مطالبات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ:

یارسول اللہ! آپ ﷺ ان کفار کے مذکورہ بالا مطالبات کا یہ جواب دیجیے کہ: یہ تمام چیزیں جن کا تم مجھ سے مطالبہ کرتے ہو ان میں سے کوئی ایک بھی میرے اپنے اختیار میں نہیں۔ کیونکہ میں الوہیت کا مدعی تو ہوں نہیں' جسے سب اختیارات ہوتے ہیں' جو ہر قسم کے عیوب اور عجز سے پاک ہے' شریکوں' معینوں' مشیروں' نشیبوں' وکیلوں اور وزیروں سے بھی پاک ہے۔ اور وہی میرا رب ہے' اور میں تو محض ایک انسان ہوں' ہاں اتنا ضرور ہے کہ اسی اللہ تعالیٰ نے مجھے مبلغ توحید بنا کر تم لوگوں کی طرف بھیجا ہے' اس کے علاوہ اپنی الوہیت میں سے اس نے کچھ نہیں دیا۔

اے عرب کے ارذل لوگو! تمہارے یہ مطالبات تو اسی قسم کے ہیں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بد بخت قوم نے ان سے مطالبہ کیا تھا: فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ (۱۱: ۳۲) کہ اگر آپ واقعی سچے ہیں تو پھر جس عذاب الٰہی سے آپ ہمیں ڈراتے رہتے ہیں' وہ عذاب ہم پر لے آئیے۔ تو ان کے اس مطالبہ کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: إِنَّمَا يَأْتِيكُم بِهِ اللَّهُ إِن شَاءَ (۱۱: ۳۳) کہ عذاب لانا میرے بس میں تو ہے نہیں' یہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے' اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو وہی تم پر عذاب نازل کریگا۔

اسی طرح دوسرے کفار نے بھی اپنے اپنے نبیوں سے مطالبے کیے' تو ان سب نبیوں نے اپنی نافرمان قوم کو اسی قسم کا جواب دیا۔

لیکن اس قسم کے جواب کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ بھی اپنی قدرتوں کے دکھانے سے عاجز ہے۔ وہ تو جب بھی چاہے اپنے نبیوں کے ہاتھوں اپنی قدرتوں کا مظاہرہ کردے۔ کوئی اس کا ہاتھ پکڑ نہیں سکتا۔

○ ہی طرح آسمان پر چڑھ جانا نبی کے اختیار میں ہرگز نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کسی نبی کو آسمانوں پر لے جائے تو وہ لے جا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کفر ہے۔

○ اب رہا مرزا کا یہ کہنا کہ کسی جسمِ خاکی کو آسمان پر لے جانا "عادت اللہ" نہیں ہے۔ بے شک فی نفسہ یہ بات درست ہے۔ لیکن یہ بھی تو صحیح ہے کہ "خرقِ عادت" کے طور پر اگر اللہ تعالیٰ کسی جسمِ خاکی کو پہلے یا دوسرے آسمان پر ہی نہیں بلکہ ساتوں آسمانوں سے اوپر بھی لے جانا چاہے تو اسے اس پر پوری پوری قدرت ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنی یہ قدرت نبی کے ہاتھوں سے ظاہر کرے تو معجزہ ہے، اگر ولی کے ہاتھوں سے ظاہر کرے تو کرامت ہے، اگر کسی عام مومن کے ہاتھوں ظاہر کرے تو معونت ہے، اگر نبوت ملنے سے پہلے نبی کے ہاتھوں ظاہر کرے تو ارہاص کہتے ہیں، اور اگر یہی قدرتِ الٰہی کسی کافر کے ہاتھوں ظاہر ہو تو اسے استدراج کہا جاتا ہے۔) اور اس سے تو خود مرزا قادیانی کو بھی انکار نہیں۔ کیونکہ:

○ مرزا قادیانی نے چشمۂ معرفت صفحہ ۹۶ میں خود اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ: "اس (اللہ تعالیٰ) کی قدرتیں غیر محدود ہیں اور اس کے عجائب کام ناپیدا کنار ہیں اور اپنے خاص بندوں کے لیے اپنے قانون بھی بدل لیتا ہے۔ مگر وہ بدلنا بھی اس کے قانون میں داخل ہے۔"

○ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا بظاہر خلافِ قانون یا خلافِ عادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسدہٖ و روحہٖ زندہ آسمان پر اٹھالینا بھی اس کے قانون میں داخل ہے۔

خلاصہ یہ کہ مرزا قادیانی نے وفاتِ عیسیٰ کے اثبات میں قرآن مجید کی جن تیس آیات میں تحریف کرکے عوام کو دھوکہ سے اپنے مکر و فریب کے جال میں پھنسانے کی کوشش کی ہے ان میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا موجود نہیں جس کا معنی ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ لہٰذا مرزا کا استدلال باطل و مردود ہے۔

○

قرآنی آیات کے مقابلہ میں حدیث کا مقام

○ عام طور پر مرزا قادیانی کے متبعین مذکورہ بالا قرآنی آیات مبارکہ کے حوالے سے لوگوں کو یہ مغالطہ دیتے رہتے ہیں کہ علمائے اسلام کی طرف سے ان قرآنی آیات کے مقابلے میں احادیث پیش کی جاتی ہیں' جبکہ احادیث اگر قرآن کے معارض ہوں تو ان احادیث کو غلط کہا جائے گا یا ان احادیث کی ایسی تاویل کی جائے گی جو قرآن مجید کے مطابق ہو۔

جواب یہ قانون ہر حدیث پر منطبق کرنا غلط ہے۔ کیونکہ احادیث کئی طرح کی ہیں۔ بعض احادیث پر یہ قانون منطبق ہوتا ہے اور بعض پر منطبق نہیں ہوتا۔ اصولِ حدیث کے ماہرین نے حدیث کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ :

حدیث متواتر : اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے راوی اس قدر کثرت سے ہوں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً محال سمجھا جاتا ہو۔ اور پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک مسلسل اسی طرح کثرتِ رواۃ کے ساتھ پہنچے کہ درمیان میں کوئی راوی حذف نہ ہو۔

خبر واحد اس حدیث کو کہا جاتا ہے کہ جس کے راوی اِکّا دُکّا ہوں۔ یعنی حدیث متواتر کی طرح اس کے راوی اتنی کثرت سے نہ ہوں۔ اور اس کی تین قسمیں ہیں۔

خبر واحد کی اقسام

(۱) "خبر واحد غریب" وہ حدیث ہے جس کے سلسلۂ سند میں کہیں صرف ایک ہی راوی ہو۔

(۲) "خبر واحد عزیز" اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے سلسلۂ سند میں کہیں صرف دو راوی ہوں۔ اسی طرح :

(۳) "خبر واحد مشہور" اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے سلسلۂ سند میں ہر جگہ دو سے زیادہ راوی ہوں۔ اور باقی سب شرائط بھی پائی جائیں۔ مثلاً :

❶ اوّل سے آخر تک اس حدیث کے راوی عادل و صادق ہوں۔

❷ اس کے تمام راویوں کا حافظہ قوی ہو اور ضبط رکھنے والے ہوں۔

- اوّل سے آخر تک اس حدیث کی سند متصل ہو۔ منقطع نہ ہو۔
- وہ روایت شاذ بھی نہ ہو۔ یعنی اس روایت کا کوئی ثقہ راوی اپنے سے بڑے دوسرے ثقہ راویوں کی مخالفت نہ کرتا ہو۔
- وہ روایت منکر بھی نہ ہو۔ یعنی اس روایت کا کوئی راوی ایسا نہ ہو جو خود تو غیر ثقہ ہو لیکن ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہو۔
- علاوہ ازیں اس روایت کے کسی راوی میں کسی قسم کا سقم و علّتِ جلیہ یا خفیہ نہ ہو' جو صرف محدثین سمجھتے ہیں' ہر کسی کا کام نہیں کہ وہ سقم سمجھ سکے۔

○ بہرحال خبرِ واحد خواہ غریب ہو یا عزیز یا مشہور اسے دلیل اسی وقت بنایا جاسکتا ہے جب اس کے تمام راویوں کی خوب جانچ پڑتال کرلی گئی ہو' ورنہ خبرِ واحد کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ لیکن "خبرِ متواتر" میں رجال پر بحث کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ خبرِ متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں' جو:

خبرِ متواتر کی شرطیں

1. ہر دور میں اتنی بڑی جماعت سے مروی ہو کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کرنا عقلاً محال اور ناممکن معلوم ہو۔
2. حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک اس حدیث کے پہنچنے میں راویوں کی یہ کثیر تعداد بدستور قائم رہے۔
3. راویوں کی اس کثرت میں کسی قسم کی کمی نہ ہو' اضافہ ہو تو ٹھیک ہے۔
4. وہ حدیث روایت کرنے والے راوی نے خود اپنے کانوں سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معصوم زبانِ مبارک سے سنی ہو۔ کسی اور کے واسطے سے نہ سنی ہو۔ اسی طرح فعلی حدیث میں خود راوی نے یہ کام کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو۔

○ خبرِ متواتر موجبِ یقین ہوتی ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ وہ کسی نصِ قطعی کے معارض نہ ہو۔ (حاشیہ جند بر شرح عقائد صفحہ ۵۶ طبع مصر)

○ خبرِ متواتر میں (کسی ایک آدھ) راوی کی عدالت بلکہ اسلام بھی مشکوک ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں، جبکہ خبرِ واحد میں یہ چیزیں شرط ہیں۔ جیسا کہ حضرت امام ابن تیمیہؒ نے مجموعہ فتاویٰ جلد ۲ صفحہ ۱۷۷ میں تحریر فرمایا ہے۔

○ اور یہاں ہماری بحث اخبار متواترہ سے ہے کیونکہ جن احادیثِ مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر آتا ہے وہ تمام متواتر ہیں۔ (دیکھیے: کتاب الفصل لابن حزم جلد ۴ صفحہ ۱۴۰ و تلخیص الجبیر لابن حجر صفحہ ۳۰۹ و عقیدہ سفارینیہ جلد ۲ صفحہ ۹۰ و فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۳۴۴ وغیرہا) اور احادیثِ متواترہ پر عمل اور عقیدہ رکھنا فرض ہوتا ہے اور اس کا رد کرنا کفر ہے۔ جیسا کہ اصول شاشی صفحہ ۷۱ میں ہے۔

○ اور مرزا قادیانی کے متبعین جو توفی کا معنی موت کرتے ہیں اور اسی کو قرآن مجید کی نصِ قطعی سمجھتے ہیں، سو یہ ان کی صریح غلط فہمی ہے۔ کیونکہ نصِ قطعی تو وہ ہوتی ہے جس میں دوسرے معنے کا احتمال نہ ہو۔ جبکہ توفی کا لفظ ایسا ہے جس میں حقیقی معنی کے علاوہ تین مجازی معنوں کا احتمال ہے۔ جیسا کہ حضرت حسن بصری تابعیؒ نے اس کے تین معنے بتائے ہیں۔ یعنی موت، نیند اور رفع۔ نیز آپ نے فرمایا کہ یہاں توفی بمعنی رفع الی السماء ہے۔

○ اسی طرح دوسرے علماء نے بھی فرمایا، جن کے حوالے گزشتہ اوراق میں گزر چکے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ توفی موت کے معنے میں نص نہیں ہے۔

○ اب چونکہ توفی کے معنی میں اس کے حقیقی معنے کے علاوہ تین مجازی معنوں کا احتمال ہے، اس لیے ان تین مجازی معنوں میں کسی ایک معنیٰ کو معین کرنا ہے، جس کے لیے ضروری ہے کہ ہم ان ہستیوں کی طرف رجوع کریں جنھوں نے صاحبِ قرآن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست قرآن مجید کا علم حاصل کیا۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے کتبِ احادیث کا مطالعہ کیا گیا تو ہمیں تواتر سے معلوم ہوا کہ وہ سب کے سب اس مقام پر توفی کا معنے رفع الیٰ

السماء ہی کرتے ہیں اور یہ معنی اس کے حقیقی معنے سے قریب تر ہے۔

○ ان احادیث کے حوالے ابتداء میں لکھے جاچکے ہیں' جس سے تواتر ثابت ہو گیا جبکہ احادیث متواترہ کا ماننا اور ان کے مطابق عقیدہ رکھنا فرض ہے۔ نیز اسی پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ اور صرف صحابہ کرامؓ ہی کا نہیں بلکہ تیرہ صدیوں تک امت مسلمہ کا اس پر اجماع رہا ہے۔ حتیٰ کہ معتزلہ نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی۔ جیسا کہ امام المتکلمین ابوالحسن اشعریؒ نے کتاب الابانۃ عن اصول الدیانۃ صفحہ ۴۶ میں تحریر فرمایا ہے۔

○ اسی طرح حضرت ابن حیان اندلسی نے النہر الماد و بحر محیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۳ میں بحوالہ حضرت ابن عطیہ تابعیؒ تحریر فرمایا ہے۔ اسی طرح دیگر علماء نے تحریر فرمایا ہے۔ نیز حضرت عبداللہ بن عمرؓ و عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہما نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی کی بات پر جمع نہ فرمائے گا۔

(دیکھیے درمنثور جلد ۲ صفحہ ۶۸۶ بحوالہ ترمذی و بیہقی' و مشکوۃ صفحہ ۵۱۳ و ۵۱۴)

○ جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ عقیدہ قرآن مجید کے واضح اشارات اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے تو اس کا ماننا فرض ہوا۔ اور اسے مسترد کرنا اور اس میں تاویل اور ہیرا پھیری کرنا کفر اور اس کا مرتکب جہنمی ہے۔ (دیکھیے ۴ : ۱۱۵)

کیا بعد از نزول بھی حضرت عیسیٰؑ نبی ہونگے؟

○ متبعین مرزا ایک مغالطہ یہ بھی دیتے ہیں کہ علماء اسلام کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بحیثیت حَکم عدل کے ہوگا اور وہ نبی نہیں ہوں گے۔ آخر انہوں نے کونسا جرم کیا ہے کہ جس کے باعث ان سے عہدۂ نبوت چھن جائے گا۔

جواب نزول کے بعد بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بدستور نبی رہیں گے۔ قادیانیوں کا مسلمانوں پر یہ بے بنیاد الزام ہے جس سے ہم بری ہیں۔ اور یہ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ سابق نبی ان کی اطاعت پر مجبور ہے۔ نیز حَکم عدل ہونا نبوت کے منافی نہیں۔ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو حَکم عدل تھے۔ جیسا کہ:

امنا آیۃ۔ ۵: ۴۲ و ۴۸ سے ظاہر ہے۔ اس کی تفصیلی بحث مرزا قادیانی کی پیش کردہ آیت ۲۱ میں گزر چکی ہے۔

بعد از نزولِ عیسیٰ آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کی حیثیت :

○ مرزا قادیانی کے متبعین عوام کو دھوکہ دینے کے لیے کہتے ہیں کہ اگر علماءِ اسلام کا متفقہ عقیدہ صحیح ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے پر قرآن مجید کی آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ (۴ : ۱۵۸) کو کیا قرآن مجید سے نکال دیا جائے گا۔

جواب یہ آیت بدستور انہی معنوں میں پڑھی جاتی رہے گی۔ بلکہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی پڑھیں گے جیسا کہ سورۃ توبہ کی ابتدائی آیات شوال ۱۰ھ میں بھی پڑھی گئی تھیں' وہ اب بھی پڑھی جا رہی ہیں اور قیامت تک پڑھی جاتی رہیں گی۔ حالانکہ اب تک تو مکہ میں وہ کافر موجود نہیں ہیں۔ جنھیں چار ماہ کی مہلت دی گئی تھی۔ اس میں اس واقعہ کا ذکر ہے۔ جس میں مشرکین مکہ کو اطاعت یا عدمِ اطاعت کی صورت میں جنگ کی دعوت دی گئی تھی۔

○ اسی طرح بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ میں اس واقعہ کا ذکر ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے پکڑ کر صلیب پر قتل کرنے کیلئے بلوا کیا تو اللہ تعالیٰ نے بجسدہٖ و روحہٖ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا' تو یہ آیت نزولِ عیسیٰؑ کے بعد بھی بعینہٖ انہی معنوں میں پڑھی جاتی رہے گی جن معنوں میں اب پڑھی جاتی ہے۔

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ
إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَ أَتُوْبُ إِلَيْكَ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَ أَصْحَابِهٖ
أَجْمَعِيْنَ

○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قدرۃ الربّ

فی

ولادتِ عیسیٰ من غیرِ اب

علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

مؤلفہ:

شیخ الحدیث والتفسیر حضرۃ مولانا
علامہ مفتی سید محمد حسین شاہ نیلوی رحمۃ اللہ علیہ
سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (انڈیا)

قدرۃ الرب فی ولادتِ عیسیٰ علیہ السلام من غیر اب

○ آج کل بعض لوگ یہ شبہ پیش کرنے لگے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خلافِ قانون بلا باپ پیدائش کا عقیدہ آیاتِ متشابہات کی اتباع میں قائم کرلیا گیا ہے، اور قرآن مجید کی درج ذیل آیاتِ محکمات کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے:

① سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ کُلَّہَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ وَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَ مِمَّا لَا یَعۡلَمُوۡنَ (۳۶ : ۳۶)

② یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّ اُنۡثٰی (۴۹ : ۱۳)

③ اَلَّذِیۡۤ اَحۡسَنَ کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقَہٗ وَ بَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِیۡنٍ

④ ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَہٗ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّہِیۡنٍ (۳۲ : ۷ و ۸)

⑤ اَنّٰی یَکُوۡنُ لَہٗ وَلَدٌ وَّ لَمۡ تَکُنۡ لَّہٗ صَاحِبَۃٌ (۶ : ۱۰۲)

○ حالانکہ قرآن مجید کی ان آیاتِ مبارکہ پر آیاتِ محکمات کی تعریف ہی صادق نہیں آتی۔ کیونکہ ان آیاتِ مبارکہ میں الازواج، الناس اور کم کے الفاظ "عام" ہیں۔ اور بعض اہلِ اصول کا:

فائدہ ہے: مَا مِنۡ عَامٍّ اِلَّا وَقَدۡ خُصَّ مِنۡہُ الۡبَعۡضُ کہ کوئی "عام" ایسا نہیں کہ جس میں سے بعض کو "خاص" نہ کیا گیا ہو۔ اس لیے یہ آیاتِ طیبات محکمات کے قبیل سے نہ رہیں۔ کیونکہ:

○ حضرت علامہ علی بن محمد بن علی المعروف بہ سید شریف و میر سید سند الجرجانی نے "التعریفات" جلد ۱ صفحہ ۱۸۱ میں "محکم" کی تعریف تحریر فرماتے ہوئے لکھا ہے: المحکم ما احکم المراد بہ عن التبدیل و التغییر ای التخصیص و التاویل و النسخ۔ یعنی محکم اسے کہتے ہیں جس کی مراد ایسی مضبوط ہو جو تغیر تبدل یعنی تخصیص، تاویل اور نسخ سے پاک ہو۔

○ لیکن ہمارا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اگر یہ آیات طیبات محکم نہیں تو پھر متشابہات میں سے ہوں گی' بلکہ یہ آیات طیبات "مجمل" کے قبیل سے ہیں' جن کا مقام خفا میں مشکل سے زیادہ اور متشابہ سے نیچے ہوتا ہے' جیسے حَرَّمَ الرِّبٰوا میں "ربٰو" کے معنی زیادتی کے ہوتے ہیں' مگر یہاں مراد وہ خاص زیادتی ہے جو ایک ہی جنس کی کیلی یا وزنی (ناپی تولی جانے والی) چیز کی بیع میں عوض سے خالی ہو' ایسی زیادتی ربٰو اور سود بنتی ہے۔

○ اسی طرح : فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ (۲ : ۲۴) اگرچہ عام ہے' مگر اس آیتِ مبارکہ میں صرف کفار ہی مراد ہیں اور مسلمین مراد نہیں ہیں۔ جیسا کہ حضرت امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعیؒ نے احکام القرآن صفحہ ۲۵ میں تحریر فرمایا ہے۔ تو جس طرح اس آیت (۲ : ۲۴) میں النّاس سے مراد صرف کفار ہیں اور مسلمین اس سے مستثنیٰ ہیں' اسی طرح خلقنٰکم (۴۹ : ۱۳) میں حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام مستثنیٰ ہیں۔ جبکہ حضرت آدمؑ اور حضرت عیسیٰؑ دونوں ہی انسان ہیں۔ لیکن ان دونوں کو مختلف صورتوں سے پیدا کیا گیا ہے۔

○ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

① وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ (۳۲ : ۷)

② اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ (۳۸ : ۷۱)

③ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (۱۵ : ۲۶)

④ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ (۳ : ۵۹)

○ اور تخلیق آدم علیہ السلام کے بارے میں ہماری بیان کردہ یہ آیات محکم ہیں۔ کیونکہ ان میں کسی دوسرے معنی کا کوئی احتمال نہیں ہے۔

○ اور الازواج اور خلقنٰکم میں کم جمع کے صیغے ہیں اور ان پر "عام" کی تعریف صادق آتی ہے' یعنی یہ تمام افراد کو شامل ہے۔ پھر قرآن مجید کی دیگر

آیاتِ طیبات کے ذریعے حضرت آدم علیہ السلام کو ان افراد میں سے خاص کیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو دوسرے انسانوں کی طرح نر اور مادہ سے نہیں بنایا۔ اس لیے الازواج اور کہ "عام مخصوص منہ البعض" ہوئے۔ اور یہ بالاتفاق ظنی ہوتا ہے۔

○ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان افراد میں سے نہیں ہیں جنھیں نر اور مادہ ہر دو کے ملاپ سے بنایا جاتا ہے۔ البتہ ان دونوں میں اتنا فرق ضرور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی نہ ماں تھی نہ باپ، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں تو تھی مگر باپ نہیں تھا۔ اس لیے وہ پانچوں آیاتِ مبارکہ و طیبات اپنے مفہوم کے لحاظ سے محکم نہ ہوئیں، لہٰذا قانون اور قاعدہ کلیہ نہ ہوئیں۔ کیونکہ قاعدہ وہی ہوتا ہے جو شکلِ اول کا کبریٰ بن سکتا ہو۔ کیونکہ شکلِ اول میں ایجاب صغریٰ کا اور کلیتِ کبریٰ کی شرط ہے اور جب شرط نہ رہے تو مشروط بھی نہیں رہتا۔ مثلاً:

○ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام انسان ہیں، اور کسی کو اس سے انکار کی مجال نہیں۔ اب منطق کی اصطلاح میں اسے "صغریٰ" بنائیں کہ "حضرت آدم علیہ السلام انسان ہیں" (آدمُ انسانٌ) اور یوں کہنا کہ قانون پیدائش یہ ہے کہ ہر انسان نر اور مادہ کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے اور اس کے بغیر انسان کی پیدائش ناممکن ہے اور اسے کبریٰ بنائیں اور کہیں کہ "تمام انسان نر اور مادہ سے پیدا ہوتے ہیں" (و کل انسان خلق من ذکر وانثیٰ) تو اس صغریٰ و کبریٰ کا نتیجہ یہ نکلتا ہے فآدم خلق من ذکر وانثیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام نر اور مادہ کے ملاپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن یہ نتیجہ تو نصِ قرآنی کے خلاف ہے اور کوئی شخص اسے ماننے کے لیے تیار بھی نہیں ہو سکتا۔

○ اب ظاہر ہے کہ صغریٰ آدمُ انسانٌ تو قرآن مجید کی رو سے بلاشک محکم ہے، لیکن قانونِ پیدائش بھی اگر محکم ہو جسے کبریٰ بنایا گیا ہے تو اس کا نتیجہ

یچ اور محکم ہونے کی بجائے غلط نکل رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ کہنا ہی غلط ہے کہ تمام انسان نر اور مادہ سے ہی پیدا ہو سکتے ہیں اور اس کے علاوہ انسان کی پیدائش ناممکن ہے۔

○ معلوم ہوا کہ پہلی دو آیاتِ مبارکہ عام مخصوص منہ البعض ہونے کی وجہ سے قاعدہ کلیہ نہ ہوئیں تو پھر دعویٰ بھی ثابت نہ ہوا۔ اسی طرح جعل نسلہ من سلالۃ من ماء مھین (۳۲ : ۸) بھی عام مخصوص منہ البعض ہے اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ ہیں' اور اس کی کئی وجوہ ہیں۔ مثلاً:

❶ اللہ تعالیٰ نے "ابن مریم" کا لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے "صفت" کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ حالانکہ اولاد کی نسبت شرعاً و عرفاً باپ کی طرف کی جاتی ہے' بچوں کی نسبت ماں کی طرف نہیں کی جاتی' سوائے مندرجہ ذیل چند وجوہ کے۔ مثلاً:

① ماں کسی امیر باپ کی بیٹی ہو اور باپ غریب ہو۔

② ماں کا تعلق کسی مشہور خاندان سے ہو اور باپ غیر مشہور خاندان سے ہو۔

③ باپ گھر داماد ہو۔

④ باپ چھوٹی عمر میں مر جائے اور گھر کا انتظام ماں کے ذمے ہو۔

⑤ کسی شوہر کی کئی بیویاں ہوں تو بھی بچوں کو ان کی ماں کے نام سے مشہور کیا جا سکتا ہے۔ جیسے حضرت امام علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن حنفیہؒ۔

⑥ لعان والی عورت کا بچہ' جسے بعد لعان قاضی نے عورت سے ملحق کر دیا ہو۔

⑦ زناکار عورت کا لڑکا ہو۔

○ اور ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا سات صورتوں میں سے ایک صورت بھی ایسی نہیں جس کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی ماں کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ بلکہ ان سات صورتوں کے علاوہ ایک آٹھویں صورت ہے اور وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے مولود ہیں کہ جن کا باپ سرے سے ہے

ہی نہیں' اور ان کی والدہ معصوم ہیں۔ قرآن مجید ان کی عصمت پر گواہی دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(۱) اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ (۵: ۷۵) کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ مرتبہ صدیقیت پر فائز ایک کامل ولیہ تھیں' جبکہ بدکار ولی نہیں ہوتا۔

(۲) وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا (۲۱: ۹۱) اور حضرت عیسیٰ کی والدہ ماجدہ حضرت مریمؑ جنھوں نے اپنی ناموس کی حفاظت فرمائی تو ہم نے ان کے پیٹ میں محض اپنی قدرت سے بغیر شوہر کے اپنی طرف سے روح پھونک دی۔

(۳) وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا (۶۶: ۱۲) اور حضرت مریمؑ بنت عمران جنھوں نے اپنی ناموس کی حفاظ کی اور اپنی عصمت کو محفوظ رکھا تو ہم نے بغیر شوہر کے محض اپنی قدرتِ کاملہ سے ان کے پیٹ میں روح پھونک دی۔

● جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کی عصمت اور پاکدامنی پر گواہی دی ہے' اسی طرح خود حضرت مائی مریمؑ نے بھی اپنی عصمت بیان فرمائی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے الفاظ قرآن مجید میں محفوظ فرما کر تصدیق فرمادی۔ مثلاً:

(۱) اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ (۳: ۴۷) میرے یہاں لڑکا کیسے ہوسکتا ہے' حالانکہ مجھ کو تو کسی انسان نے چھوا تک بھی نہیں۔

(۲) اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا (۱۹: ۲۰) کیسے یہاں لڑکا کیسے ہوسکتا ہے' حالانکہ نکاح کے طور پر بھی مجھے کسی انسان نے نہیں چھوا' اور حاشا للہ میں بدکار بھی تو نہیں' اور نہ ہی نکاح کا ارادہ رکھتی ہوں۔

شبہ: اب اگر کوئی کہے کہ واقعی اس وقت تک تو کسی انسان نے حضرت مریمؑ کو نہیں چھوا تھا' لیکن بچے کی بشارت پانے کے بعد انھوں نے بشارتِ الٰہی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے نکاح کرلیا تھا جس سے مساس واقع ہوا' اور اس مساس کے نتیجے میں بچے کی پیدائش عمل میں آئی۔ تو اس شبہ کا:

جواب یہ ہے کہ جب مائی مریمؑ کو فرشتے نے بچے کی پیدائش کی بشارت دی تو مائی مریمؑ نے اظہارِ تعجب کے طور پر فرمایا کہ میرے یہاں لڑکا کیسے پیدا ہو سکتا ہے' حالانکہ مجھے تو کسی انسان نے چھوا تک بھی نہیں۔ (۳ : ۴۷) اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کذلك ای الامر کذلك (۳ : ۴۷) کہ ہاں ہاں بالکل ہی طرح بغیر مساسِ بشر کے ایسے ہی بچہ ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے اسی طرح پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے فرما دیتا ہے کہ ہو جا' اور وہ ہو جاتا ہے۔ (۳ : ۴۷)

جیسا کہ حضرت علامہ مہائمیؒ نے تفسیر تبصیر الرحمٰن میں تحریر فرمایا ہے:

ای علی الحالۃ التی انت علیہا من عدم مستی البشر۔

شبہ اب بھی اگر کوئی فلسفہ زدہ شخص بضد ہو کہ یہ بات درست نہیں ہے اور قانون پیدائش کے خلاف ہے اور دلیل میں قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ پیش کرے:

انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ (۴۹ : ۱۳) اور انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج (۷۶ : ۲) تو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا:

جواب دیا ہے: اللہ یخلق مایشاء کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و طاقت بہت بڑی ہے' مخلوق خواہ کتنی ہی بڑی ہو' جو ہر ایک کی عقل سے باہر ہے' جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کر لیتا ہے' اس کی قدرت کے سامنے کوئی چیز مشکل نہیں۔ اور اس کے پیدا کرنے میں ہمارے نارسا قیاس کو کچھ مجال و دخل بھی نہیں ہے۔

اور وہ تو صرف اتنا ہوتا ہے: اذا قضیٰ امراً فانما یقول لہ کن فیکون (۳ : ۴۷) کہ جب بھی کسی "امر" کے پیدا کرنے کا فیصلہ فرما لیتا ہے تو کوئی ظاہری سبب مہیا کیے بغیر فوراً ہی وہ کام ہو جاتا ہے اور وہ اس طرح کہ ادھر حکم ہوا اور ادھر وہ کام ہو گیا' اس کے وجود میں آنے کے لیے کسی قسم کی مہلت و تاخیر نہیں ہوتی۔ کیونکہ ارادۂ الٰہی اور اس کی تعمیل کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہو سکتی۔

○ اور یہاں چونکہ عام طریقۂ الٰہیہ جاریہ سے ہٹ کر بغیر ملاپ مرد اور عورت کے صرف اکیلی کنواری عورت ہی سے ولادت کا تحقق کرنا مقصود ہے اس لیے یہاں لفظ بھی یفعل مایشاء کے بجائے (جو حضرت زکریا علیہ السلام کے بیان میں فرمایا ہے) یخلق مایشاء لایا گیا ہے' جو اللہ تعالیٰ کی صفتِ ایجاد و اختراع پر دلالت کر رہا ہے۔ اور مختصر انداز سے یہ بات بھی سمجھا دی کہ جس طرح انسانِ اوّل حضرت آدم علیہ السلام اس طریقۂ ولادت سے مستثنیٰ ہیں' اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اس سے مستثنیٰ ہیں۔

○ اسی طرح یہاں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ : انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ اور : انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج۔ اور اسی طرح کی دیگر متعدد آیاتِ طیبات میں حمل اور ولادت کے لیے مرد اور عورت کے ملاپ کو شرطِ عادی کی حیثیت تو ضرور حاصل ہے۔ لیکن یہ عِلّت نہیں ہے۔

○ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ماں کی طرف کرنے سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مذکورہ بالا وجوہاتِ سبعہ کے موجود نہ ہونے کی صورت میں لامحالہ یہی ایک صورت ہوسکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا والد نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین کرامؒ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفت "ابن مریم" لانے کو اس امر کی دلیل بنایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد نہیں تھے۔

○ تفسیر جامع البیان علی الجلالین صفحہ ۲۹ میں حضرت علامہ سید معین الدینؒ نے تحریر فرمایا ہے : نسبہ الی امہ حیث لا اب لہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ماں کی طرف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا والد تھا ہی نہیں۔

○ حضرت علامہ مہائمیؒ نے تبصیر الرحمٰن میں تحریر فرمایا ہے : وصفہ ابن مریم اذ لا اب لہ ولو کان لہ الوھیۃ او ابنیۃ لکان فی اسماء ہ ومایدل علی ذلک ولا یکون مذللا بنسبتہ الی الام۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفت "ابن مریم" اسی لیے بیان کی گئی ہے کہ آپ کے والد نہیں تھے۔ اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

صفت الوہیت یا ابنیّۃ کی ہوتی تو اس کے ناموں میں ایسی صفت بھی ضرور بیان ہوتی جو کہ ان صفات پر دلالت کرتی اور ماں کی طرف منسوب عجز والی صفت بیان نہ ہوتی۔

نیز یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ماں کی طرف درج ذیل بیس مقامات پر فرمائی ہے:

❶ ۲:۸۷	❷ ۲:۲۵۳	❸ ۳:۴۵	❹ ۴:۱۵۷
❺ ۴:۱۷۱	❻ ۵:۱۷	❼ ۵:۴۶	❽ ۵:۷۲
❾ ۵:۷۵	❿ ۵:۷۸	⓫ ۵:۱۱۰	⓬ ۵:۱۱۲
⓭ ۵:۱۴	⓮ ۵:۱۱۶	⓯ ۱۹:۳۴	⓰ ۲۳:۵۰
⓱ ۴۳:۵۷	⓲ ۵۷:۲۷	⓳ ۶۱:۶	⓴ ۶۱:۱۴

حضرت علامہ حسین بن ریان رحمہ اللہ تعالیٰ نے مفتاح الجلالین صفحہ ۵ میں فرمایا ہے:
الابناء تنتسب الی الآباء لا الی امہ کہ بیٹوں کی نسبت ماؤں کی طرف نہیں بلکہ باپوں کی طرف ہوا کرتی ہے۔ اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت حضرت مریم کی طرف کرکے یہ بتادیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام والد کے واسطہ کے بغیر ہی اپنی والدہ کے بطن سے پیدا ہوں گے اور اپنی ماں کے سوا کسی اور کی طرف ان کی نسبت نہیں ہوگی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان کی پیدائش سے کم و بیش دو ہزار سال تک انھیں ابن مریم علیہ السلام کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید کے بیس مقامات پر ان کا ذکر ابنِ مریم کے نام سے کیا۔ اور یہ آیتیں متشابہات کے زمرے میں داخل نہیں کی جاسکتیں۔ کیونکہ:

متشابہ وہ ہوتا ہے جو نفس لفظ کے ساتھ ایسا مخفی ہو کہ اس کے ادراک کی قطعاً کوئی امید نہ ہو۔ (التعریفات لسید سند صفحہ ۱۷۶)

حضرت علامہ محمد حسن سنبھلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اصول شاشی صفحہ ۲۲ کے حاشیہ میں

تحریر فرمایا ہے کہ متشابہ مجمل سے زیادہ مخفی ہوتا ہے' جس کے بیان یعنی اس کے مفہوم کو سمجھنے کی امید دنیا میں تو ہو ہی نہیں سکتی' البتہ امید ہے کہ شاید آخرت میں اس کا مفہوم سمجھ آ جائے۔

○ بہرحال مذکورہ بالا پہلی چاروں آیتوں میں شرطِ عادی کا ذکر ہے۔ لیکن اسے قاعدہ کلیہ نہیں کہا جاسکتا' جسے دلیل بنا کر ہم پر محکم آیات کے انکار کا الزام لگایا جائے۔

● اور پیدائش کی شرطِ عادی مزعومہ قانون پیدائش سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے استثنا کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے بیٹے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: وَ بَرًّا بِوَالِدَيْهِ (۱۹ : ۱۴) کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنے ماں اور باپ ہر دو کے خدمت گزار تھے۔ لیکن اسی سورت میں آگے چل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ تقریر نقل فرمائی جو انھوں نے اپنے بچپن میں ماں کی گود میں ارہاص کے طور پر فرمائی تھی۔ چنانچہ :

○ آپؑ نے فرمایا : وَ بَرًّا بِوَالِدَتِي (۱۹ : ۳۲) کہ دیگر دینی فرائض کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی والدہ ماجدہ کا خدمت گزار بھی بنایا ہے۔

○ اور جس زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس بات کا اعلان فرمایا اس وقت یوسف نجار بقیدِ حیات تھا' جسے حضرت مائی مریمؑ کا شوہر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے۔

○ بہرحال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عہدِ طفولیت میں برا بوالدتی کہنا اس امرِ واقعہ کی نہایت پختہ دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے محض کنواری اور غیر ممسوسہ مریمؑ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

○ اسی طرح ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے انعامات کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا : اذكر نعمتي عليك و على والدتك (۵ : ۱۱۰)

یعنی میں نے آپؑ پر اور آپؑ کی والدہ ماجدہ پر جو انعام فرمایا ہے اسے یاد کیجیے۔ تو یہاں بھی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور ان کی والدہ کا ذکر ہے۔ اب اگر ان کا والد بھی ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے لیے ان کا ذکر کرنا کچھ مشکل نہیں تھا۔ اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ (۲۳: ۵۰) کہ ہم نے حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ اور ان کی والدہ ماجدہ کو اپنی قدرت کی نشانی بنایا' اور ہم نے ان دونوں یعنی ماں اور بیٹے کو اونچی جگہ پر ٹھکانا عطا فرمایا۔ یہاں بھی باپ کا ذکر نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ تھا ہی نہیں' ورنہ ان کا ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے مشکل نہ تھا۔ توالد و تناسل کے لیے "شرطِ عادی" کو "قانونِ پیدائش" کہنے والے فلسفہ زدہ عقل بند لوگوں کو اس حقیقت سے تو انکار نہیں کرنا چاہیے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ (۳۳: ۵) کہ ان لوگوں کو ان کے حقیقی باپوں کے ناموں سے منسوب کر کے بلایا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی بات زیادہ قرینِ انصاف اور برمحل ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے والد کے علاوہ دوسرے لوگوں کی طرف نسبت کرنے سے منع فرمادیا ہے' اور پھر اس کے باوجود خود اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن مجید میں بیسیوں مقامات پر ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام کی طرف منسوب فرمایا ہے' اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرامؓ' تابعینؒ' تبع تابعینؒ' محدثینؒ' مفسرینؒ' ائمہ مجتہدینؒ' صلحاءِ اُمت بلکہ چودہ سو سال سے اب تک پوری اُمتِ محمدیہ ﷺ قرآن مجید کے ان بیسوں مقامات پر عیسی ابن مریم ہی پڑھتی رہی ہے' اب بھی پڑھ رہی ہے اور آئندہ بھی تا قیامت اسی طرح پڑھتی رہے گی۔

تو کیا یہ اس امر کی صریح اور واضح دلیل نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی والد ہوتا تو قرآن مجید میں کسی

ایک مقام پر تو ان کا نام مذکور ہوتا' جیسا کہ سورۂ تحریم کی آخری آیت میں حضرت مائی مریمؑ کے والد حضرت عمرانؒ کا نام مذکور ہے اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا والد ہوتا تو ادعوھم لآباءھم کی تعمیل کے لیے مسلمانوں کو عیسی ابن مریم پڑھنے اور کہنے سے ضرور منع فرما دیا گیا ہوتا۔

○ اور ماں کی طرف منسوب کرنے کی وہ سات وجوہ بھی یہاں مفقود ہیں جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں' اس لیے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد نہ تھے اور وہ محض اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے کنواری مریمؑ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

○ اسی طرح یہ کہنا بھی سراسر غلط اور قرآن مجید کی تحریف معنوی بنتی ہے کہ اَنّٰی یَکُوْنُ لَہٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَکُنْ لَّہٗ صَاحِبَۃٌ (۶ : ۱۰۲) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد کا ثبوت ہے۔ کیونکہ درحقیقت یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد کو ثابت نہیں کرتی' بلکہ اس آیت میں تو نصاریٰ کے اس دعویٰ کا رد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں' اور فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی تو کوئی بیوی ہی نہیں ہے۔

○ یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ بیوی کے بغیر قطعاً کوئی مرد صاحب اولاد نہیں ہو سکتا۔ جبکہ اس سے پہلے قرآن مجید کی آیاتِ طیبات کی روشنی میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ بطورِ معجزہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے غیر ممسوسہ کنواری عورت حاملہ ہو کر صاحبِ اولاد ہو سکتی ہے۔

○ بہرحال اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے نہیں ہیں' اور نہ ہی یوسف نجار یا کسی اور مرد کے بیٹے ہیں' وہ تو محض حضرت مریمؑ کے بیٹے ہیں' اس لیے کہ حضرت مریمؑ کسی کی بیوی بھی نہیں ہیں اور نہ ہی وہ بدکار ہیں۔ اس طرح اس آیتِ مبارکہ میں نصاریٰ کے اس گروہ کا رد بھی ہو گیا جو حضرت مریمؑ کو یوسف نجار کی زوجہ منکوحہ بتلاتے ہیں۔

مرزا قادیانی کا عقیدہ

○ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ طبع ربوہ صفحہ ۱۳۶ و طبع قادیان صفحہ ۹۰ میں لکھا ہے: وانہ لعلم للساعۃ۔۔۔ ان فرقۃ من الیھود اعنی الصدوقیین کانوا کافرین بوجود القیامۃ فاخبرھم اللہ علی لسان بعض انبیائہ ان ابنا من قومھم یولد من غیر اب وھذا یکون اٰیۃ لھم علی وجود القیمۃ۔ یعنی یہودیوں میں سے صدوقی فرقہ جو وجود قیامت کا منکر تھا، تو اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کرام علیہم السلام کی زبانی یہ خبر دی کہ ان کی قوم میں سے ایک بچہ بغیر باپ کے پیدا ہوگا۔ اور اس بچے کا بغیر باپ کے پیدا ہونا وجود قیامت کی نشانی ہوگی۔

○ اسی طرح خدا بخش قادیانی نے عسل مصفّی جلد ا صفحہ ۴۹۵ میں لکھا ہے: وہی عیسیٰ ہے جو برخلاف عام سنۃ اللہ کے خارق عادت کے طور پر بغیر باپ کے پیدا ہوا ہے۔

○ اخبار "الحکم" قادیان ۲۴ جون ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۱، و ڈائری ۱۹۰۱ء صفحہ ۳۶ و ۳۷ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے: ہمارا ایمان اور اعتقاد یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بن باپ تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کو سب طاقتیں ہیں۔ اور نیچری جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا باپ تھا، وہ بڑی غلطی پر ہیں۔

○ صداقت مریمیہ صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲ میں لکھا کہ: دنیا میں انسانی پیدائش کے ایسے ایسے نمونے ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں کہ جن کو دیکھ کر ہم اس کے حضور میں سر بسجود ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں دیکھتے۔ کسی معین طریق پیدائش کو ہم قانون قدرت کی محدود تعریف کے دائرے میں محیط نہیں کر سکتے۔

○ چشمۂ معرفت صفحہ ۹۶ میں ہے کہ یہ تو سچ ہے کہ جیسا کہ خدا غیر متبدل ہے، اس کی صفات بھی غیر متبدل ہیں، اس سے کس کو انکار ہے، مگر آج تک اس کے کاموں کی حد بست کس نے کی ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس کی عمیق در عمیق اور بے حد قدرتوں کی انتہا تک پہنچ گیا ہے، بلکہ اس کی قدرتیں غیر

محدود ہیں اور اس کے عجائب کام ناپیدا کنار ہیں اور اپنے خاص بندوں کیلئے اپنا قانون بھی بدل لیتا ہے۔ مگر وہ بدلنا بھی اس کے قانون میں داخل ہے۔

○ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب سرمہ چشم آریہ صفحہ ۳۷ میں ایک بددین رافضی فلاسفر کے حوالے سے انکار معجزات پر مبنی اس کا یہ قول عقلی دلیل کے طور پر نقل کیا ہے کہ: یونانیوں میں یہ قصے بہت مشہور ہیں کہ بعض عورتوں کو جو اپنے وقت میں عفیفہ اور صالحہ تھیں بغیر صحبت مرد کے حمل ہو کر اولاد ہوئی ہے۔

○ مرزا قادیانی نے مزید لکھا کہ: یہ سب قصے افتراء پر محمول نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ بغیر کسی اصل صحیح کے مختلف افراد اور مہذب قوموں میں ایسے دعاوی ہرگز فروغ نہیں پا سکتے ہیں' اور نہ عورتوں کو جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ زانیہ ہونے کی حالت میں اپنے حمل کی ایسی وجہ پیش کریں جس سے وہ بھی ہنسی کرائیں۔

○ نیز مرزا قادیانی نے لکھا کہ: ہمیں اس بات سے پرہیز کرنا چاہیے کہ خواہ نخواہ ایسی تمام عورتوں پر زنا کا الزام لگائیں جو مختلف ملکوں اور قوموں اور زمانوں میں مستور الحال گزر چکی ہیں۔ کیونکہ طبی قواعد کی رو سے ایسا ہونا ممکن ہے۔ وجہ یہ کہ بعض عورتیں جو بہت ہی نادر الوجود ہیں بباعث غلبہ رجولیت اس لائق ہوتی ہیں کہ ان کی منی دونوں طور قوت فاعلی و انفعالی رکھتی ہو اور کسی سخت تحریک خیال شہوت سے جنبش میں آ کر خود بخود حمل ٹھہرنے کا موجب ہو جائے۔

○ اس کے بعد مرزا قادیانی نے لکھا: میں کہتا ہوں ایسے قصے ہندوؤں میں بھی مشہور ہیں۔ سورج بنسی اور چندر بنسی خاندان کی انہی قصوں پر بنیاد پائی جاتی ہے۔

○ اس کے بعد مرزا قادیانی نے مزید لکھا کہ: غرض یہ خیال ہندوؤں میں بھی پرانا چلا آتا ہے' یہاں تک کہ رگ وید میں لکھا ہے کہ ایک نیک بخت رشی کی لڑکی کو فقط اندر دیوتا کی ہی توجہ سے حمل ہو گیا تھا۔ اور ایسا ہی شرو قشر سے بھی شرفا آریہ کی پاک دامن لڑکیوں کو حمل ہوتا رہا ہے۔

نیز مرزا قادیانی نے لکھا کہ : ان قصوں اور کہانیوں کو جو بہ کثرت مختلف قوموں میں پائی جاتی ہیں' یک مرتبہ مردود اور باطل سمجھ کر پایۂ اعتبار سے ساقط کر دینا حکیمانہ طریق نہیں ہے' بلکہ حق تو یہ ہے کہ اگر ان قصوں کو ان کے زوائد سے الگ کر کے دیکھا جائے تو ان کے نیچے وہی ایک دقیق خاصہ علم طبعی کا چھپا ہوا نظر آتا ہے' جس کی طرف علامہ (شیخ الرئیس ابن سینا) نے اشارہ کیا ہے۔ اور اس بات پر ضد نہیں کرنی چاہیے کہ اگر یہ بات کچھ حقیقت رکھتی ہے تو پھر عام طور پر کیوں وقوع میں نہیں آتی۔ کیونکہ : اول تو یہ سوانح ایسے نادر الوقوع نہیں ہیں جیسے آج کل نئے فلسفی ان کو خیال کر رہے ہیں۔ بلکہ مختلف قوموں میں اس کے آثار سلسلہ دار چلے آئے ہیں۔ اگرچہ عبرانیوں میں تو صرف حضرت مسیح' اس طرز کی پیدائش میں بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن یونانیوں اور آریوں کی کتابوں میں اس کی نظیریں بہت پائی جاتی ہیں۔ اور حال کے زمانہ اور اس کے قریب قریب بھی بعض ممالک کی عورتیں حمل دار ہوکر ایسا کچھ بیان کرتی رہی ہیں۔ اب ان قصوں کی نسبت گو کسی منکر کی کیسی ہی رائے ہو' مگر صرف ان کے نادر الوقوع ہونے کی وجہ سے وہ سب کی سب رد نہیں کی جاسکتیں اور ان کے رد پر کوئی دلیل فلسفی قائم نہیں ہو سکتی۔

خطبۂ الہامیہ صفحہ ۴۷۔۴۹ میں ہے کہ انسان کا بے باپ پیدا کرنا عادت اللہ میں داخل ہے اور ہم اس کو قبول نہیں کرتے کہ یہ خارج از عادت ہے اور نہ لائق ہے کہ اس بات کو قبول کیا جائے۔ کس لیے کہ انسان کبھی عورت کے نطفہ سے بھی پیدا ہو جاتا ہے اگرچہ بات نادر ہو۔ اور یہ امر قانون قدرت سے بھی خارج نہیں ہے۔ بلکہ ہر قوم میں اس کی نظیریں پائی جاتی ہیں اور اہل تجربہ طبیبوں نے ایسی نظیروں کا ذکر کیا ہے۔ ہاں ہم یہ بات قبول کر سکتے ہیں کہ بغیر باپ کے پیدا ہونا قلیل الوقوع امر ہے بہ نسبت اس امر کے کہ اس کا مخالف ہے۔

اس سے کچھ آگے صفحہ ۴۴ و ۵۰ میں مزید وضاحت سے لکھا ہے : پھر جان لو

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بے باپ پیدا ہونا بنی اسرائیل میں سے یہود کے لیے ایک تنبیہ ہے اور ان کے زوال کی گھڑی پر ایک دلیل ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ضرور نبوت ان سے منتقل ہوجائے گی۔

مواہب الرحمٰن صفحہ ۷۷ و ۷۸ میں لکھا ہے: اور یہ بات معلوم ہے کہ حضرت مریمؑ نکاح سے قبل حاملہ پائی گئیں۔ اور اس عہد کی وجہ سے جو ان کی والدہ نے اپنے حاملہ ہونے کے بعد کیا تھا' حضرت مریمؑ کی مجال نہیں تھی کہ نکاح کرتیں۔ پس اہل بصیرت کے نزدیک اس معاملہ کی دو صورتیں ممکن ہیں۔ اول تو یہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدائے علام کے کلمہ سے پیدا ہوئے تھے یا نعوذ باللہ یہ کہا جائے کہ وہ ولد الحرام ہے۔ اور ہمیں اس کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ حضرت مریمؑ کا حمل نکاح کے نتیجہ میں قرار دیا جائے۔ کیونکہ ان کی والدہ نے خدا تعالیٰ سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ اس کو نکاح سے آزاد رکھیں گی۔ اور بیت المقدس کی خادمہ بنائیں گی۔ انھوں نے یہ عہد اپنے حمل کے ایام میں کیا تھا۔ اور ہم یہ بات قرآن کریم اور انجیل کی شہادت کی بنا پر لکھتے ہیں۔ پس تم حق اور فلاح کا رستہ ترک نہ کرو۔ یہ تفصیل اس شخص کے لیے ہے جس کی فطرت وضاحت کا تقاضا کرتی ہے اور اس کی طبیعت کسی خارق عادت امر کو قبول نہیں کرتی۔ مگر ہم تو خدائے بزرگ و برتر کی کامل قدرت پر ایمان رکھتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو درختوں کے پتوں سے بھی عیسیٰ علیہ السلام کی مانند پیدا کر سکتا ہے۔ دیکھو زمین میں کتنے ہی کیڑے ہیں جو بغیر ماں باپ کے پیدا ہوجاتے ہیں۔ پس اے لوگو! تمھیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ پیدائش میں کیا تعجب ہوتا ہے۔

الحکم جلد ۵ شمارہ ۲۳ صفحہ ۱۱ مورخہ ۲۴ جون ۱۹۰۱ء میں ہے: ایسے لوگوں کا خدا مردہ خدا ہے اور ایسے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بے باپ پیدا نہیں کر سکتا۔ ہم ایسے آدمی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔

○ نیز مرزا قادیانی نے لکھا: اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو یہ دکھانا چاہتا تھا کہ تمہاری حالتیں ایسی ردی ہو گئی ہیں کہ اب تم میں کوئی اس قابل نہیں جو نبی ہو سکے، اسی واسطے آخری خلیفہ موسوی کو اللہ تعالیٰ نے بے باپ پیدا کیا اور ان کو سمجھایا کہ اب شریعت تمہارے خاندان سے گئی۔

○ الحکم جلد ۵ نمبر ۱۴ صفحہ ۵ و ۶ مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۱ء میں مرزا قادیانی نے لکھا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے باپ پیدا ہوئے تھے اور ان کا بے باپ پیدا ہونا ایک نشان تھا اس بات پر کہ اب بنی اسرائیل کے خاندان میں نبوت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے ساتھ وعدہ تھا کہ بشرطِ تقویٰ نبوت بنی اسرائیل کے گھرانے سے ہوگی۔ لیکن جب تقویٰ نہ رہا تو یہ نشان دیا گیا۔

○ البدر جلد ۲ نمبر ۱۶ صفحہ ۱۲۲ مورخہ ۸ مئی ۱۹۰۳ء میں مرزا قادیانی نے لکھا: یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے قصہ کو ایک جا جمع کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جیسے یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش خوارقِ طرق سے ہے، ویسے ہی مسیح کی بھی ہے۔ پھر یحییٰ کی پیدائش کا حال بیان کر کے مسیح کی پیدائش کا حال بیان کیا ہے۔ یہ ترتیب قرآنی بھی بتلاتی ہے کہ ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف ترقی کی ہے۔ یعنی جس قدر معجز نمائی کی قوت یحییٰ کی پیدائش میں ہے اس سے بڑھ کر مسیح کی پیدائش میں ہے۔ اگر اس میں کوئی معجزانہ بات نہ تھی تو یحییٰ کی پیدائش کا ذکر کر کے کیوں ساتھ ہی مریم کا ذکر چھیڑ دیا، اس سے کیا فائدہ تھا یہ اسی لیے کیا کہ تاویل کی گنجائش نہ رہے۔ ان دونوں بیانوں کا ایک جا ذکر ہونا اعجازی امر کو ثابت کرتا ہے۔ اگر یہ نہیں ہے تو گویا قرآن تنزل پر آتا ہے جو کہ اس کی شان کے برخلاف ہے۔

○ الحکم جلد ۹ شمارہ ۴۲ صفحہ ۱۱ مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۰۵ء کو مرزا نے لکھا: وہ (مسیح علیہ السلام) بن باپ تھے۔ اس کا زبردست ثبوت یہ ہے کہ یحییٰ اور عیسیٰ کا قصہ ایک ہی جگہ بیان کیا ہے۔ پہلے یحییٰ کا ذکر کیا، جو بانجھ سے پیدا ہوئے۔ دوسرا قصہ مسیح کا اس کے بعد بیان فرمایا جو اس سے ترقی پر ہونا چاہیے تھا، اور وہ یہی ہے کہ وہ بن

باپ ہوئے۔ اور یہی امر خارقِ عادت ہے۔ اگر بانجھ سے پیدا ہونے (والے) یحییٰ کے بعد باپ سے پیدا ہونے والے کا ذکر ہوتا تو اس میں خارقِ عادت کی کیا بات تھی۔

بدر جلد ۱ شمارہ ۱۰ صفحہ ۷۵ مورخہ ۲ جنوری ۱۹۰۳ء میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ مسیح بن باپ پیدا ہوئے۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے مسیح کو بن باپ پیدا کیا۔ اور بن باپ پیدا ہونے کا سِر یہ تھا کہ چونکہ سلسلہ نسب کا باپ کی طرف سے ہوتا ہے تو اس طرح گویا سلسلہ منقطع ہوگیا اور اسرائیلی خاندان کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔۔۔۔۔ یہ اشارہ تھا اس امر کی طرف کہ نبوت ان کے خاندان سے جاتی رہی' پس مسیح علیہ السلام کا بن باپ ہونا اس امر کا نشان تھا۔

بدر جلد ۶ ش ۲۰ صفحہ ۳ مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۰۷ء میں لکھا کہ: قرآن مجید سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے اور قرآن شریف پر ہم ایمان لاتے ہیں پھر قانون قدرت میں ہم اس کے برخلاف کوئی دلیل نہیں پاتے۔ کیونکہ سینکڑوں کیڑے مکوڑے پیدا ہوتے رہتے ہیں جو نہ باپ رکھتے ہیں اور نہ ماں۔ قرآن شریف میں جہاں اس کا ذکر ہے' وہاں خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کے دو عجائب نمونوں کا ذکر کیا ہے۔ اول حضرت زکریا کا ذکر ہے کہ ایسی پیرانہ سالی میں جہاں کہ بیوی بھی بانجھ تھی' خدا نے بیٹا پیدا کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ دوسرا واقعہ ہے جو خدا تعالیٰ کی ایک اور قدرت عجیبہ کا نمونہ ہے۔ اس کے ماننے میں کونسا ہرج پیدا ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے پڑھنے سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ خدا تعالیٰ نے کمثل آدم جو فرمایا اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس میں ایک عجوبہ قدرت ہے۔ جس کے بعد آدمؑ کی مثال کا ذکر کرنا پڑا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی ان عبارات کے بعد اب بھی اگر کوئی مرزائی یہی کہتا چلا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا نہیں ہوئے تو اس کے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ جیسا کہ وہ مسلمان نہیں تھا ایسا ہی اب مرزائی بھی نہیں رہا۔ ؎

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے — نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

تفسیر آیۃ

رفع عیسیٰ

علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

مؤلفہ:

شیخ الحدیث والتفسیر حضرۃ مولانا

علامہ مفتی سید محمد حسین شاہ نیلوی

سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (انڈیا)

الحمد للہ رب العلمین الذی خلقنی فھو یھدین والذی ھو یطعمنی ویسقین واذا مرضت فھو یشفین والذی یمیتنی ثم یحیین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین محمد وآلہ واصحٰبہ اجمعین۔

اما بعد احقر الفقیر محمد حسین صین عن الشین کے پاس فیصل آباد سے ایک سوال نامہ آیا تھا جس میں مرزائی امت کی فرسودہ باتوں کے بارے پوچھا گیا تھا:

حقیقت یہ ہے کہ علمائے حق ان کہنہ بوسیدہ اور مستعمل سوالوں کے مسکت اور دندان شکن جواب دے کر اپنی دینی ذمہ داریوں سے فارغ ہو چکے تھے۔ منیب اذہان تو ان جوابات سے نہایت درجہ مطمئن ہوتے رہے اور ان کے ہر طرح کے شکوک کا ازالہ ہوتا رہا۔ لیکن معاندین کا ہمیشہ سے یہی کچھ دستور رہا ہے کہ کسی اطمینان بخش جواب سے اطمینان کا اظہار کرنے کی بجائے کچھ نہ کچھ بولتے ہی رہتے ہیں اور عوام میں یہی تاثر پھیلاتے ہیں کہ مولوی صاحبان ہمارے سوالوں کے تسلی بخش اور اطمینان دہ جوابات سے عاجز رہے ہیں اور ان کے پاس ان کا کچھ جواب نہیں ہے۔ پھر وہ انہی سوالوں کو بار بار دہراتے رہتے ہیں تاکہ عوام یہ سمجھیں کہ مولوی صاحبان کے جوابات کچھ تسلی بخش نہ تھے ورنہ بار بار ایک ہی طرح کے سوالات کے دہرانے کا کیا مطلب تھا۔ اردو میں محاورہ ہے وہی مرغی کی ایک ٹانگ اب چونکہ انہوں نے مجھ سے سوال کیے ہیں اس لیے اب میرا فرض بنتا ہے کہ میں بھی اس کا جواب دوں۔ واللہ الموفق والمستعان وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب:

پہلے تو اُن کی طرف سے آمدہ سوالات کو درج کرتا ہوں اس کے بعد بالترتیب ان کے جوابات عرض کروں گا

سوالات

① قرآن حکیم کی کونسی آیات ثابت کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسد عنصری آسمان پہ اٹھائے گئے؟

② قرآن کریم کی کونسی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بہ جسدِ عنصری آسمان سے زمین پہ نزول فرمائیں گے؟

③ وہ کونسی احادیث مبارکہ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بہ جسدِ عنصری آسمان پہ اٹھائے گئے۔

④ وہ کونسی احادیث مبارکہ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہ جسدِ عنصری آسمان سے زمین نزول فرمائیں گے۔

⑤ حضرت ابوہریرہ رضہ کے علاوہ وہ کون سے صحابہ کرام ہیں جنہوں نے قرآن حکیم کی کسی آیت کی رُو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ بہ جسدِ عنصری آسمان پہ جانا اور زندہ بہ جسدِ عنصری آسمان سے زمین پہ نازل ہونا بیان فرمایا ہے؟

⑥ قرآن مجید کے دو الفاظ ایسے ہیں جن کے معانی کے تعین میں اختلاف ہے۔ "توفی" اور "رفع"۔ قائلینِ وفاتِ مسیح کہتے ہیں کہ قرآنِ حکیم میں لفظ "توفی" کے مختلف مقامات پہ استعمال کو پڑھ کر اور تدبر کرنے سے یہ اصول متعین ہوتا ہے کہ جب فاعل اللہ تعالیٰ ہو تو کوئی ذی روح مفعول ہو اور توفی کا فعل استعمال ہو تو اس لفظ کے معانی صرف اور صرف "قبض روح" کے ہوتے ہیں؛ جس کی دو ہی صورتیں ہیں، نیند یا موت۔ اور یہ لفظ قرآن کی کئی آیات میں استعمال ہوا ہے جو ان معانی کی تائید کرتے ہیں۔ اور اگر اس کے برعکس معانی کیے جائیں تو ایسا مفہوم نکلتا ہے جو کسی کو بھی قابلِ

قول نہیں مثلاً

① ھو الذی یتوفّٰکم باللیل (انعام) ② وتوفنا مع الابرار (آل عمران)
③ واللہ خلقکم ثم یتوفّٰکم (نحل) وغیرہ

قائلینِ حیاتِ مسیح کہتے ہیں کہ توفی کا لفظ قبض روح مع الجسم کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ ان معانی کی تائید کونسی آیاتِ قرآنی سے ہوتی ہے اور ان کی روشنی میں کیا اصول متعین ہوتا ہے؟

④ دوسرا لفظ رفع ہے۔ قائلینِ وفاتِ مسیح کہتے ہیں کہ آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں یہ اصول متعین ہوتا ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ فاعل ہو اور کوئی ذی روح مفعول ہو اور فعل رفع ہو تو اس کے معنے شرف اور بزرگی اور بلندیٔ درجات کے عطا کیے جانے کے ہوتے ہیں۔ ان آیاتِ قرآنی کو وہ اِن معانی کی تائید میں پیش کرتے ہیں

① ولو شئنا لرفعنٰہ بھا ولٰکنہ اخلد الی الارض ② ورفعنٰہ مکاناً علیاً؛

قائلینِ حیاتِ مسیح رفع سے مراد جسم و روح سمیت آسمان پر زندہ اٹھا لینا لیتے ہیں۔ ان معانی کی تائید آیاتِ قرآنی کرتی ہیں؟ اور ان سے کیا اصول متعین ہوتا ہے؟

اگر ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ والی آیت میں کوئی خاص معانی پوشیدہ ہیں تو وہ کیا ہیں؟ اور ان معانی کا تعین کس اصول کے تحت کیا گیا؟ اور کونسی آیاتِ قرآنی ان معانی کی تائید کرتے ہیں

مؤرخہ ۲۱.۹.۸۳

الجواب المستطاب بعون الملک الوہاب

قرآن پاک میں سے "جسدِ عنصری کے ساتھ زندگی" کا مطالبہ قرآنی زبان و ادب سے ناواقف ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ قرآن پاک میں بلکہ کلام رسولؐ و کلام صحابہؓ میں بھی یہ لفظ جسدِ عنصری کا مذکور نہیں اور اس مفہوم کو ادا کیا گیا کہ اس بدنِ انسانی میں جو اربع عناصر سے (آگ۔ پانی۔ مٹی۔ ہوا سے) مرکب ہے روح پھونکی جاتی ہے اور نکالی جاتی ہے مگر اس کی تعبیر "جسدِ عنصری" سے نہیں کی گئی۔ اِحْیَاء۔ اِمَاتَۃ۔ حیاۃ۔ موت۔ ممات کے الفاظ ان معنوں میں عام ملتے ہیں مثلاً اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ (جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو موت آ پہنچی) ثم بعثناکم من بعد موتکم (پھر ہم نے تم کو جلا اٹھایا تمہارے مرے پیچھے) فتمنوا الموت (پھر موت کی آرزو کر دیکھو) اذا حضر احدکم الموت (جب تم میں سے کسی کو موت آتی معلوم ہو) قال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم (اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ مر جاؤ۔ پھر اُس نے انہیں جِلا دیا)۔ ربی الذی یحیی و یمیت (میرا رب تو وہ ہے جو زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے) افان مات (کیا پس اگر وہ (نبیؐ) مر جائیں) فلما قضینا علیہ الموت (پس جب ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر موت کا حکم جاری فرمایا) ما دلھم علی موتہ الا دابۃ الارض (تو جنات کو کسی چیز نے اُن کے مرنے کا پتہ نہ دیا مگر گھن کے کیڑے نے۔ علیٰ ہٰذا القیاس بہت سی آیات ہیں جن میں جینے کو حیاۃ سے اور مرنے کو موت سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ مگر ان کے ساتھ جسدِ عنصری کا لفظ کہیں استعمال نہیں فرمایا۔

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے کچھ بیان کرنے سے پہلے تمہیداً عرض کرتا ہوں یہ تو سب کو مسلم ہے کہ قرآن کریم بائیبل کی غلطیوں کی اصلاح کرتا ہے اسی طرح ہر باطل نظریہ کی تردید فرماتا ہے۔ اور جو بات صحیح ہو اس کی تصدیق بھی فرماتا ہے

اب سنیے! ان باطل نظریوں میں سے یہود کا نظریہ تھا جس کا ذکر یوحنا کی انجیل ۱۸ : ۱۲ (یعنی باب ۱۸ آیت ۱۲) میں ہے "سپاہیوں اور صوبہ دار اور یہودیوں کے پیادوں نے مل کر یسوع کو پکڑا اور اسے باندھا۔ اور پہلے اسے حنان کے پاس لے گئے"۔ پھر ۱۸ : ۲۲ میں ہے "پیادوں میں سے ایک نے جو پاس کھڑا تھا یسوع کو طمانچہ مار کر کہا: تو کاہنِ اعظم کو ایسا جواب دیتا ہے؟"۔

...... اور حنان نے اسے بندھا ہوا قیافا کاہنِ اعظم کے پاس بھیج دیا.......

آگے ۱۸ : ۲۸ میں ہے تب یسوع کو قیافا کے پاس قلعہ میں لے گئے ..... انہوں نے اس سے کہا کہ اگر یہ بدکار نہ ہوتا تو ہم اسے تیرے حوالے نہ کرتے۔ پیلاطس نے ان سے کہا تم اسے لے جاؤ۔ اور اپنی شریعت کے مطابق اس پر فتوے لگاؤ۔ یہودیوں نے اس سے کہا ہم کو روا نہیں کہ کسی کو سزائے موت دیں۔ تب پیلاطس نے یسوع کو لے کر کوڑے لگوائے۔ اور سپاہیوں نے کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا۔ اور اسے ارغوانی پوشاک پہنائی۔ اور اس کے پاس آ آ کر کہنے رہے اے یہودیوں کے بادشاہ! سلام۔ اور انہوں نے اسے طمانچے مارے۔

مگر خدا پاک نے قرآن حکیم میں اس باطل نظریہ کی مختصر الفاظ میں اور بڑی صراحت کے ساتھ تردید فرمائی اِذْ کَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَنْکَ (وہ وقت بھی یاد کرو جب میں نے بنی اسرائیل کے پلید ہاتھوں کو آپ کی معصوم ذات پاک سے روک رکھا تھا۔ تو جب یہود کے پلید ہاتھ آپ کی گرامی ذات تک پہنچ ہی نہیں سکے تو پیادوں کا آپ کو پکڑنا، باندھنا، طمانچے مارنا، کوڑے لگانا، کانٹوں کا تاج بنا کر آپ کے سر پر رکھنا، پھر آپ کو پکڑ کر صلیب پر لٹکانا، پھر آپ کے ہاتھوں اور پاؤں میں کیل ٹھونکنا، پھر سپاہی کا بھالے سے آپ کی پسلی چھیدنا، جس سے آپ کا خون بہ نکلا ہو، پھر صلیب سے آپ کو اتارنا (غرضیکہ تمام قصہ ہی مخترعہ موضوعہ من گھڑت اور جھوٹ کا پلندہ ہوا جس کو مرزائی امت

من گھڑت انجیل کی باتیں صحیح سمجھ کر تسلیم کرتے ہیں۔ مگر قرآن حکیم نے ان تمام بیانات کو چند لفظوں میں رد فرما دیا

پھر دوسرے انداز میں یہود کی صریح غلط بیانی کو نقل فرما کر رد فرمایا کہ وقولهم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول الله یہود اس نظریہ کو بڑے فخر کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا جو مسیح تھا اور اللہ کا پیغمبر تھا (تمہارے زعم میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما قتلوه وما صلبوه حالانکہ درحقیقت یہود نے اس (عیسیٰ بن مریم) کو قتل نہیں کیا (اور یہود جھوٹ بولتے ہیں)

اور مسیحیوں کا عقیدہ باطلہ تھا کہ حضرت یسوع مسیح سولی پہ لٹکائے گئے۔

۲۷: ۳۱ میں ہے اور جب وہ اس پر ٹھٹھا کر چکے تھے تو چغہ کو اتار کر پھر اسی کے کپڑے اُسے پہنائے اور مصلوب کرنے کو لے چلے ...... اور جب انہوں نے اسے مصلوب کیا تو اس کے کپڑوں کو قرعہ ڈال کر بانٹ لیا۔

لوقا ۲۳: ۳۳ میں ہے اور جب وہ اس مقام پر پہنچے جسے کھوپڑی کہتے ہیں تو وہاں اسے (یسوع مسیح) صلیب دی

یوحنا ۱۹: ۱۸ میں ہے اور وہاں اسے صلیب دی

قرآن حکیم نے ان سب من گھڑت قصوں کے رد میں فرمایا وما صلبوه اور ان لوگوں نے حضرت ابن مریم کو صلیب (سولی) پر چڑھایا ہی نہیں ہے چہ جائیکہ صلیب دیتے اور جو کچھ ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے وہ سفید جھوٹ اور افتراء محض ہے۔ ولكن شبه لهم لیکن اصل حقیقت ان پر مشتبہ کر دی گئی ہے۔ اصل واقعہ ان کو کچھ معلوم نہیں ہے۔ وان الذین اختلفوا فیه لفی شك منه یہی وجہ ہے کہ یہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) جو آپ کے بارے میں مختلف باتیں کرتے ہیں وہ دراصل آپ کے متعلق شک میں پڑے ہوئے ہیں؛ ما لهم به من علم الا اتباع الظن اور ان مختلف باتیں کرنے والوں کے پاس کوئی صحیح علم

نہیں ہے سوائے تخمینی باتوں کی پیروی کرنے کے! پھر فرمایا و ما قتلوہ یقیناً ان لوگوں نے عیسٰی علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا

نوٹ ہمارے پیر و مرشد حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ نے ولکن شبہ لہم کا مفہوم اس طرح ادا فرمایا "ان یہود پر یہ بات مشتبہ کی گئی ہے یعنی صلیب وغیرہ والی بات کوئی نہیں ہوئی بلکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے بعد اُن پر جھوٹی بات مشہور کی گئی جس سے لوگوں کو شبہ پڑ گیا کہ شاید اسی طرح ہوا ہوگا! شُبّہ کا صحیح معنے یہی ہے۔ نہ وہ جو لکھتے ہیں کہ حضرت عیسٰیؑ کے مشابہ ایک یہودی تھا اسے قتل کیا گیا (من بلغہ)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت عیسٰی علیہ السلام قتل بھی نہیں ہوئے اور سولی پر بھی انہیں نہیں چڑھایا گیا بلکہ ہاتھ تک نہیں لگا سکے۔ پھر اس جگہ سے ایسے غائب ہوئے کہ کسی کو نظر نہ آئے۔ آخر آپ وہاں سے گئے کہاں؟

تو عیسائیوں نے یہ کہا کہ آپؑ کو آسمان پر زندہ اٹھا لیا گیا چنانچہ

مرقس کی انجیل ۱۶ : ۱۹ میں ہے "اور خداوند یسوع ان سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا۔"

لوقا کی انجیل ۲۴ : ۵۱ میں ہے "اور ایسا ہوا کہ جب وہ ان کو برکت دے رہا تھا تو اُن سے جدا ہو گیا۔ اور آسمان پر اٹھایا گیا۔"

رسولوں کے اعمال ۱ : ۲ میں ہے۔ "شروع سے لے کر اس دن تک جس میں وہ روح القدس سے اپنے ان رسولوں کو جن کو اس نے چن لیا تھا حکم دے کر اوپر اٹھایا گیا"

یوحنا کی انجیل ۱۲ : ۳۲ میں ہے۔ "اور جب میں زمین سے اٹھایا جاؤں گا....."

قرآن حکیم نے عیسائیوں کے اس نظریہ و عقیدہ کی تردید نہیں فرمائی اور یوں نہیں فرمایا ولم یرفعہ اللہ الیہ یا الی السماء (یعنی نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف یا آسمان کی طرف اٹھایا) بلکہ بجائے تردید کرنے کے اس نظریہ کی تصدیق فرمائی کہ اِن

البتہ اتنی بات صحیح ہے جو عیسائی عقیدہ رکھے ہوئے ہیں کہ آپ کو زمین سے آسمان کی طرف اپنی طرف اٹھالیا۔ فرمایا بل رفعه الله اليه قتل وسولی وغیرہ کے قصے تو ہیں غلط بلکہ یہ بات واقعی صحیح ہے کہ آپ کو اللہ عزوجل نے اپنی طرف اٹھا لیا کیونکہ وکان الله عزيزا حكيما اللہ تعالیٰ کو بڑی طاقت ہے ایک انسان کو اوپر اٹھائے جانے میں خدا پاک کا کونسا زور لگتا ہے۔ اور اللہ پاک بڑا حکمت والا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام اور ان کے دشمنوں کے ساتھ جو معاملہ کیا اور آپ کو اپنی طرف اٹھا یا وہی عین مقتضائے حکمت تھا اور وہ حکمتیں تم لوگوں سے مخفی ہیں۔

فائدہ: ایسا نازک موقع جیسے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو پیش آیا اور اس سے بچانے کی خفیہ تدبیر اللہ تعالیٰ نے فرمائی ایسے ہی نازک موقعے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی پیش آئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بچانے کی تدبیریں کیں مگر یہ تدبیر رفع السماء کی مخصوص حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ ہے کیونکہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے رفعه الله اليه نہیں فرمایا بلکہ انجاه الله یا نجینه الله جیسے کلمات ارشاد فرمائے۔ مثلاً

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے فرمایا فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْكِ (پس ہم نے نوح علیہ السلام کو اور ان لوگوں کو جو کشتی میں آپ کے ساتھ سوار تھے طوفان سے نجات دی)

حضرت ہود علیہ السلام کے بارے فرمایا فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا (پس ہم نے اپنی ہی رحمت سے ہود علیہ السلام کو اور ان لوگوں کو جو اُن کے ساتھ تھے بچالیا۔

حضرت صالح علیہ السلام کے بارے فرمایا فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا پس جب ہمارا حکم عذاب کا آپہنچا تو ہم نے صالح علیہ السلام کو اور ان لوگوں کو جو آپ کے ساتھ ایمان لائے تھے محض اپنی رحمت سے نجات دی۔)

حضرت لوط علیہ السلام کے بارے فرمایا فَاَنْجَیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ (پس ہم نے لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو عذاب سے نجات دی۔ مگر ان کی ایک بیوی کہ وہ پیچھے

، جانے والوں میں وہ بھی رہ گئی

حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے فرمایا فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا اور جب ہمارا حکم عذاب کا آپہنچا تو ہم نے محض اپنی مہربانی سے شعیب علیہ السلام کو اور ان لوگوں کو جو اُن کے ساتھ ایمان لائے تھے، بچا لیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے فرمایا فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ پس ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے پاس ان کی باتوں کا اس کے سوا کوئی جواب ہی نہ تھا کہ آپس میں لگے کہنے کہ اس کو مار ڈالو یا اس کو جلادو (چنانچہ آپ کو آگ میں پھینک دیا مگر) خدا نے ان کو آگ سے نجات دی۔ آگ ان کو نہ جلا سکی۔

علیٰ ہذا القیاس دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے بھی اسی طرح ارشاد باری ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئی تو اسلوب کلام بدلا اور بجائے اَنْجَاهُ اللّٰهُ مِنَ الصَّلِيْبِ کے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ فرمایا یعنی اللہ نے آپ کو اپنی طرف اٹھا لیا، اگر عیسائیوں کا وہ عقیدہ جو انھوں نے اپنی انجیلوں میں لکھا پایا تھا کہ یسوع مسیح (عیسیٰ) کو آسمانوں پر اٹھا لیا گیا" غلط ہوتا تو قرآن حکیم نے جیسے دیگر اغلاط کی نشان دہی کی اور صریح الفاظ میں ان کی تردید فرمائی ایسے ہی عیسائیوں کے اس نظریہ وعقیدہ کی بھی تردید بڑی صراحت و وضاحت کے ساتھ فرما دیتا مثلاً یوں ارشاد فرماتا وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَمَا رُفِعَ اِلَى السَّمٰوٰتِ بَلْ اَنْجٰهُ اللّٰهُ مِنَ الصَّلِيْبِ وَهَاجَرَ اِلٰى كَشْمِيْر اور یہ مطلب ہوتا کہ نہ تو یہود نے آپ کو قتل کیا اور نہ ہی آپ کو سولی دی اور نہ ہی آپ کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صلیب سے بچا لیا کہ صلیب پر چڑھنے سے آپ مرے نہیں، زندہ اتار لیے گئے اور پھر صحت یابی کے بعد آپ کشمیر کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے۔

مگر چونکہ تورات و انجیل میں لکھی ہوئی باتوں میں سے یہ ایک بات سچی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا اس لیے مسیحیوں کے اس نظریہ پر بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ

کہہ کر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔

چونکہ مسیحیوں کا بھی عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدہٖ و رُوحِہٖ زندہ آسمان پر صعود فرما گئے ہیں اور جس روز آپؑ کا صعود مسعود ہوا اس دن کو عید صعود کے نام سے عید مناتے تھے اور یہ بات عرب میں بھی مشہور و معروف تھی اس لیے صرف بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ پر ہی اکتفاء کیا گیا جس سے متبادر الی الذہن یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہاں رفع سے مراد رَفْع اِلَی السَّمَاء ہی ہے اور کلام عرب میں مضاف کا حذف کرنا ذائع شائع اور عام اور بکثرت ہے (دیکھو ہدایہ اولین ص) تو رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے معنے رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلٰی سَمَائِهٖ کے ہیں، آسمان کی طرف اٹھا لیا نیز شرح جامی بحث مبنی دیکھو بحر محیط و بحر جامع اندلسی

عربی اور اردو دونوں محاوروں میں اللہ کی طرف اٹھا لینے سے مراد آسمان کی طرف اٹھا لینے کے ہوتے ہیں۔ اور عہد نبوی میں یہ تصور عام تھا کہ جب پوچھا جاتا کہ اللہ کہاں ہے؟ تو جواب دینے والا یہی کہتا تھا فی السماء (آسمان میں) جیسے مشکوٰۃ ص ۲۸۵ میں مؤطا امام مالکؒ و صحیح مسلم کے حوالے سے حدیث ذکر ہے کہ معاویہ بن الحکم کی باندی سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا این اللہ (اللہ کہاں ہے) تو جاریہ (باندی) نے جواب دیا فی السماء (اللہ آسمان میں ہے) پھر دوسرا سوال اپنی رسالت کے بارے کیا تو جاریہ نے جواب دیا آپؐ اللہ کے رسول ہیں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاویہ! اسے آزاد کر دے کیونکہ مؤمنہ ہے

چونکہ عرب کا عام خیال متبادر یہی ہوتا تھا کہ جب ایسے موقع پر سوال ہوتا یا کوئی گفتگو میں ایسی بات کرتا تو فوراً آسمان کی طرف ذہن جاتا اسی الی سمائہ کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ اگر رَفع الی اللہ سے مراد خداوندی نہ ہوتی جس کی طرف انسانی ذہن فوری طور پر منتقل ہوتا ہے تو اس وہم کو رفع کرنے کے لیے ذہن اس متبادر مفہوم سے ہٹ کر صحیح مفہوم کی طرف منتقل ہوتا مثلاً یوں عبارت ہوتی بَلْ اَنْجَاهُ اللّٰهُ مِنَ الصَّلِيْبِ وَرَفَعَهُ مَكَانًا عَلِيًّا یا هَاجَرَ اِلٰی رَبِّهٖ جیسے ابراہیمؑ نے فرمایا تھا اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَيَهْدِيْنِ آگ سے نجات پانے کے بعد فرمایا کہ میں اپنے پروردگار کی طرف چلا جاتا ہوں سو وہ مجھے پہنچا ہی دے گا (منزل مقصود تک)

بلکہ سچ پوچھو کہ اگر مرزائی موقف درست ہوتا تو حضرت عیسیٰ کا واقعہ حضرت ابراہیم ع کے واقعہ القِیْ فِی الْجَحِیْم کے ساتھ پوری مشابہت رکھتا تو جیسے عبارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے آئی ہے ویسی ہی عبارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے آتی کیونکہ حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالا گیا تو بقول جدید و قدیم عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ کو صلیب پر لٹکایا گیا۔ حضرت ابراہیم کو اللہ نے آگ میں سے صحیح سلامت بچا نکالا۔ تو بقول جدید عیسائیوں یعنی مرزائیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر لٹکنے کے بعد زندہ اتار لیے گئے۔ حضرت ابراہیم اس واقعہ کے بعد اپنا وطن عراق چھوڑ کر شام کو چلے جاتے ہیں تو جدید عیسائیوں کے زعم میں عیسیٰ واقعۂ صلیب کے بعد اپنا وطن شام چھوڑ کر کشمیر چلے جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم شام میں باقی زندگی گزار کر وفات پاتے ہیں اور وہیں آپ کی قبر مبارک ہے، تو ان جدید عیسائیوں کے زعم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشمیر میں باقی زندگی گزار کر وہیں وفات پاتے ہیں۔

مگر قرآن و سنت کی روشنی میں کہیں اشارہ تک نہیں ہے کہ حیاتِ ابراہیم و حیاتِ عیسیٰ میں ایک گونہ مشابہت ہے اور نہ ہی عبارت میں تشابہ ہے۔ بلکہ اس کلام الٰہی میں اس اختلافِ بیانِ قصۂ ابراہیم و قصۂ عیسیٰ میں اشارہ ہے بطلانِ و فسادِ زعم مرزائیہ طرف کہ کچھ لوگ آخر زمانہ میں ایسے بھی آئیں گے جو واقعۂ عیسیٰ کو واقعۂ ابراہیم کے مثل بیان کریں گے مگر وہ باطل پر ہوں گے کیونکہ ان دونوں قصوں کی باہم کسی طرح مناسبت نہیں کیونکہ حضرت ابراہیم کو نمرود بادشاہ آگ میں ڈالنا چاہتا تھا اور پھر اس نے آپ کو آخرکار آگ میں ڈال ہی دیا۔ بخلاف حضرت عیسیٰ کے کہ پیلاطس بادشاہ بقولِ انجیل آپ کو سولی دینے کے حق میں نہ تھا۔ اور قرآن پاک نے وضاحت فرمائی کہ آپ کو کسی نے سولی دی بھی نہیں بلکہ کسی ناپاک کے ناپاک ہاتھ آپ کے پاک و معصوم جسدِ اطہر کو چھو بھی نہیں سکے۔ حضرت ابراہیم پھر عراق سے ہجرت کر کے شام میں چلے گئے اور جاتے وقت آپ

نے فرمایا تھا اِنِّی ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّی (ای الی موضع اَمَرَنِی بالذہاب الیہ (مدارک) اِلٰی حَیْثُ اَمَرَنِی بِالْمُهَاجَرَۃِ اِلَیْہِ (کشاف) یعنی اب میں اس طرف جانا چاہتا ہوں جس طرف ہجرت کر کے جانے کا حکم ربی مجھے ملا ہے۔ مگر حضرت عیسیٰؑ نے جاتے وقت ایسے کلمات استعمال نہیں فرمائے۔ بلکہ بقول یوحنا کے کہ آپ تعلیم دیتے وقت فرماتے تھے کہ میں جب زمین سے اٹھایا جاؤں گا..... صاف فرمایا کہ ایک وقت وہ آنے والا ہے جو مجھے وحی کے ذریعے اللہ پاک نے اطلاع دے دی ہے کہ یہ جو مجھے گرفتار کرنے والے میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں یہ ناکام رہیں گے یہ مجھے گرفتار نہ کر سکیں گے ان کے ناپاک ہاتھوں کے چھونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ مجھے زمین سے اٹھا کر آسمان کی طرف لے جائیگا۔

اور قرآن حکیم نے یوحنا کے اس قول کی تردید نہیں فرمائی بلکہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ فرما کر اس قول کی تصدیق و تائید ہی فرمائی۔

اب رہا یہ کہ رفع سے مراد رفع روحانی و رفعت منزلت ہے سو یہ مغالطہ فی المراد ہے اور مردود ہے۔ کیونکہ رفع کے حقیقی اور اصلی معنے جس کے لیے واضع لسانِ عرب نے لفظ رفع کو وضع اور معین کیا ہے وہ ہیں جسم مادی کو اٹھانا۔ چنانچہ امام لغت راغب اصفہانیؒ نے مفردات القرآن میں لکھا ہے الرفع یقال فی الاجسام الموضوعۃ اذا اعلیتھا عن مقرھا یعنی نیچے دھرے ہوئے، رکھے ہوئے، پڑے ہوئے جسم کو اس کی اس جگہ سے اٹھا کر اس کو اوپر کی جگہ رکھدینے کا نام رفع ہے

اور مرتبہ کا بلند کرنا یا ہونا یہ رفع کے حقیقی معنے نہیں ہیں بلکہ مجازی معنے ہیں۔ اور امت مسلمہ کے علماء حق کے ہاں یہ ایک قاعدہ محکمہ مسلمہ ہے کہ لفظ کا حقیقی معنے اگر متعذر یا مہجور نہ ہو بلکہ اس کا استعمال عام ہو تو جب تک اس حقیقی معنے مراد لینے سے کوئی امر مانع نہ ہو، اور کوئی ایسا قرینہ نہ ہو جس کی وجہ سے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنے لینے کی مجبوری ہو تب تو حقیقی معنے ہی مراد لیا جاتا ہے۔ مجازی معنے مراد نہیں لے سکتے۔ اور جس رفع میں ہماری

بحث ہے جس میں حقیقی معنے : تو متعذر رہیں اور نہ مہجور۔ اور یہاں ایسا کوئی قرینہ بھی نہیں جس کو دیکھ کر حقیقی معنے چھوڑا جائے اور مجازی معنے کے لئے مجبوری ہو۔ لہٰذا یہاں رفع کے حقیقی معنے ہی متعین ہیں یعنی زمین پر جو حضرت عیسیٰؑ کا وجود جیسا کہ جسد اطہر چلتا پھرتا تھا اللہ نے اپنی کسی حکمت کے تحت زمین سے اٹھا کر اوپر آسمانوں میں لے جا کر رکھ دیا۔

مقاییس اللغۃ جلد ۲ ص ۳۲۳ میں امام لغت ابن فارس بن زکریا نے لکھا الرفع یدل علیٰ خلاف الوضع ..... وہو خلاف الخفض : صراح ص ۲۵۰ میں ہے الرفع بر داشتن وہو خلاف الوضع : تاج المصادر میں بیہقی نے ص ۱۲۲ میں لکھا الرفع بر داشتن

بحر الکلام ص ۱۳۱ میں علامہ نسفی ؒ نے فرمایا فَمَنْ جَاوَزَ عَنِ الْحَقِیْقَۃِ فَعَلَیْہِ بِالدَّلِیْلِ جو شخص حقیقی معنے چھوڑ کر مجازی معنے مراد لیتا ہے تو اس مجازی معنے مراد لینے کی دلیل اس کے ذمے ہے

شرح عقائد جلالی ص ۲۴۵ میں ہے اَلْحَقُّ اَنْ لَا یُجَاوَزَ عَنِ الظَّوَاہِرِ اِنْ اَمْکَنَ جہاں تک ہو سکے ظاہری معنے چھوڑ کر دوسرے غیر ظاہری معنے نہ اختیار کیے جائیں۔ یہی حق ہے اس کے سوا باطل

شرح عقائد جلالی ج ۱ ص ۳۰ میں ہے اَلنُّصُوْصُ یُحْمَلُ عَلٰی ظَوَاہِرِہَا مَا لَمْ یَنْصَرِفْ صَارِفٌ عَنْہَا جب تک کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کو اپنے ظاہر معنوں پر حمل کیا جائے

مقدمہ نظم الفرائد ص ۸ میں محمد حسن صاحب سنبھلی نے لکھا ہے اِنَّ النُّصُوْصَ تُحْمَلُ عَلٰی ظَوَاہِرِہَا فِیْ کُلِّ مَا کَانَ مُحَافِظًا بِہٖ اِلٰی غَایَۃِ الْاِمْکَانِ جہاں تک ممکن ہو نصوص سے ظاہر معنے مراد لیے جائیں

شرح عقائد جلالی ج ۲ ص ۹۰ میں ہے اَلنَّصُّ یَجِبُ حَمْلُہٗ عَلٰی ظَاہِرِہٖ اِذَا لَمْ یَقُمْ دَلِیْلٌ عَقْلِیٌّ دَالٌّ عَلَی امْتِنَاعِ ظَاہِرِہٖ جب تک کسی عقلی دلیل سے یہ نہ ثابت ہو جائے کہ اس عبارت کے ظاہر معنے محال ہیں یعنی ظاہری معنے کی صحت کی کوئی صورت نہیں تب تک عبارت کو اس کے ظاہر پر ہی حمل کیا جائے

اب "احمد صادق" ص ۱۸۶ میں جو مرزا قادیانی کا قول مستحسن سمجھ کر نقل کیا گیا ہے۔ کہ "الفاظ کے ظاہری معنوں کے پیچھے پڑا رہنا اچھا نہیں" صاف غلط ہو گیا۔

① حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے

ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عقیدہ

نجران کے عیسائی علماء سنہ ۹ھ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مناظرہ کرنے کی غرض سے مدینہ طیبہ میں وارد ہوئے تھے نجرانیوں کی غلط باتوں کے جواب میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کی تردید میں یہ عبارت ارشاد ارشاد فرمائی تھی اللہ پاک تو حیّ لَا یَمُوْتُ زندہ نہ میرندہ ہے اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَبَّنَا حَیٌّ وَّ اَنَّ عِیْسٰی علیہ السلام یَاْتِیْ عَلَیْہِ الْفَنَاءُ کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ ہمارا رب تو زندہ نہ میرندہ ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ہیں ان پر تو (ایک نہ ایک دن) فناء آئے گی۔ اب بتائیے وہ خدا کیونکر ہوئے

مطلب واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک تو زندہ ہیں مگر یہ بات نہیں کہ وہ ابد آلآباد ہمیشہ ہمیشہ زندہ ہی رہیں گے اور ان پر موت وارد ہی نہ ہوگی۔ بلکہ ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ بھی فوت ہو جائیں گے۔ ازلی ابدی زندہ رہنا صرف اللہ پاک کی صفتِ مخصوصہ ہے جس میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔

اگر ان عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ وہ زندہ آسمان پر ہیں غلط ہوتا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو یوں نہ فرماتے یَاْتِیْ عَلَیْہِ الْفَنَاءُ ان پر فناء آئے گی۔ بلکہ یوں فرماتے کہ وہ عیسےٰ تو وفات پا چکے ہیں۔ بلکہ یہ لفظ وَقَدْ مَاتَ تردید الوہیت مسیح میں زیادہ وزنی ہے۔ اور یاتی علیہ الفناء میں اتنا زور نہیں۔ اور وہ موقع مناظرہ کا تھا اس میں ایسے جواب کی ضرورت تھی۔ تو اس موقع پر آپ کا فرمانا یاتی علیہ الفناء صریح دلیل حیات عیسٰی کی ہے

بزار نے بھی فرمانِ نبی سے نزولِ عیسیٰ ثابت کیا ینزل عیسی بن مریم مصدقا لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلی ملتہ فیقتل الدجال

حیات حضرت عیسیٰؑ کے بارے عہد نبوی میں موجود عیسائیوں کا عقیدہ

ڈی بنسن DEBENSON نے "اسلام یا حقیقی مسیحیت" ص ۱۴۳ میں حاشیہ لکھا اس میں قدیم مسیحی فرقوں کے متعدد نام گنائے جو رفع سماوی کے قائل تھے اسی طرح سیل نے بھی قرآن پاک کے انگریزی ترجمہ کے حاشیہ میں ان کے نام گنائے مفسر ابن زید نے ویکلم الناس فی المہد وکھلا کی تفسیر میں فرمایا رفعہ اللہ الیہ قبل ان یکون کھلا قال وینزل کھلا یعنی اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو کہولیت (ادھیڑ عمر) کا زمانہ پانے سے پہلے ہی اپنے (آسمان کی) طرف اٹھا لیا اور پھر اترنے کے بعد کہولت کے زمانہ کو پہنچیں گے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ درباره حیات عیسیٰ علیہ السلام

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اہلِ لسان تھے۔ عربی ان کی مادری پدری زبان تھی فصاحت وبلاغت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ وہ قرآنِ حکیم کے اولین مخاطب تھے۔ وہ قرآن پاک کے مزاج شناس تھے۔ اور آں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم ومزکی کے ان میں تشریف فرما تھے۔ اگر ذرا سا شک ہو جاتا یا قرآن پاک کی کسی آیت یا کسی فقرہ کے سمجھنے میں ذرا سی الجھن بھی پڑ جاتی تو بلا جھجک کے براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتے اور اپنی الجھن اور شک کا ازالہ کر لیتے۔ اسی لیے علماء کرام نے اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ قرآن حکیم کی آیت یا فقرہ کی جو تفسیر صحابی رضؓ بیان کرے اور اس تفسیر کی نسبت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ کرے تب بھی وہ مرفوع کے حکم میں ہے یعنی یہی سمجھیں گے کہ تفسیر خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے گو صحابیؓ نے اختصار کرتے ہوئے آپؐ کا نام نہیں لیا۔ کیونکہ حسب ارشاد باری تعالیٰ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ تفسیر کرنے کا حق صرف پیغمبر کو ہے اور کسی دوسرے کو اپنی رائے سے تفسیر کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

کیونکہ اپنی رائے سے تفسیر کرنے والا اس وعید کے تحت آجاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِالرَّأْيِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ قرآن مجید کی تفسیر کرنا اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانا ہے

اب اس آیت زیر بحث میں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھ کر سنائی تھی تو اس آیت کا مطلب صحابہ کرامؓ کیا سمجھے جو مطلب انہوں نے سمجھا وہی ہمارے لیے حجت ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ بل رفعہ اللہ الیہ سے صحابہ کرام رض نے رفع جسمانی سمجھا یا رفع روحانی یا رفعت منزلت و بلندی درجات

اب ہم چاہتے ہیں کہ یہاں چند احادیث بیان کر دی جائیں جن سے ثابت ہو سکے کہ صحابہ کرام کا کیا موقف تھا

(۲) امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں ج ۲ ص ۴۹ پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور نزول فرمائیں گے الخ اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (نزول فرع ہے رفع کی۔ نیلوی)

(۳) پھر نواسؓ بن سمعان کلابی کی روایت ص ۵۰ ج ۲ میں نقل کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شرقی دمشق میں سفید مینار پر دو رنگین کپڑوں میں ملبوس اتریں گے۔ اور کہا یہ حدیث غریب حسن صحیح ہے (جب تک رفع نہ ہوگا نزول کیسے؟ پس رفع بھی ثابت ہوا)

(۴) پھر ص ۵۱ میں مجمعؓ بن جاریہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ علاقہ شام میں لُدّ کے مقام پر عیسیٰ بن مریم دجال کو قتل کریں گے اور کہا یہ حدیث صحیح ہے اور کہا اس بارے میں عمران بن حصین، نافع بن عتبہ، ابو برزہ، حذیفہ بن اسید، ابو ہریرہ، کیسان، عثمان بن ابی العاص، جابر، ابو امامہ، ابن مسعود، عبد اللہ بن عمرو، سمرۃ بن جندب، نواس بن سمعان، عمرو بن عوف، حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم سے

بھی روایات ہیں۔ اور مجمعؓ بن جاریہ کو بھی ساتھ ملا لیں۔ اور ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن
عباس رضؓ کو ملا لیں جن کے بارے مرزا قادیانی نے اپنی مشہور کتاب ازالہ اوہام
میں لکھا ہے کہ آپؓ (حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ) بوجۂ دعا نبوی قرآن کو سب سے اچھا سمجھتے
تھے۔ یہ بھی حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے قائل تھے اور آپؑ کے رفع جسمانی کے قائل تھے۔

(۵) چنانچہ مفسر ابن کثیرؒ اپنی تفسیر ج ۳ ص ۲۲۸ میں محدث سعید بن منصورؒ نسائیؒ ابن
ابی حاتمؒ ابن مردویہ کے حوالوں سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل فرمائی لما اراد الله
ان یرفع عیسیٰ علیہ السلام الی السماء خرج الی اصحابہ وفی البیت اثنا عشر رجلا
من الحواریین فخرج علیہم من عین من البیت وراسہ یقطر ماءً فقال..... ورفع
عیسیٰ من روزنۃ فی البیت الی السماء (یعنی جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان
کی طرف اٹھالے جانے کا تو آپؑ اپنے اصحاب کے پاس تشریف لانے لگے جو بارہ حواری
تھے۔ جب آپ اس مکان کے ایک مقام سے نکلے تو آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے
ٹپک رہے تھے...... تو عیسیٰ علیہ السلام کو اس مکان کے ایک روزن میں سے نکال کر
آسمان کی طرف اٹھایا گیا) یہ روایت لکھ کر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ روایت صحیح ہے۔ اس
کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں (اس میں رفع الی السماء کی صراحت ہے۔ نیلوی)

اسی طرح روح المعانی ج ۱ ص ۵۹۵ میں علامہ آلوسیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے
روایت نقل کی ہے فرفعہ جبرائیل علیہ السلام من الکوۃ الی السماء یعنی حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت جبرائیلؑ روزن سے نکال کر آسمان کی طرف اٹھالے گئے
اسی روح المعانی کی ج ۲ ص ۲۱۰ میں حضرت ابن عباس رضؓ کی ایک اور روایت لکھی ہے
فرفعہ منہ الی السماء یعنی جبرائیلؑ آپؑ کو مکان میں لے جا کر روزن سے نکال کر
آسمان کی طرف اٹھالے گئے (ابن عباسؓ کی اس روایت میں بھی رفع الی السماء کی تصریح ہے)
تفسیر السراج المنیر میں نسائی و ابن مردویہ کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی

یہ روایت نقل کی ہے فاجتمعت الیھود علیٰ قتلہ فاخبرہ اللہ بانہ یرفعہ الی السماء ویطھرہ من الیھود یعنی تمام یہودیوں نے آپؑ کے قتل کرنے پر اتفاق کرلیا، تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو خبر دے دی کہ اللہ تعالیٰ آپؑ کو آسمان کی طرف اٹھائے گا اور یہود کے شر سے آپؑ کو پاک فرمائے گا (ابن عباسؓ کی اس روایت میں بھی رفع الی السماء کی تصریح ہے)

نوٹ :- سائل کا مطالبہ تھا کہ احادیث مبارکہ سے ثابت کیا جائے حضرت عیسیٰ کا زندہ آسمان پر جانا اور اترنا سو یہ دونوں باتیں روز روشن کی طرح ثابت ہوگئیں خصوصاً حضرت ابن عباسؓ سے جو آپ کے مرزا کے نزدیک بھی قرآن کو سب سے اچھا سمجھتے تھے اگر حضرت ابو ہریرہ رضؓ نے بقول مرزا غباوت کی وجہ سے آیت کا مطلب غلط سمجھا تھا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ چپ نہ رہ سکتے تھے کہ انہیں کتابِ حق کے وعید کا پوری طرح علم تھا۔ مگر کوئی روایت ایسی نہیں ملتی جس میں یہ ہو کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابو ہریرہ رضؓ کی بیان کردہ تفسیرِ آیت قرآنیہ پر تنقید کی ہو۔ اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ حضرت ابن عباسؓ کو یہ تفسیر مسلم تھی۔ اور جس قدر صحابہ کرام رضؓ نزولِ عیسیٰؑ کی روایتیں بیان کرتے رہے ہیں وہ سب قرآن دان تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ یہ احادیث قرآن حکیم کے خلاف نہیں بلکہ تفسیر ہیں، اور جو تشریح مرزا قادیانی نے تیرہ سو سال کے بعد کی ہے یہ کسی صحابیؓ سے منقول نہیں ہے۔

تنبیہ : ہم سے تو مطالبہ ہوتا ہے کہ تم کوئی ایسی حدیث دکھاؤ جس میں بجسد عنصری حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر صعود اور آسمان سے نزول مذکور ہو۔ کیا ہم مطالبہ نہیں کر سکتے ہیں کہ تم بھی کوئی ایسی حدیث دکھاؤ جس میں یہ ذکر ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی تو دیئے گئے تھے مگر سولی پر مرے نہ تھے ان کو نیم مُردہ حالت میں سولی سے اتار لیا گیا تھا پھر علاج کے بعد اچھے ہو کر کشمیر چلے گئے تھے۔ بتائیے اور منہ مانگا انعام لیجیے؟

(۹) حضرت عمرؓ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال کا قاتل عیسےٰ بن مریم ہے۔ تو اس کا قاتل نہیں۔ رواہ احمد عن جابرؓ (کنز العمال ج ۵، ص ۲۰۲)

(۷) کنز العمال ج ۷، ص ۲۶۰، حدیث نمبر ۲۹۹ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسےٰ بن مریم کے ہاتھ سے دجال کو قتل کرے گا

(۸) مسند احمد و ابن ابی شیبہ کے مصنف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فینزل عیسٰے فیقتل الدجال عیسٰےؑ اتر کر دجال کو قتل کریں گے۔

(۹) عبداللہ بن مسعودؓ سے سنن ابن ماجہ میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں معراج کی رات ابراہیم و موسٰی و عیسٰیؑ سے ملا اور قیامت کے متعلق ذکر کیا۔ پہلے ابراہیمؑ سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا لاعلم لی۔ پھر موسےؑ سے پوچھا۔ انہوں نے بھی فرمایا لاعلم لی پھر عیسٰےؑ سے پوچھا۔ انہوں نے کہا اصل علم تو خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ مگر میرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ جب دجال نکلے گا تو میں نازل ہوں گا اور اس کو قتل کر دوں گا

(۱۰) عبداللہ بن عمرؓ سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ مسیح بن مریم اتریں گے۔ جب آپ کو دجال دیکھ لیگا تو چربی کی طرح پگھلنا شروع ہو جائیگا۔ پھر مسیح بن مریم اس دجال کو قتل کر دیں گے۔

(۱۱) عبداللہ بن سلامؓ کی روایت درمنثور ج ۲ ص ۲۴۵ میں بحوالہ تاریخ بخاری نقل ہے کہ حضرت عیسےٰؑ دفن ہوں گے حضرت رسول کریمؐ و ابو بکرؓ و عمرؓ کے ساتھ تو وہ چوتھی قبر ہوگی

عبداللہ بن عباسؓ کی روایت درمنثور ج ۲ ص ۳۶ میں ابن عساکر و اسحٰق بن بشر کے حوالہ سے نقل ہے کہ یا عیسٰی انی متوفیک و رافعک الیّ کے معنے ہیں انی رافعک ثم متوفیک (ممیتک) فی آخر الزمان پہلے میں تجھے اٹھا لے جاؤں گا پھر آخر زمانہ میں قرب قیامت کے وقت تجھے وفات دوں گا۔

طبقات کبریٰ ج ۱ ص ۲۶ میں ابن عباسؓ کی روایت ہے ان اللہ رفعہ بجسدہ

وانہ حیّ الاٰن وسیرجع الی الدنیا فیکون ملکًا ثم یموت کما یموت الناس، اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو اٹھایا اور ابھی وہ زندہ ہیں اور پھر دنیا کی طرف واپس آکر سلطنت کریں گے پھر اور لوگوں کی طرح وفات پائیں گے

جلالین ص ۵۰ و مجمع البحار ج ۳ ص ۵۳۴ تنویر المقباس ص ۰ رازی ج ۲ ص ۴۶۵ مدارک ص خازن ص وغیرہ مثلاً اتقان و ابن کثیر و معالم التنزیل و فتح القدیر۔

قتادہ، ضحاک، فراء اور ایک جماعت بھی آیت میں تقدیم تاخیر کے قائل ہیں

(۱۲) عبداللہ بن مغفل کی روایت بحوالہ طبرانی کنز العمال ج ۷ ص ۱۹۹ حدیث نمبر ۲۰۹۳ میں نقل ہے ینزل عیسی بن مریم مصدقا بملۃ محمد حضرت عیسیٰؑ نازل ہوں گے ملت محمدیہ کی تصدیق کریں گے

(۱۳) عبداللہ بن عاصؓ کی روایت تاریخ ابن عساکر میں ذکر ہے فیصلی امیر المؤمنین بالناس وعیسیٰ خلفہ امیر المؤمنین لوگوں کو نماز پڑھائیں گے اور ان کی اقتدا میں حضرت عیسیٰؑ نماز پڑھیں گے

(۱۴) ابو سعیدؓ کی روایت ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ذکر کی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ینزل عیسی بن مریم حضرت عیسیٰؑ نزول فرمائیں گے۔ امیر مہدی کہیں گے آئیے ہمیں نماز پڑھائیے وہ انکار کریں گے فرمائیں گے بعض تمہارے بعض کے امام ہیں۔

(۱۵) نواس بن سمعانؓ کی روایت مسلم ج ۲ ص ۴۰۱ و ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۶۵ میں ذکر ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فیبعث اللہ المسیح بن مریم فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق کہ حضرت عیسیٰؑ جامع دمشق کے شرقی سفید منارہ پر اتریں گے۔

(۱۶) ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی روایت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ تفسیر عزیزی پارہ عمّ ص ۲۲۵ میں نقل کرتے ہیں کہ آپؐ بیت المقدس کو تشریف لے گئیں اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھ کر فارغ ہوئیں تو مسجد سے نکل کر طور زیتا پر تشریف لے

گئیں وہاں بھی نماز پڑھی پھر اس پہاڑ کے کنارے پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ یہ وہی پہاڑ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ یہاں سے آسمان پر تشریف لے گئے تھے۔

(۱۷) امامۃ الباہلی رض کی روایت سنن ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال ونزول عیسیٰ علیہ السلام وکنز العمال ج ۷، ص ۱۹۲ میں ذکر ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سنایا اور فرمایا کہ حضرت عیسیٰ ع نازل ہوں گے اور مسلمانوں کا امام ان کو کہیگا کہ آپؑ اللہ کے رسول ہیں آپ نماز پڑھائیں مگر آپؑ امام کے پیچھے ہی نماز پڑھیں گے۔

(۱۸) جابر بن عبداللہ رض کی روایت کنز العمال ج ۷، ص ۲۰۲ میں نقل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ینزل عیسی ابن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امیر تکرمۃ لہذہ الامۃ حضرت عیسیٰؑ نازل ہوں گے۔ اور مسلمانوں کا امیر کہیگا کہ آپؑ نماز پڑھائیں تو آپؑ فرمائیں گے کہ نہیں تم سب ایک دوسرے کے امیر ہو یہ اس امت کی بزرگی ہے۔

(۱۹) حذیفۃ بن سعید غفاری کی روایت مسلم ج ۲ ص ۳۹۳ وکنز العمال ج ۷ ص ۱۸۵ میں نقل ہے کہ ہم کئی صحابہ قیامت کے بارہ میں ذکر کر رہے تھے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر ظاہر ہوئے اور پوچھا کہ کیا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کی کہ قیامت کا۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک یہ دس نشان نہ دیکھو تب تک قیامت نہ آئے گی وہ یہ ہیں دھواں۔ دجال۔ دابۃ الارض۔ سورج کا مغرب سے نکلنا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا الخ

(۲۰) اوس بن اوسؓ اور

(۲۱) کیسانؓ کی روایتیں کنز العمال ج ۷، ص ۲۰۲، ۲۰۳ میں نقل ہیں کہ ینزل عیسیٰ بن مریم عند المنارۃ البیضاء دمشق دمشق کی جامع کے سفید منار کے پاس حضرت عیسےٰ بن مریم نزول فرمائیں گے

(۲۲) سمرۃ بن جندب رض کی روایت مسند بزار ومعجم طبرانی میں ذکر ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اترکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق فرمائیں گے
اور دجال کو قتل کریں۔ پھر اس کے بعد قیامت قائم ہوگی۔

(۲۳) واثلہؓ کی روایت مستدرک حاکم و معجم طبرانی میں ذکر ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک دس نشان نہ ہو جائیں گے تب تک قیامت قائم نہ ہوگی۔ مشرق میں زمین کا دھنسنا۔ مغرب میں زمین کا دھنسنا۔ جزیرۂ عرب میں زمین کا دھنسنا۔ دجال عیسےٰؑ کا اترنا۔ یاجوج ماجوج الخ

(۲۴) حذیفہ بن الیمانؓ کی روایت کنز العمال ج ۷ ص ۸۵ میں بحوالہ ابن جریر نقل ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے نشانوں میں سے پہلے نشان دجال ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا اترنا۔

(۲۵) انس بن مالکؓ کی روایت کنز العمال ج ۷ ص ۲۰۲ میں دیلمی کے حوالہ سے نقل ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا طعام لوبیا تھا جب کہ آپؑ کو اٹھا لیا گیا اور آپؑ نے آگ کی پکی ہوئی چیز نہیں کھائی حتے کہ آپؑ کو اٹھا لیا گیا۔

(۲۶) ابو شریحہؓ کی روایت کنز العمال ج ۷ ص ۱۸۵ میں ابن عساکر، طبرانی اور بغوی کے حوالے سے نقل ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس نشان قیام قیامت سے پہلے ظاہر ہوں گے ایک مغرب میں خسف دوسرا مشرق میں تیسرا جزیرۂ عرب میں اور دسواں اور عیسٰی بن مریم کا نزول

(۲۷) ثوبانؓ کی روایت کنز العمال ج ۷ ص ۲۰۲ میں نقل ہے عصابۃ تکون مع عیسےٰ بن مریم ایک (معتدبہ) جماعت ہوگی آپؑ کے ساتھ

(۲۸) مجمع بن جاریہؓ کی روایت کنز العمال ج ۷ ص ۲۰۲ مرقاۃ ج ۵ ص ۱۹۸ میں نقل ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عیسٰی بن مریم لد مقام کے دروازہ پر دجال کو قتل کریں گے۔

(۲۹) عروۃ بن رویم رض کی روایت کنز العمال ج ۷، ص ۲۰۲ میں حکیم ترمذی کے حوالہ سے نقل ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کی بہتری اول آخر میں ہے کہ ابتدا میں ان کے اندر رسول خدا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور اخیر میں بھی ان کے اندر رسولِ خدا عیسیٰ بن مریم ع ہوگا

(۳۰) یحییٰ بن عبد الرحمٰن ثقفی رض کی روایت درمنثور ج ۲ ص ۲۵ میں بحوالہ ابن ابی حاتم نقل ہے کہ حضرت عیسیٰ ع کا نام مسیح اس لیے ہے کہ وہ سیاحت کرتے تھے شام کو ایک جگہ ہوتے تو صبح کو دوسری جگہ ہوتے اور اِنَّهُ لَمْ يَتَزَوَّجْ حَتّٰى رُفِعَ اور آپ نے شادی نہ کی تھی حتیٰ کہ آپ کو اٹھا لیا گیا۔

(۳۱) حاطب بن ابی بلتعہ کی روایت الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۲ میں بیہقی کے حوالہ سے نقل ہے اِنَّ اللّٰهَ رَفَعَ عِيسٰى فِي السَّمَاءِ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ ع کو اٹھا کر آسمان میں پہنچا دیا۔

(۳۲) سفینہ رض مولیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روایت درمنثور ج ۵ ص ۳۵۴ میں بحوالہ ابن ابی شیبہ نقل ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَيَنْزِلُ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقْتُلُهُ ای الدجال عِنْدَ عَقَبَةِ اَفِيْقَ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے پھر افیق گھاٹی کے پاس دجال کو قتل کریں گے۔

(۳۳) عبد الرحمٰن بن سمرہ رض کی روایت نوادر الاصول میں حکیم ابو عبد اللہ ترمذی نے بیان کی ہے کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ ابن مریم ع ضرور میرے خلفا میں سے خلیفہ ہوگا۔

(۳۴) ابوبکر بن ابی شیبہ حضرت عائشہ رض سے فرمانِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نقل کرتے ہیں کہ ینزل عیسٰی فیقتل الدجال عیسیٰ ع اتر کر دجال کو قتل کریں گے۔

سیوطیؒ نے جامع صغیر ۲: ص ۲۰۵ میں بحوالہ معجم طبرانی حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یَنْزِلُ عِیْسٰی بْنُ مَرْیَمَ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَیْضَاءِ شَرْقِیَّ دِمَشْقَ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق شرقی کے سفید منارہ کے پاس اتریں گے

(۳۵) شہر کا اپنا مذہب بھی یہی تھا اور شہر نے یہ معنے حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کیے دیکھو در منثور ۲: ۲۴۱ بحوالہ ابن المنذر رحمہ اللہ

تابعین رحمہم اللہ کا عقیدہ درباره حیاۃ عیسٰی علیہ السلام

(۳۶) محمد بن حنفیہ رح کی روایت در منثور ج ۲ ص ۲۴۱ میں عبد اللہ بن حمید و ابن منذر کے حوالے سے شہر بن حوشب سے نقل ہے کہ وان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا إنَّ عِیسٰی لَمْ یَمُتْ وَإِنَّہٗ رُفِعَ إِلَی السَّمَاءِ وَھُوَ نَازِلٌ قَبْلَ أَنْ تَقُوْمَ السَّاعَۃُ عیسٰی علیہ السلام نہیں مرے اور وہ زندہ اٹھائے گئے آسمان کی طرف اور وہی اتریں گے قیامت سے پہلے پہلے۔

(۳۷) حسن بصریؒ کی روایت فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۸۱، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۵۲ و در منثور ج ۲ ص ۲۴۱ میں ابن جریر کے حوالے سے نقل ہے کہ وَإِنْ مِّنْ أَھْلِ الْکِتٰبِ إِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا أَیْ قَبْلَ مَوْتِ عِیْسٰی وَاللّٰہِ إِنَّہٗ حَیٌّ الْآنَ عِنْدَ اللّٰہِ وَلٰکِنْ إِذَا نَزَلَ اٰمَنَ بِہٖ أَجْمَعُوْنَ یعنی قَبْلَ مَوْتِہٖ میں ضمیر عیسٰیؑ کی طرف راجع ہے۔ خدا کی قسم یقیناً آپؑ اس وقت اللہ کے پاس زندہ ہیں لیکن جب آپؑ اتریں گے تو سب لوگ آپؑ پر ایمان لائیں گے۔

(۳۸) کعب الاحبارؓ کی روایت عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۵۳ میں بحوالہ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم نقل ہے فَیَتَحَیَّرُ إِمَامُ الْمُسْلِمِیْنَ الْمَھْدِیُّ فَیَقُوْلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ تَقَدَّمْ امام مہدی واپس آئیں گے تو حضرت عیسٰی بن مریمؑ فرمائیں گے نماز پڑھانے کیلئے تم ہی آگے بڑھو

(۳۹) ربیع بن انس کی روایت در منثور ج ۲ ص ۳، کبیر ج ۲ ص ۳۹۳ و ابو السعود ج ۲ ص ۵۸ میں ابن جریر و ابن ابی حاتم کے حوالے سے نقل ہے کہ نصاریٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عیسٰی بن مریم کے بارے بحث کرنے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَبَّنَا حَیٌّ لَا یَمُوْتُ وَأَنَّ عِیْسٰی یَأْتِیْ عَلَیْہِ الْفَنَاءُ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ ہمارا رب زندہ ہے میرندہ ہے یعنی اللہ کو موت نہیں ہے اور حضرت عیسٰیؑ پر موت آئے گی

(۴۰) حوشب بن معنشیؒ کی روایت درمنثور ج ۲ ص ۳۶ میں بحوالہ مستدرک نقل ہے کہ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِعِیْسٰی یَعْنِیْ رُفِعَ اِلَی السَّمَاءِ یعنی جس رات عیسیٰؑ کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا

(۴۱) قتادہؒ کی روایت درمنثور ج ۲ ص ۲۳۸ میں بحوالہ ابن جریر نقل ہے کہ رفعہ اللہ الیہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسےٰؑ کو اپنی طرف اٹھالیا

(۴۲) مجاہدؒ کی روایت درمنثور ج ۲ ص ۲۳۸ میں بحوالہ عبد بن حمید و ابن جریر و ابن منذر نقل ہے رَفَعَ اللّٰہُ عِیْسٰی اِلَیْہِ حَیًّا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف زندہ اٹھالیا

(۴۳) عکرمہ، ابومالک، ابوالعالیہ، ضحاک سب کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰؑ کا نزول قیامت کا نشان ہے

(۴۴) وہب بن منبہ کی روایت درمنثور ج ۱ ص ۳۶ میں بحوالہ ابن عساکر و حاکم نقل ہے کہ عیسےٰ کو زندہ اٹھایا گیا

(۴۵) عطاء بن ابی رباح کی روایت تفسیر فتوحات الٰہیہ ج ۱ ص ۵۳۵ میں نقل ہے کہ اِذَا نَزَلَ عِیْسٰی اِلَی الْاَرْضِ لَا یَبْقٰی یَہُوْدِیٌّ وَلَا نَصْرَانِیٌّ اِلَّا اٰمَنَ بِعِیْسٰی جب عیسیٰؑ زمین پر اتریں گے تو یہود و نصاریٰ سب حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آئیں گے۔

(۴۶) جعفر صادق اپنے والد محمد باقر سے وہ اپنے والد زین العابدین سے وہ اپنے والد حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ امت کیونکر ہلاکت ہو سکتی ہے جس کے اوّل میں ہوں اور درمیان میں مہدی ہو اور آخر میں مسیح علیہ السلام ہوں۔

(۴۷) درمنثور ج ۲ ص ۲۴۱ میں بحوالہ عبد بن حمید و ابن المنذر شہر بن حوشب کے واسطے محمد بن علی بن ابی طالب رحمۃ اللہ کی تفسیر آیت وَاِنْ مِّنْ اَہْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ یوں طور بیان ہے لَیْسَ مِنْ اَہْلِ الْکِتٰبِ اَحَدٌ اِلَّا اَتَتْہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ یَضْرِبُوْنَ وَجْہَہٗ وَدُبُرَہٗ ثُمَّ یُقَالُ یَا عَدُوَّ اللّٰہِ اِنَّ عِیْسٰی رُوْحُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ کَذَبْتَ عَلَی اللّٰہِ وَ

زعمت انّه الله۔ انّ عیسٰی لم یمت وانّه رفع الی السماء وھو نازل قبل یوم القیمۃ ان تقوم الساعۃ فلا یبقی یھودی ولا نصرانی الّا اٰمن بہ مرتے وقت ہر کتابی کے چہرے اور دبر پر فرشتے مارتے ہیں پھر کہتے ہیں اے عدو اللہ! حضرت عیسٰیؑ تو روح اللہ وکلمۃ اللہ ہے اور تو نے اسے جھوٹ موٹ اللہ سمجھا۔ عیسٰیؑ فوت نہیں ہوئے اور وہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور قیام قیامت سے پہلے اتریں گے پھر یہودی اور نصرانی سب کے سب اس پہ ایمان لائیں گے۔

(۴۹) روح المعانی ج ۳ ص ۱۹۴ رازی ج ۲ ص ۶۷۷ وقرطبی ج ۴ ص ۹۰ میں ابن جریر مفسر کے حوالے سے سعید بن المسیب و زید بن اسلم کا مذہب بسند صحیح نقل ہے کہ ۳۳ سال کی عمر میں حضرت عیسٰیؑ کو رفع الی السماء آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور پھر سینزل الی الارض زمین کی طرف اتریں گے اور ۴۴ سال زندہ رہیں گے

تبع تابعین رحمہم اللہ کا عقیدہ دربارہ حیاۃ عیسٰی علیہ السلام

(۵۰) حسین بن الفضلؒ کی روایت تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۴۳ وکبیر ج ۲ ص ۴۵۶ و فتح البیان ج ۲ ص ۴۳ میں منقول ہے کہ عیسٰیؑ کا کہولت (ادھیڑ عمر) میں باتیں کرنا اس وقت ہوگا بعد ان ینزل من السماء فی اٰخر الزمان جب آخر زمانہ میں آپؑ آسمان سے اترآئیں گے!

(۵۱) عبدالرزاق (صاحب مصنف، تلمیذ امام اعظم ابو حنیفہ رح) کا بیان جو قتادہ سے وانّہ لعلم للساعۃ کی تفسیر میں لکھا ہے درمنثور ج ۶ ص ۲۰ میں نقل ہے کہ عیسٰیؑ کا نزول قیامت کا نشان ہے وانّہ لعلم للساعۃ قال نزول عیسٰیؑ

محدثین رحمہم اللہ کا عقیدہ دربارہ حیاۃ عیسٰی علیہ السلام

(۵۲) امام بخاریؒ نے کتاب ذکر الانبیاء ج ۱ ص ۴۹۰ در صحیح بخاری نزول عیسٰیؑ کا باب

منعقد کیا ابوہریرہ رضہ سے روایت لائے جس میں ہے ینزل فیکو ابن مریو اور درمنثور ج ۲ ص ۲۴۵ میں تاریخ بخاری کے حوالہ سے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا نقل کیا کہ عیسےٰ اس مقبرہ میں دفن ہوں گے جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما مدفون ہیں۔ (اس سے بخاری کا مذہب معلوم ہوگیا کہ عیسیٰ زندہ ہیں)

(۵۳) امام حافظ ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری نے اپنی صحیح ج ۲ ص ۴۰۳ میں کہا دجال نکلیگا ... پھر اللہ تعالیٰ عیسےٰ بن مریم کو بھیجیگا وہ ایسے ہیں جیسے عروۃ بن مسعود اور اسی طرح آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو شب معراج میں دیکھا، جیسے صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۵، ۹۶ میں ذکر ہے

(۵۴) امام ترمذیؒ نے بھی نواسؓ سے نزول عیسیٰ کی روایت جامع ترمذی ج ۲ ص ۴۷ میں لکھی

(۵۵) ابوداؤد (سلیمان بن اشعث سجستانی نے اپنی سنن ج ۲ ص ۲۴۶ میں کہا وانہٗ نازل

(۵۶) نسائی (ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب) نے سنن نسائی کتاب الجہاد ص ۴۹۶ میں ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو جماعتیں میری امت میں ہوں گی آگ دوزخ سے دور۔ ایک ہند میں جہاد کرے گی اور دوسری عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ہوگی۔

(۵۷) ابن ماجہ قزوینی نے اپنی سنن ج ۲ ص ۲۶۵ میں نزول ابن مریم کا ذکر کیا

(۵۸) ابوداؤد طیالسی نے بھی اپنی مسند میں کہا کہ دجال کو صرف عیسیٰ بن مریم ہی اتر کر گرفت میں لاسکیں گے نیز دیکھو کنز العمال ج ۷ ص ۲۰۲۔

(۵۹-۶۳) ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و عبد بن حمید و سعید بن منصور و طبرانی ان تمام محدثین کا قول درمنثور ج ۶ ص ۲۰ میں منقول ہے کہ ابن عباسؓ سے اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ کی تفسیر نزول عیسیٰ کے ساتھ ثابت ہے (التفسیر بالرای حرام ہے اگر حضورؐ سے سنتے تو تفسیر کرتے

(۶۴) ابونعیم نے بھی ابن مسعود رضہ سے نزول عیسیٰؑ کی حدیث نقل کی

(۶۶) اسحٰق بن بشیر اور ابن عساکر نے بھی لکھا عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعند ذلک ینزل اخی عیسےٰ بن مریم من السماء میرے بھائی عیسےٰ بن مریم اس وقت آسمان سے اتریں گے دیکھو کنز العمال ج ۷، ص ۲۶۸۔

(۶۷) ابن حبان بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنداً بیان کرتے ہیں کہ عیسٰی علیہ السلام اتریں گے پھر امیر المؤمنین کہیں گے کہ آئیے نماز پڑھائیے تو آپ فرمائیں گے بعض تمہارے بعض کے امام ہیں اس امت کو فضیلت ہے۔ دیکھو اسعاف الراغبین بر حاشیہ مشارق الانوار مطبوعہ مصر ص ۱۲۳)

(۶۸) ابو عبداللہ محمد الحاکم صاحب مستدرک نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی جس میں ہے لیھبطن عیسی بن مریم اماما مقسطا عادل امام عیسیٰ ابن مریم اتریں گے۔ دیکھو عون المعبود شرح ابی داؤد ج ۴ ص ۲۰۵

(۶۹) ابن جوزیؒ نے کتاب الوفا میں فرمانِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیا کہ ینزل عیسےٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد له ویمکث خمسا واربعین سنة عیسیٰؑ زمین کی طرف اتریں گے پھر شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور ۴۵ برس رہیں گے پھر فوت ہوں گے اور مدینہ میں مدفون ہوں گے (اور ۴۰ کی روایت میں کسر حذف ہے)

(۷۰) دیلمی نے بھی حضرت انس رضؓ سے رفع عیسیٰؑ ثابت کیا دیکھو کنز العمال ج ۷ ص ۱۳۶

(۷۱) بیہقی نے بھی کتاب الاسماء والصفات ص ۳۰۱ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ مبارک سے آسمان سے نزول ابن مریمؑ ثابت کیا کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم

(۷۲) احمد بن علی ابو یعلیٰ نے بھی ابو ہریرہ سے فرمانِ نبیؐ ثابت کیا ہے لَیُدْرِکَنَّ رِجَالٌ مِنْ اُمَّتِیْ عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ وَیَشْهَدُوْنَ قِتَالَ الدَّجَّالِ میری امت کے مرد عیسیٰ بن مریم کو ضرور پائیں گے اور دجال کے ساتھ لڑائی کرنے کو حاضر ہوں گے۔

(۴۳) محدث رزین رحؒ کی روایت صاحب مشکوٰۃ نے باب ثواب ہٰذہ الامۃ میں ص۵۸۴ میں نقل کی ہے جو امام جعفر صادق سے گذر چکی ہے

مفسرین رحمہم اللہ کا عقیدہ دربارۂ حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام

(۴۴) ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے اپنی تفسیر ج۱۰ ص۴۲، و ج۲۸ ص۵۴ میں لکھا کہ جب حضرت عیسیٰؑ اتریں گے تو کل دین والے اس کے تابع ہوں گے

(۴۵) ابوالسعود برحاشی تفسیر ج۱ ص۱۳۷ میں لکھا ان اللہ رفع عیسیٰ من غیر موت عیسیٰؑ کا رفع بغیر موت کے ہوا۔

(۴۶) ابن کثیر مفسر نے لکھا نَجَّیْنٰہُ اللّٰہُ مِنْ بَیْنِہِمْ وَرَفَعَہٗ مِنْ رَوْزَنَۃِ ذٰلِکَ الْبَیْتِ اِلَی السَّمَاءِ ان کفار کے اندر سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بچالیا اور اس مکان کے روزن سے نکال کر آپؑ کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔ دوسری جگہ فرمایا بَقِیَ حَیَاتَہٗ ای عیسیٰؑ فِی السَّمَاءِ وَاِنَّہٗ سَیَنْزِلُ اِلَی الْاَرْضِ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ آپؑ آسمان میں زندہ ہیں اور وہ قیامت سے پہلے زمین کی طرف اتریں گے۔

(۴۷) امام فخرالدین رازیؒ نے اپنی تفسیر ج۳ ص۳۰۳ میں لکھا بل رفعہ اللہ الیہ رَفْعُ عیسیٰؑ الی السماء ثابت بہٰذہ الآیۃ حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے اٹھایا جانا اسی آیت سے ثابت ہے، ص۳۴۳ میں کہا مثل عروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المعراج عروج عیسیٰؑ الی السماء ہمارے نبیؐ کا آسمان پر چڑھنا ایسا تھا جیسے حضرت عیسیٰؑ کا آسمان کی طرف چڑھنا تھا۔

(۴۸) سیوطی نے جلالین میں واتقان ص۳۴،۳۳ میں کہا رفع عیسیٰؑ الی السماء اور خصائص الکبریٰ ج۲ ص۱۸۳ میں کہا دُفِعَ اِلَی السَّمَاءِ ای عیسیٰ

(۴۹) محمد طاہر گجراتی نے مجمع البحار ج۱ ص۱۰۲ میں کہا فیبعث اللہ عیسیٰؑ ای ینزل من السماء یعنی حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے

(۸۰) قاضی نصیر الدین بیضاوی نے ج۲ ص ۸۴ میں لکھا ان عیسیٰ ینزل من السماء حین یخرج الدجال فیھلکہ۔ جب دجال نکلیگا تو حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتر کر اسے ہلاک کریں گے

(۸۱) ابو محمد حسین بغویؒ نے معالم التنزیل ج۱ ص ۲۶۳ میں کہا بل رفع اللہ عیسیٰ الی السماء

(۸۲) سید صفی الدین محمدؒ جامع البیان ص ۱۰۱ میں کہا فلما توفیتنی بالرفع الی السماء پھر جب تو نے مجھے قبضے میں کر لیا بایں طور کہ آسمان کی طرف اٹھا لیا۔

(۸۳) شیخ الاسلام ابو السعودؒ نے کہا فلما توفیتنی فلما رفعتنی الی السماء جب تو نے مجھے آسمان کی طرف اٹھا لیا جیسے حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ نے معنے کیے

(۸۴) علاؤ الدین خازن نے ج۱ ص ۵۳۱ میں کہا فلما توفیتنی فلما رفعتنی الی السماء ۔

(۸۵) شیخ زین تیسیر المنان ص میں کہا رافعک الی سمائی

(۸۶) محمود بن عمر زمخشری نے تفسیر کشاف ج۱ ص ۳۶۶ میں کہا رافعک الی سمائی ؛

(۸۷) امام زاہدی نے تفسیر زاہدی (قلمی ورق ۱۶۴) میں کہا رفع اللہ عیسیٰؑ حیا الی السماء اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو زندہ آسمان کی طرف اٹھا لیا

(۸۸) صاحب تفسیر مدارک التنزیل ج۱ ص ۲۰۶ میں کہا ان عیسیٰؑ ینزل من السماء فی اخر الزمان حضرت عیسیٰؑ آخر زمانہ میں آسمان سے نزول فرمائیں گے

(۸۹) سلیمان جمل نے تفسیر فتوحات الٰہیہ میں ج۱ ص ۵۰۸ کہا فلما توفیتنی ای اخذتنی وافیا بالرفع الی السماء

(۹۰) صاحب قاموس یعقوب فیروز آبادیؒ نے تفسیر تنویر المقیاس ص میں لکھا ہے رفعتنی من بینھم یہود کے درمیان میں سے نکال کر مجھے تو نے اٹھا لیا

(۹۱) شیخ کمال الدین نے کمالین میں کہا ان اللہ رفع عیسیٰ من روزنۃ فی البیت الی السماء اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو مکان کے روزن سے نکال کر آسمان کی طرف اٹھا لیا

(۹۲) صاحب تفسیر حسینی نے ج ۲ ص ۲۷ میں کہا چوں کار بر مؤمنان تنگ آید حق سبحانہ عیسیٰ را از آسمان فرستد تا دجال را بکشد الخ

(۹۳) قاضی شوکانی یمنی نے تفسیر فتح البیان ج ۱ ص ۵۱۷ میں کہا تواترت الاحادیث بنزول عیسیٰ جسما متواتر احادیث اس بارے میں ہیں کہ عیسیٰ جسم سمیت اتریں گے

(۹۴) احتشام الدین نے تفسیر اکسیر اعظم ج ۲ ص ۴۰ میں کہا خدا نے عیسیٰ کو آسمان پر اٹھالیا

(۹۵) قرطبی کا مذہب صاحب تفسیر ابوالسعود میں نقل ہے قال القرطبی والصحیح ان اللہ رفع عیسیٰ من غیر موت صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ کو بغیر موت کے زندہ ہی اٹھالیا۔

(۹۶) مولانا احتشام الدین نے تفسیر اکسیر اعظم ج ۲ ص ۴۰ میں لکھا کہ خدا نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا

(۹۷) علامہ قونوی نے حاشیہ بیضاوی ج ۲ ص ۱۳۵ میں لکھا قولہ لان حدوث عیسیٰ ای نزول عیسیٰ من اشراط الساعۃ الخ حدوث یعنی نزول عیسیٰ قیامت کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے۔

(۹۸) فضربی نے کہا قد رفع اللہ عزوجل عیسیٰ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماکرین کے مکر سے پہلے ہی اٹھالیا۔ دوسری روایت میں کہا صعد عیسیٰ الی السماء اللہ تعالیٰ عیسیٰ کو آسمان کی طرف اٹھالے گیا تفسیر ابن جریر ج ۳ ص ۲۰۲

(۹۹) حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود کو ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمۃ کہ حضرت عیسیٰ ابھی فوت نہیں ہوئے۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہ روز قیامت سے پہلے پہلے تمہاری طرف دوبارہ آنے والے ہیں (تفسیر ابن جریر ج ۳ ص ۲۰۲) پھر ص ۲۰۳ میں ہے کہ حسن نے متوفیک کے معنی کیے ہیں متوفیک من الارض یعنی میں تجھے اپنے قبضے میں رکھ کر زمین سے اٹھالوں گا یہ معنی (وابن کثیر ج ۳ ص ۱۵۱)

نحوی اصطلاح میں تعیین کہتے ہیں مطلب یہ ہوا کہ یہود جو تجھے گرفتار کرنے کی تجویزیں سوچ رہے ہیں میں تجھے ان کے قبضے میں نہ آنے دوں گا۔ جو میرے قبضے میں ہو دوسرا اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا

(۱۰۰) محمد بن جعفر بن زبیر نے معنے کیے متوفیک ای قابضک کہ تو میرے ہی قبضہ میں رہے گا۔ دوسرا کوئی تجھ پہ ہاتھ نہیں ڈال سکتا (ابن جریر ج ۳ ص ۲۰۳)

(۱۰۱) مطر وراق نے اس کے معنے اس طرح کیے متوفیک من الدنیا ولیس بوفاۃ موت یعنی تجھے اپنے قبضے میں لے کر دنیا سے لے جاؤں گا اور یہ وفاۃ وفاۃ موت نہیں ہے (ابن جریر ج ۳ ص ۲۰۳)

(۱۰۲) ابن جریج نے معنے کیے فرفعہ ایاہ الیہ توفیہ ایاہ اللہ تعالیٰ کا عیسیٰؑ کو اپنی طرف اٹھا لینا یہی توفی ہے (٭) (معالم التنزیل ج ۲ ص ۱۵۰)

(۱۰۳) کعب الاحبار نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو وحی فرمائی حتی انی متوفیک و رافعک الی اور جس کو میں اپنی طرف اٹھا لوں وہ میت نہیں اور کانے دجال پر تجھے مبعوث کروں گا پھر تو ان میں ۲۴ سال رہے گا پھر جس طرح دوسرے زندوں کو موت دیتا ہوں اسی طرح تجھے بھی موت دوں گا (٭) کعب کے اس قول کی تردید کسی صحابی نے نہیں کی

(۱۰۴) ابن زید نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ لم یمت بعد ابھی تک نہیں مرے حتی یقتل الدجال وسیموت دجال کو قتل کر کے مریں گے (ابن جریر ج ۳ ص ۲۰۳)

(۱۰۵) ربیع بن انس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سوتے میں آسمان کی طرف اٹھا لیا (تفسیر نیشاپوری بر ہامش ابن جریر ج ۳ ص ۲۰۷) (معالم ج ۲ ص ۱۵۰)

(۱۰۶) مفسر کلبی نے بھی وہی معنے کیے جو حسن و ابن جریج نے کیے (معالم ج ۲ ص ۱۵۰)

(۱۰۷) مفسر قتادہ نے کہا رفعہ الیہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو اپنی طرف اٹھا لیا (معالم ۱۳۹/۲)

(۱۰۸) مفسر حسین بن فضل نے ویکلم الناس فی المھد وکھلا کی تفسیر میں کہا کہ حضرت عیسیٰؑ

کہولت (ادھیڑ عمر) میں باتیں کریں گے جب آسمان سے اتریں گے بعد نزولہ من السماء
(معالم التنزیل ج ۳ ص ۱۴۲)

(۱۰۹) مفسر مقاتل نے کہلا کا یہ مطلب بتایا کہ وہ وقت کہ جب آپ کو پیری ہو جائے گی آسمان کی طرف اٹھائے جانے سے پہلے (معالم التنزیل ج ۳ ص ۱۴۱)

(۱۱۰) ابن جریر نے کہا کہ یہی آپ کا رفع ہی آپ کی توفی ہے (ابن کثیر ج ۳ ص ۱۵۰)

(۱۱۲) مفسر نیشاپوری نے ومن المقربین کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے من المقربین کا مطلب ہے آپ کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا اور فرشتوں کے ساتھ رہنا (تفسیر نیشاپوری بر حاشیہ ابن جریر ج ۳ ص ۱۹۹)

(۱۱۴) سعید بن جبیر اور عوفی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قولہ وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ۔ کہا ابن عباس نے یعنی قبل موت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم اور ابو مالک نے کہا کہ یہ حضرت عیسیٰ ع کے نزول کے وقت ہوگا کہ اہل کتاب میں سے کوئی باقی نہ رہے گا مگر آن کر ان پر ایمان لائے گا ۔ یعنی یہ ایمان لائے گا کہ عیسیٰ بندہ اللہ تعالیٰ کا اور اس کا رسول برحق تھا اور اس نے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی خبر دی تھی وہ برحق ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایمان لائے گا اور حضرت عیسیٰ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شریعت پر چلیں گے ۔ اور حسن بصریؒ سے باسند قول ابن عباس کے مروی ہے اور یہی قول قتادہ و عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اور بہتیروں کا ہے ..... حضرت عیسیٰ کو حق تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا اور وہ زندہ موجود ہے اور قیامت سے کچھ پہلے اترے گا اور دجال کو قتل کرے گا اور صلیب توڑ ڈالے گا اور جزیہ قبول نہ فرمائے گا بلکہ حکم دے گا کہ اسلام لاویں یا تلوار سے قتل کیے جائیں (تفسیر مواہب الرحمٰن از سید امیر علی ملیح آبادیؒ پارہ ۶ ص ۱۳)

(۱۱۳) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اس آیۃ وان من اهل الكتب الا ليؤمنن به

قبل موتہ ویوم القیمۃ یکون علیہم شہیدا کا ترجمہ اس طرح فرمایا و نہ باشد ہیچ کس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آورد بہ عیسیٰ پیش از مردن عیسیٰ و روز قیامت باشد عیسیٰ گواہ برایشاں۔"

حاشیہ پر فائدہ میں لکھا مترجم گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰؑ را البتہ ایمان آرند۔

(۱۱۴) شاہ رفیع الدین نے ترجمہ کیا اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا گواہ اوپر ان کے۔

(۱۱۵) شاہ عبد القادر صاحب نے ترجمہ اس طرح کیا اور جو فرقہ ہے کتاب والوں میں سے سو اس پر یقین لاویں گے اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا ان کا بتانے والا"۔ فائدہ میں لکھا "حضرت عیسیٰؑ ابھی زندہ ہیں۔ جب یہود میں دجال پیدا ہوگا تب اس جہان میں آکر اس کو ماریں گے اور یہود و نصاریٰ سب ان پر ایمان لاویں گے کہ یہ مرے نہ تھے

(۱۱۶) حافظ حاجی احمد حسین حیدرآبادی مقدمہ احسن التفاسیر ج ۲ ص ۲۰۹ میں لکھتے ہیں عیسیٰؑ کی شبیہ قتل کی گئی اور وہ زندہ ہی آسمان پر اٹھائے گئے اور قیامت کے نزدیک اتریں گے۔

(۱۱۷) مولانا فخر الدین صاحب تفسیر قادری ترجمہ اردو تفسیر حسینی ج ۲ ص ۳۰۸ میں لکھتے ہیں" اور بیشک عیسیٰؑ نشانی واسطے قیامت کے ہے کیونکہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا ہے۔

(۱۱۸) فیض اللہ فیضی نے تفسیر سواطع الالہام ص ۱۴۰ میں لکھا وصعد روح اللہ مصاعد اللہ ما رو روح اللہ حضرت عیسیٰؑ آسمان کی سیڑھیاں پر چڑھ گئے:

(۱۱۹) مصنف عجائب القصص نے ج ۲ ص ۳۸۶ میں لکھا اور حضرت عیسیٰؑ آسمان پر چلے گئے

(۱۳۰) امام ابوحیانؒ نے بحر محیط ج ۲ ص ۴۷۶ میں لکھا ان الاخبار تظاهرت برفع عیسیٰ
حیًّا وانہ فی السماء حیٌّ وانہ ینزل ویقتل الدجال حضرت عیسیٰ کا زندہ اٹھایا جانا اور ان
کا آسمان میں زندہ موجود ہونا اور ان کا قرب قیامت میں اتر کر دجال کو قتل کرنا ان
سب کے بارے میں متواتر احادیث موجود ہیں نیز انہوں نے اپنی دوسری تفسیر مسمّٰی
بہ النہر الماد ج ۲ ص ۱۷۱ میں لکھا وتظاهرت الاخبار الصحیحۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم انہ فی السماء وانہ ینزل ویقتل الدجال معنے وہی ہیں

(۱۳۱) مصنف تفسیر خلاصۃ التفاسیر ج ۱ ص ۳۲۳ میں لکھتے ہیں بلکہ خدا نے اسے (عیسیٰ
علیہ السلام کو) اپنی حضوری بلایا اور آسمان پہ اٹھایا (بل رفعہ اللہ الیہ کے معنی کیے)

(۱۳۲) امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی مفسر نے کتاب الوجیز ج ۱ ص ۲۲۹ میں فلما توفیتنی
کی تفسیر یوں کی ای قبضتنی ورفعتنی الیک ای الی السماء تو نے مجھے آسمان کی طرف اٹھایا

(۱۳۳) مصنف سراج المنیر ج ۱ ص ۱۴۱ میں لکھتے ہیں رفع عیسیٰؑ الی السماء وکان عمرہ
۳۳ سنۃ حضرت امام عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور آپ کی عمر ۳۳ سال تھی

(۱۳۴) شیخ محمد نووی نے سراج لبید ج ۱ ص ۱۸۳ میں لکھا قال کثیر من المتکلمین ان
الیہود لما قصدات قتلہ رفعہ اللہ الی السماء بہت سے علم کلام والوں نے اس امر کی
تصریح فرمائی ہے کہ جب یہود نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو
آسمان کی طرف اٹھا لیا۔

(۱۳۵) شیخ رؤف احمد مجددیؒ نے تفسیر رؤفی ج ۱ ص ۲۸۴ میں لکھا ہے حق تعالیٰ
نے عیسیٰ علیہ السلام کو رات کے وقت آسمان پر پہنچایا تھا۔

(۱۳۶) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۶ میں حضرت حسنؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ان عیسیٰؑ لم یمت وھو راجع الیکم قبل یوم القیمۃ عیسیٰ نے وفات
نہیں پائی قیامت سے پہلے واپس تمہارے پاس آجائیں گے۔

(۱۲۷) تفسیر روح المعانی ص ۳۲ پارہ ۲۲ میں سید آلوسی نے لکھا اجمعت الامۃ واشتہرت الاخبار ولعلہا بلغت التواتر المعنوی ونطق بہ الکتاب علی قول ووجب الایمان بہ واکفر منکرہ کالفلاسفۃ من نزول عیسٰی علیہ السلام آخر الزمان تمام امت کا اس پر اجماع بھی ہے اور اس بارہ میں اس قدر احادیث مشہورہ ہیں کہ تواتر معنوی کی حد کو پہنچ گئی ہوں گی اور قرآن حکیم بھی واضح بیان ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا منکر جیسے فلاسفہ ہیں کافر ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آخر زمانہ میں نزول فرمائیں گے

(۱۲۸) امام رازی نے تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۵۸ میں لکھا ہے کہ انہ رفع بتمامہ الی السماء بروحہ وبجسدہ حضرت عیسٰی ؑ بتمامہ روح وجسم سمیت آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔

(۱۲۹) خازن نے تفسیر ج ۱ ص ۲۴۳ میں لکھا زعمت النصاریٰ ان المسیح رفع لاہوتیہ یعنی روحہ وبقی فی الارض ناسوتہ یعنی جسدہ فرد اللہ علیہم بقولہ انی متوفیک ورافعک الیّ فاخبر اللہ انہ رفع بتمامہ الی السماء بروحہ وجسدہ جمیعا بعض نصاریٰ کا یہ خیال تھا کہ حضرت عیسٰی ؑ کی روح مبارک تو آسمان کی طرف اٹھائی گئی ہے اور جسم مبارک زمین میں رہ گیا۔ تو اس زعم باطل کا رد اللہ تعالٰی نے انی متوفیک ورافعک الیّ کہہ کر کردیا۔ اور بتایا کہ حضرت عیسٰی ؑ روح وجسم سمیت بتمامہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔

(۱۳۰) تفسیر ابوالسعود برحاشیہ تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۸۶ طبع مصر میں ہے والصحیح ان اللہ تعالٰی رفعہ من غیر وفاۃ ولانوم قال الحسن وابن زید وھو اختیار الطبری وھو الصحیح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما صحیح عقیدہ یہی ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضرت عیسیٰ ؑ کو بغیر موت اور نیند کے اٹھالیا۔ حسن بصری وابن زید نے یہی کہا اور محدث ومفسر طبری نے بھی اسی کو اختیار فرمایا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی صحیح سند کے ساتھ یہی ثابت ومروی ہے

ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک

الی الآیہ

○ شاہ ولی اللہؒ نے یوں ترجمہ کیا و بد سگالیدند کافراں و بد سگالید خدا۔ و خدا قوی تر ہست از ہمہ بد سگالاں آنگاہ کہ گفت خدا اے عیسیٰؑ ہر آئینہ من برگیرندۂ توام و بردارندۂ توام بسوئے خود و پاک کنندۂ توام از صحبت کسانیکہ کافر شدہ

○ شاہ رفیع الدینؒ نے یوں ترجمہ کیا اور مکر کیا انھوں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ بہتر ہے مکر کرنے والوں کا جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ تحقیق میں لینے والا ہوں تجھ کو اور اٹھانے والا ہوں تجھ کو طرف اپنے الخ

○ شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے ترجمہ یوں کیا جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھ کو بھر لوں گا اور اٹھالوں گا اپنی طرف الخ فائدہ یہود کے عالموں نے اس وقت کے بادشاہ کو بہکایا کہ یہ شخص ملحد (بے دین) ہے۔ توراۃ کے حکم سے خلاف بتاتا ہے۔ اس نے لوگ بھیجے کہ ان کو پکڑ لائیں۔ جب وہ پہنچے تو حضرت عیسیٰؑ کے یار سرک گئے۔ اس شتابی میں حق تعالیٰ نے حضرت عیسےٰؑ کو آسمان پر اٹھا لیا الخ

(۱۳۴) ابن عطیہ کا عقیدہ بحر محیط ج ۲ ص ۴۷۳ میں ذکر ہے اجمعت الامۃ علی ما تضمنہ الحدیث المتواتر من ان عیسیٰ ع فی السماء حی وانہ ینزل فی آخر الزمان اس عقیدہ پر سب امت محمدیہ کا اتفاق ہے جو متواتر حدیثیں اس کو متضمن ہیں کہ حضرت عیسےٰ ع آسمان میں زندہ ہیں اور آخر زمانہ میں اتریں گے؛

(۱۳۵) شیخ زادہؒ نے حاشیہ بیضاوی ج ۱ ص ۶۳۳ میں لکھا ومکر اللہ انہ رفع عیسیٰؑ الی السماء، اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر یہ تھی کہ حضرت عیسیٰؑ کو آسمان کی طرف اٹھا لیا اور یہود آپؑ کو کسی قسم کا شر نہ پہنچا سکے وذلک ان یہودا ملک الیہود اراد قتل عیسیٰ ع وکان جبریل ع لا یفارقہ ساعۃ وھو معنی قولہ وایدناہ بروح القدس فلما

اراد واذلک امرہ جبریل ان یدخل بیتا فیہ روزنۃ فی سقف البیت فلما دخل البیت اخرجہ من تلک الروزنۃ اس رفعِ عیسیٰؑ کا واقعہ یوں ہوا کہ جب یہود کے بادشاہ نے حضرت عیسیٰ ؑ کے قتل کا ارادہ کیا تو چونکہ حضرت جبریل ؑ ہر وقت حضرت یسےؑ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے کبھی آپؑ سے جُدا نہ ہوتے تھے اس لیے حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ آپ ایسے مکان میں چلے جائیں جس کی چھت میں روزن ہو۔ جب آپؑ ایسے ایسے گھر میں گئے تو جبرائیل ؑ اس روزن میں سے آپ کو نکال لے گئے

(۱۳۶) درِ منثور ۲: ۲۴۱ میں بحوالہ ابن جریر ۶: ۱۴ وعبدالرزاق وعبد بن حمید و ابن المنذر۔ قتادۃ بن دعامہ سدوسی بصری تابعی سے یہی تشریح نقل ہے

(۱۳۷) ابن جریر ۶: ۱۴ نے محمد بن زید بن المہاجر المدنی تابعی جلیل کی تفسیر آیت یوں کرتے وقت یوں فرمایا اذا نزل عیسیٰؑ فقتل الدجال لم یبق یہودی فی الارض الا آمن بہ جب عیسیٰؑ اتر کر دجال کو قتل کریں تو تمام کے تمام یہودی مؤمن ہو جائیں گے

(۱۳۸) ابن جریر نے اسی صفحہ پر غزوان ابو مالک غفاری تابعی جلیل سے آیت کی تفسیر یوں کی ذلک عند نزول عیسٰی بن مریم لا یبقی احد من اھل الکتاب الا آمن بہ اہل کتاب میں سے کوئی بھی اس پر ایمان لائے بغیر نہ رہے گا؛

ارطاۃ کی روایت سیوطی نے الحاوی ۲: ۸۰ میں نعیم بن حماد کی کتاب الفتن کے حوالے سے لکھا کہ آخری خلیفہ مجمل کے عہد میں دجال نکلے گا اور اسی زمانہ میں حضرت عیسٰی بن مریم ؑ بھی نزول فرمائیں گے

(۱۳۹) ابن سیرین کا اثر حاوی ۲: ۸۵ میں بحوالہ المصنف ابن ابی شیبہ ذکر ہے کہ مہدی اس امت میں سے ہوں گے اور وہی امامت کرائیں گے عیسیٰ بن مریم کی؛

(۱۴۰) برزنجی نے الاشاعہ فی اشراط الساعہ ص ۲۴۷، ۲۴۸ میں، عینی نے عمدۃ القاری ۹: ۲۳۳ کتاب الحج فی باب قول اللہ تعالیٰ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام ... میں بہ حوالہ

کتاب الفتن لنعیم بن حماد عبداللہ بن عمرو بن العاص رض کا اثر لکھا کہ حضرت عیسیٰ ع کے
اترنے کے بعد حبشی خروج کریں گے تو حضرت عیسیٰ ایک پلٹن فوج کی ان کی طرف
روانہ کریں گے جو انہیں شکست دے کر آئے گی۔

(۱۴۱) وہب بن منبہ کا اثر درمنثور ۲: ۲۳۹، ۲۴۰ میں ہے کہ یہود سمجھے کہ ہم نے
عیسیٰ ع کو قتل کر دیا۔ نصاریٰ نے سمجھے کہ واقعی ایسا ہی ہوا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسی دن ہے
آپ کو اوپر اٹھا لیا۔

(۱۴۲) ابوعبدربہ عبدالجبار بن عبیداللہ بن سلیمان تابعی دمشقی کا اثر ابن کثیر نے ۴:
۲۶۹ میں اور درمنثور ۲: ۲۳۹ میں ہے بحوالہ ابن عساکر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کو اٹھایا گیا اس رات آپ نے اپنے حواریین کو وصیت فرمائی کہ کتاب اللہ کی
تبلیغ کے بارہ میں کچھ نہ کھانا

(۱۴۳) مجاہد کا اثر درمنثور ۲: ۲۳۸ و ابن جریر ۶: ۱۲ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت
عیسیٰ ع کو زندہ ہی اپنی طرف اٹھا لیا۔

اور دابۃ الارض اور یاجوج و ماجوج کا خروج اور آفتاب کا مغرب کی طرف سے نکلنا
اور ان کے علاوہ دوسرے نشان یہ سب کے سب ٹھیک اور درست ہیں۔

(۱۴۴) شیخ ابو علی الفضل بن الحسن الطبرسی مجمع البیان ۲: ص میں لکھتے ہیں
انی متوفیک کے معنے میں کئی قول ہیں ایک تو یہ ہے کہ انی متوفیک کا مطلب یہ
ہے کہ انی قابضک برفعک من الارض الی السماء من غیر وفات بموت عن الحسن
وکعب وابن جریج وابن زید والکلبی وغیرھم میں تجھے اپنے قبضے میں لینے والا ہوں
جس کی صورت یہ ہے کہ زمین سے اٹھا کر آسمان کی طرف لے جاؤں گا بغیر موت دینے
کے۔ اور یہ مطلب حسن بصری کعب ابن جریج ابن زید کلبی اور ان کے علاوہ
دوسرے مفسرین سے مروی ہے۔ تفسیر مظہری ص ۲ میں مطر وراق و محمد بن جعفر بن زبیر کا بیان لکھا

(۱۴۵) ثناء اللہ امرتسری نے تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن ص ... میں لکھا انی متوفیک
ای انی ممیتک حتف انفک بعد نزولک الی الارض مرۃ ثانیۃ لقولہ تعالیٰ
وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ۔ انی متوفیک کا مطلب یہ ہے
کہ میں تجھے زمین کی طرف دوبارہ آنے کے بعد اپنی موت سے ماروں گا۔ اس کی دلیل
خدا کا فرمان ہے وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ:

(۱۴۶) مرزا حیرت نے اپنے ترجمہ میں وانہ لعلم للساعۃ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔
حضرت عیسیٰؑ قیامت کا نشان ہے۔ اور انی متوفیک کے معنی یوں کیے ہیں۔
بیشک ہم تمہاری زندگی کی مدت پوری کریں گے۔ اور پھر ہم تم کو اپنی طرف اس جہان
سے اٹھالیں گے ص ۸۰:

(۱۴۷) مقبول احمد دہلوی کا ترجمہ یہ ہے عیسیٰ میں تمہاری مدت پوری کرنے والا
ہوں اور تم کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں کہ اس کے معنی یہ زمین سے اٹھانے والا

(۱۴۸) ملا احمد جیون استاذ سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمہما اللہ تعالیٰ نے اپنی
التفسیرات الاحمدیۃ ص ۶۵۲ میں لکھا انہ لعلم للساعۃ..... ھذہ ھی الایۃ
التی یفہم منہا ان نزول عیسیٰ علیہ یدل علی قرب القیمۃ وذلک لان اکثر
المفسرین علی انہ ضمیر "وانہ" راجع الی عیسیٰؑ المذکور سابقا۔ وقولہ تعالیٰ لعلم
کما ھو الاکثر کان معناہ انہ علم للساعۃ ای یُعلم من نزولہ دنو الساعۃ وقرب
القیامۃ وان قرئ علم کقراءۃ ابن عباس رض کان معناہ انہ علامۃ لقرب القیمۃ
فلا تمترن بہا ای لا تشکن بالساعۃ لان الشیٔ یتحقق عند تحقق العلامۃ:
انہ لعلم للساعۃ...... یہی وہ آیت ہے جس سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ
کا نزول قرب قیامت کی دلیل ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اکثر مفسرینؒ کے
نزدیک "انہ" کی ضمیر عیسیٰؑ کی طرف راجع ہے جن کا ذکر پہلے سے چلا آرہا ہے۔

اور بعض اکثر قراء کی قراءت لَعِلْمٌ ہے اس کے مطابق اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے وقت قیامت کا قرب معلوم ہو جائے گا اور اگر لَعَلَمٌ پڑھیں تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰؑ قرب قیامت کا نشان ہیں اس لیے قیامت کے بارے شک نہ کرو کیونکہ چیز کے نشانات ہونے لگ جاتے ہیں تو چیز خود بھی ہو ہی جاتی ہے

(۱۴۹) امام قرطبی نے التذکرۃ القرطبیۃ ص ۱۳۲ میں علاماتِ قیامت بیان کرتے کہ فرمایا ثم یھبط نبی اللہ عیسیٰ علیہ السلام پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے:

صاحب روح المعانی نے مفسر قرطبی کے بارے فرمایا کہ جو کچھ مفسر قرطبی نے فرمایا ہے کہ ان اللہ رفعہ من غیر وفاۃ ولا نوم اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بغیر وفات دیئے اور بغیر سلانے کے اٹھالیا" یہی صحیح ہے اور یہی طبری کا مختار و پسندیدہ مسلک ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضہ سے بھی یہی روایت صحیح ہے

(۱۵۰) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح نے اپنی تفسیر مظہری ج ۳ ص ۵۹ میں فرمایا المراد بالتوفی ھو الرفع الی السماء بلا موت یشھد بہ الوجدان بعد ملاحظۃ قولہ تعالیٰ وما قتلوہ وما صلبوہ ولولا نفی الموت عنہ لما کان من نفی القتل فائدۃ اذ الغرض من القتل الموت توفی سے مراد بغیر موت کے آسمان کی طرف اٹھانا۔ وجدان خود اس کا شاہد ہے بعد غور کرنے کے وما قتلوہ وما صلبوہ میں۔ کیونکہ اگر آپؑ سے موت کی نفی مقصود نہ ہوتی تو قتل کی نفی کرنے کا کوئی مطلب ہی نہیں بنتا کیونکہ قتل سے غرض تو موت ہی ہوتی ہے۔

(۱۵۱) ڈپٹی نے نذیر احمد دہلوی نے اذ قال اللہ یاعیسیٰ انی متوفیک الخ کے معنے یوں کیے اسی زمانہ میں اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے عیسیٰ دنیا میں تمہارے رہنے کی مدت پوری کر کے ہم تم کو اپنی طرف اٹھالیں گے: ف ... عیسیٰ ..... صحیح سلامت آسمان پہ اٹھا لیے گئے؛ ملاحظہ ترجمہ ا پھر ص ۱۶۳ میں ف ۱ میں لکھا کہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور اسلامی شریعت کے مطابق کارروائی کریں گے اور تمام دنیا میں اسلامی شریعت قائم کریں گے ؛ پھر ص ۸۹، میں انہ لعلم للساعۃ کے تحت لکھا حضرت عیسیٰ کا دوبارہ دنیا میں آنا قرب قیامت کی دلیل ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے

(۱۵۲) ترجمہ فرمان علی شیعی وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ

اور جب عیسیٰ مہدی موعود کے ظہور کے وقت آسمان سے اتریں گے تو اہل کتاب میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو ان پر ان کے مرنے سے قبل ایمان نہ لائے ف۵ میں ہے صحیح حدیثوں میں ہے کہ جب حضرت مہدی موعود ظہور کریں گے تو حضرت عیسیٰ ؑ آسمان سے اتریں گے اور دجال قتل ہو جائے گا تو سب اہل کتاب حضرت عیسیٰ ؑ پر ایمان لائیں گے اور سمجھیں گے کہ یہ سچے پیغمبر تھے اس وقت تمام مذاہب کے لوگ ایک مذہب ہو جائیں گے۔ اور دین اسلام کے سوا کوئی دین نہ ہوگا۔ اور حضرت عیسیٰ ؑ حضرت مہدی کی متابعت کریں گے اور دین محمدی کے مطابق عمل کریں گے اور چالیس برس زندہ رہ کر دنیا سے رحلت کریں گے۔ اور مومنین ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے الخ

(۱۵۳) تفسیر وجیز برحاشیہ جامع البیان میں ہے والاجماع علی انہ حی فی السماء ینزل ویقتل الدجال ویؤید الدین اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں جو نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور دین اسلام کی مدد کریں گے

(۱۵۴) تفسیر تبصیر الرحمٰن مہائمی ص ۱۷۰ میں ہے ثم اشار الی ان من کان یفتخر بقتلہ سیتذلل لہ قبل موتہ پھر خدا تعالیٰ نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل پر فخر کرتے ہیں وہ عنقریب اس کی موت سے پہلے اس کے تابع ہو کر اس کے سامنے عاجز و ذلیل ہوں گے ؛

فقہاء ائمہ مجتہدین کا عقیدہ دربارۂ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

(۱۵۵) امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رح نے فقہ اکبر ص ۱۰۲ میں لکھوایا خروج یاجوج وماجوج وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسیٰ علیه السلام من السماء وسائر علامات یوم القیمة علیٰ ما وردت به الاخبار الصحیحة حق کائن یاجوج ماجوج کا نکل آنا۔ اور سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا اور عیسیٰ کا آسمان سے ...

(۱۵۶) امام مالک بن انس رح امام دارالہجرۃ مدینہ طیبہ کا عقیدہ عتبیہ کے حوالے سے شرح اکمال الاکمال ج ا ص ۲۶۶ میں نقل ہے کہ بینما الناس قیام یستمعون لاقامة الصلوٰة فتغشاهم غمامة فاذا نزل عیسیٰ علیه السلام الخ لکھتے ہیں کہ لوگ کھڑے ہوں گے اور نماز کے لیے اقامت سن رہے ہوں گے تو اسی وقت ان پر بادل چھا جائے گا اور اچانک ہی حضرت عیسیٰ نزول فرما ہوں گے:

(۱۵۷) امام احمد بن حنبل نے مسند احمد ج ص ۳۱۸ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر باسند ذکر فرمائی ہے کہ انه لعلم للساعة یعنی اس سے مراد حضرت عیسیٰ بن مریم کا روز قیامت سے پہلے نکلنا ہے:

(۱۵۸) امام شافعی رحمۃ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے اگر ان کا مسلک وفاتِ عیسیٰ ع کا ہوتا تو ضرور نقل ہوتا اور اُن کے مقلدین بھی وفات عیسیٰ ع کا عقیدہ رکھتے لیکن کوئی مقلد شافعی وفاۃ عیسےٰ ع کا معتقد نہیں اور نہ ان کا عقیدہ وفات عیسیٰ کا کسی نے نقل کیا تو یہ صاف دلیل ہے اس بات کی کہ امام شافعی کا عقیدہ بھی وہی ہے جو دیگر ائمہ مسلمین کا ہے۔

(۱۵۹) امام ابوجعفر محمد بن احمد بن سلامہ طحاوی رح نے اپنے رسالہ عقیدۂ طحاویہ ص ۹۶ میں لکھا ہے ونؤمن بخروج الدجال ونزول عیسیٰ ابن مریم علیهما السلام عن السماء وبخروج یاجوج وماجوج الخ اور دجال کے نکلنے اور عیسیٰ علیہ السلام

کا آسمان سے نزول فرمانے اور یاجوج و ماجوج کے نکلنے پر ہم ایمان رکھتے ہیں۔

(۱۹۰) اور یہی عقیدہ حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری

(۱۹۲) اور حضرت امام ابوعبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی رح کا ہے جو دونوں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کے خصوصی شاگرد رشید ہیں۔

یونہ امام طحاوی رحمۃ اللہ نے اپنے اس رسالہ کے شروع میں لکھا ہے ھٰذا ذکر بیان عقیدۃ اھل السنۃ والجماعۃ علیٰ مذھب فقہاء الملۃ ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت الکوفی وابی یوسف یعقوب بن ابراھیم الانصاری وابی عبد اللہ محمد بن الحسن الشیبانی رحمھم اللہ تعالیٰ

اس رسالہ میں اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ ملت اسلام کے فقہاء یعنی امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری اور ابوعبداللہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہم اللہ تعالیٰ کے مذہب حق کے مطابق ذکر کیا جائے گا۔ اس سے بصاف صریح طور پر معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ تمام اہل والجماعت کا ہے جس میں ان ائمہ ثلثہ (تین اماموں) کے سوا تمام کا ذکر اجمالی طور پر آ گیا مثلاً امام زفر[162] امام حسن بن زیاد[163] امام عبداللہ بن المبارک[164] امام سفیان ثوری وامام سفیان بن عیینہ[166] وامام محمد بن مسلم بن شہاب زہری[167] وامام وکیع و امام اوزاعی وامام نافع وامام عطاء بن ابی رباح وامام طاؤس وامام مسروق[172] والمہ سبعہ فقہاء مدینہ قاسم بن محمد بن ابی بکر والو زید خارجہ بن زید بن ثابت وشقیق واسود بن بلال ویحییٰ بن عمرو زید بن وہب وسعید بن جبیر وابوعثمان نہدی وابراہیم نخعی وحماد وعطاء بن یسار وقیس بن ابی حازم وموسیٰ بن نصیر وطلحہ بن عبداللہ وعمر بن عبدالعزیز وابو صالح سمان ذکوان وعامر بن شراحیل وابو بردہ وغیرہ علماء اہل السنۃ والجماعت

سب کا یہی عقیدہ تھا (۱۹۹)

ماہرین عقائدؒ کا عقیدہ درباره حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام

(۱۹۷) شیخ ابوالحسن اشعریؒ نے کتاب الابانۃ عن اصول الدیانۃ ص ۴۶ میں لکھا ہے و اجمعت الامۃ علی ان اللہ عزوجل رفع عیسیٰؑ الی السماء تمام امت محمدیہ اس عقیدہ پر متفق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان کی طرف اٹھا لیا۔

(۱۹۸) شیخ غاریؒ نے عقیدۃ اہل الاسلام ص ۱۱ میں کتاب اللوامع للسفارینیؒ کے حوالے سے لکھا ہے وقد اجمعت الامۃ علی نزولہ ولم یخالف فیہ احد من اہل الشریعۃ تمام امت کا اس عقیدہ پر اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ اس میں اہل شریعت میں سے کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

(۱۹۹) شرح عقیدہ سفارینیہ ج ۲ ص ۹۰ میں اور کتاب الاذاعۃ ص ۷۷ میں لکھا ہے: ولیس ینزل بشریعۃ مستقلۃ عند نزولہ من السماء وان کانت النبوۃ قائمۃ بہ و ھو متصف بہا حضرت عیسیٰؑ اگرچہ آسمان سے اتر تے وقت نبوت کی وصف کے ساتھ متصف اور اپنی سابقہ نبوت پہ بدستور قائم رہیں گے تاہم مستقل شریعت لے کر نہ آئینگے بلکہ شرع محمدی کے مطابق فیصلے فرمایا کریں گے مطابق آیت کریمہ لتؤمنن بہ ولتنصرنہ اے انبیاء کرام! تم اس رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر دل و جان سے ایمان لاؤ گے اور دست و زبان سے اس کی نصرت کرو گے وقد انعقد اجماع الامۃ علی انہ ینزل و یحکم بہذہ الشریعۃ المحمدیۃ ساری امت کا اس عقیدہ پر اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زمین پر اتریں گے اور اسی شریعت محمدیہ ہی کے موافق فیصلے فرمائیں گے وانما انکر ذلک الفلاسفۃ والملاحدۃ ممن لا یعتد بخلافہ صرف فلسفیوں اور ملحدوں بے دینوں نے اس عقیدہ کا انکار کیا ہے۔ اور ایسے بے دین اور ملحد لوگوں کی مخالفت اہل شریعت کے اجماع کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

(۲۰۰) علامہ نسفی رحمہ نے عقائد نسفیہ میں اور علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ نے اس کی شرح میں ص ۱۵۵ میں لکھا ونزول عیسٰی علیہ السلام من السماء فھو حق حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے اترنا یہ برحق ہے

(۲۰۱) عبدالعزیز پرہاروی نے نبراس شرح شرح العقائد النسفیہ میں لکھا کہ قد صح فی الحدیث ان عیسٰی علیہ السلام ینزل من السماء الی الارض صحیح حدیث ہے کہ عیسیٰؑ آسمان سے زمین کی طرف اتریں گے۔ نیز لکھا حیوۃ عیسٰی ثابتۃ بالاحادیث المتواترۃ حیات حضرت عیسیٰؑ کی متواتر احادیث سے ثابت ہے۔

(۲۰۲) کفایۃ العوام ص ۸۲ میں ہے ویجب ان یعتقد ان عیسٰیؑ بعد نزولہ یحکم بشرع نبینا صلی اللہ علیہ وسلم یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اترنے کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرع شریف کے مطابق فیصلے فرمایا کریں گے؛

پھر اس کلام پر اعتراض پیدا ہوتا تھا کہ احادیث سے تو ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کافروں سے جزیہ لینا قبول نہ کریں گے حالانکہ ہماری شریعت محمدیہ میں کافروں سے جزیہ لینے کا صریح حکم موجود ہے۔ پھر کیونکر کہتے ہو کہ حضرت عیسیٰؑ شرع محمدی کے مطابق فیصلے فرمایا کریں گے؛ تو اس اعتراض کا جواب باصواب

(۲۰۳) شارح کفایۃ العوام نے دیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبولِ جزیہ کی مدت بتادی ہے کہ جزیہ کا حکم نماز روزہ کی طرح ابدی حکم نہیں ہے۔ یہ حکم صرف حضرت عیسیٰؑ کے نزول من السماء الی الارض تک ہے جب آپؑ زمین پر اتر آئیں گے اس وقت جزیہ کا حکم بند ہوجائے گا فان قلت عیسٰی علیہ السلام بعد نزولہ لایقبل الجزیۃ الخ

(۲۰۴) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے مدارج النبوۃ ج۱ ص ۱۱۲ میں فرمایا اللہ بعزوجل عیسٰی علیہ السلام را بہ آسمان بر داشت؛ لمعات ج ۳ ص ۴۴ ۳۴۳ میں فرمایا فرود آید عیسٰی علیہ السلام از آسمان بہ زمین؛

(۲۰۵) علامہ الکمال ابن الہمام مصنف فتح القدیر شرح ہدایہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور
(۲۰۶) علامہ الکمال ابن ابی شریف نے المسامرہ و المسایرہ میں لکھا ہے کہ
ج ۲ ص ۷۷ : واشراط الساعۃ من خروج الدجال ونزول عیسیٰ علیہ السلام بن مریم من السماء وخروج یاجوج وماجوج الخ اور نیز برحق ہیں قیامت کے نشان یعنی دجال کا نکلنا اور حضرت عیسیٰ بن مریم کا آسمان سے اترنا اور یاجوج ماجوج کا نکلنا الخ
(۲۰۷) قمر کمال بر ہاش خیالی حاشیہ شرح عقائد نسفیہ ص ۱۴۲ میں ہے انما خص عیسیٰ علیہ السلام لان حیٰوتہ ونزولہ الی الارض واستقرارہ فوق الارض مدۃ قد ثبت بالاحادیث الصحیحۃ بحیث لم یبق فیہ شبہۃ ولم یسمع فیہ خلاف غیرہ ھٰذا : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخصیص صرف اس لیے کی کہ آپؑ کی زندگی اور آپؑ کا زمین کی طرف اتر آنا اور پھر آپؑ کا زمین کے اوپر قرار پکڑنا کچھ مدت یہ سب کا سب اس قدر احادیث صحیحہ کے ساتھ ثابت ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں رہا اور نہ ہی اس میں کسی کا اختلاف سُنا گیا ہے۔

تحیۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام للسید محمد انور شاہ صاحب رحمہ مستقل کتاب ہے
(۲۰۸) الجواب المقنع المحرر فی الرد علی من طغیٰ وتجبر بدعوی انہ عیسیٰ او المہدی المنتظر للشیخ محمد حبیب اللہ شنقیطی یہ بھی اسی موضوع پر مستقل کتاب ہے
(۲۰۹) اظلۃ الشبہات العظام فی الرد علی منکر نزول عیسیٰ علیہ السلام للشیخ محمد علی اعظم اور
(۲۱۰) اعتقاد اہل الایمان بالقرآن بنزول المسیح بن مریم فی آخر الزمان للشیخ محمد عربی التبانی المغربی یہ بھی اسی موضوع پر مستقل کتابیں ہیں۔ اسی طرح
(۲۱۱) التوضیح فی ما تواتر فی المنتظر والدجال والمسیح للقاضی الشوکانی رحمہ نیز
(۲۱۲) فتویٰ العلامۃ الشیخ محمد بخیت مفتی مصر فی نزول عیسیٰ علیہ السلام
(۲۱۳) ابو الحسین الآبری کا عقیدہ نزول عیسیٰ مع تواتر سے ثابت ہے ابن حجر عسقلانی رحمہ

نے فتح الباری میں نقل فرمایا ہے

(۲۱۴) فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۷ باب ذکر ادریس میں لکھا ان عیسیٰ رفع وھو حی حضرت عیسےٰؑ کو زندہ ہی اٹھالیا گیا۔

(۲۱۵) مفسر ابن عطیہ غرناطی اندلسی کا قول مفسر ابوحیان اندلسی نے بحر محیط ج ۲ص ۷۳ میں نقل فرمایا اجمعت الامۃ علی ما تضمنت الاحادیث المتواترۃ من ان عیسیٰ علیہ السلام فی السماء حی وانہ ینزل فی اٰخر الزمان فیقتل الخنزیر وتظہر بہ ملۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ویحج البیت ویعتمر تمام امت کا اس عقیدہ پر اجماع ہے جو متواتر احادیث کے ضمن میں آتا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ آسمان میں زندہ ہیں اور آخر زمانہ میں وہ نزول فرمائینگے پھر خنزیر کو قتل کرنے کا حکم دیں گے..... اور آپؑ کے آنے پر ملت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا غلبہ ہوگا اور آپؑ حج بیت اللہ اور عمرہ بھی کریں گے۔

(۲۱۶) میر سید سندؒ نے مشکوٰۃ شریف ص ۴۷۹ کے حاشیہ شد میں لکھا ہے قولہ وان من اہل الکتاب استشہد بالاٰیۃ علی نزول عیسیٰ علیہ السلام فی اٰخر الزمان مصداقا للحدیث والمعنیٰ لیؤمنن بعیسیٰ علیہ السلام قبل موت عیسیٰ علیہ السلام وھو بعد نزولہ فیکون الملۃ واحدۃ وھی ملۃ الاسلام اس آیت کریمہ وان من اہل الکتاب سے امام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث پاک کی مصداق میں آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے زمین پر اتر آنے پر بطور استشہاد کے دلیل پکڑی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے۔ اور ان کے ایمان لانے کا وقت وہ وقت ہوگا جب آپؑ آسمان سے زمین پر اتر آئیں گے تب دنیا پر صرف ایک ہی دین ہوگا یعنی دین اسلام۔ دنیا پر اس وقت باطل مذہبوں میں سے کوئی ایک مذہب بھی نہ رہیگا۔ اس وقت مذہب

اسلام آخری سنبھالا لے گا؛ پھر آپ کی وفات کے بعد پھر حالات میں تغیر و تبدل شروع ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ وہ وقت آجائے گا کہ تمام روئے زمین پر کوئی ایک بھی اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا سب شرار الخلق ہو جائیں گے تب قیامت قائم ہو جائے گی

(۲۱۷) عثمان بن حسین کا عقیدہ درۃ الناصحین ص ۷۰۰ جز ۲ میں لکھا نزول عیسیٰ فی الشام فی المنارۃ البیضاء ویقتل الدجال حضرت عیسیٰ کا اترنا شام کے ملک میں (جامع مسجد دمشق کے سفید مینارہ سے ہوگا اور وہ دجال کو قتل کریں گے؛

(۲۱۸) مولوی محمد صاحب لکھو کے احوال الآخرت ص ۳۰ میں لکھتے ہیں شعر

آسماناں تھیں حضرت عیسیٰ مونڈھے ملکاں آئے

اور منارے شرقی مسجد جامع آن ملاوے

(۲۱۹) مولنا محمد مظہر اللہ صاحب دہلوی مظہر العقائد ص ۱۷ و ۲۴ میں کہا ہے:

عیسیٰ آخر زمانہ میں آسمان سے اتریں گے۔

(۲۲۰) علامہ عبد الرحمٰن بن علی الربیع الشیبانی زبیدی شافعی نے تیسیر الوصول الی جامع الاصول طبع مصر جز ۴ صفحہ ۲۱۷ کتاب القیامت فصل ۴ میں لکھا اخرج مسلم عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فینزل عیسیٰ ابن مریم فیقول امیرھم تعال صلّ لنا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان مذکورہ واقعات کے بعد حضرت عیسیٰ بن مریم اتریں گے پھر مسلین کا امیر ان سے کہیگا آئیے ہمیں نماز پڑھائیے

(۲۲۱) قاری خلیل الرحمٰن سہارنپوری نے قصص الکاملین ص ۳۴۳ میں لکھا ہے کہ عیسیٰ قرب قیامت کے آسمان سے نزول فرما کر اُمتِ حبیبِ خدا میں داخل ہوں گے

(۲۲۲) محمد بن عبد الرسول برزنجی ثم المدنی نے اشراط الساعۃ ص ۸۷ میں علامات قیامۃ لکھیں اولھا خروج المھدی وانہ یاتی فی آخر الزمان من ولد فاطمۃ یملأ الارض

عدلا کما ملئت ظلما وانہ یقاتل الروم وینزل عیسٰی ویصلی خلفہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک تو ہے مہدی کا خروج جو آخر زمانہ میں آئے گا اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے۔ زمین جو پہلے ظلم سے پُر تھی اب وہ آکر عدل وانصاف سے پُر کر دے گا اور وہ روم کے ساتھ جہاد کرے گا اور حضرت عیسٰیؑ بھی نزول فرمائیں گے اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔

(۲۲۳) شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن سعید رحمہ نے شرح ابن حجرؒ علی متن الھمزیہ فی مدح خیر البریہ ص ۳۰۲ میں لکھا ولما رفع عیسٰی علیہ السلام الی السماء کانت مریم بعمر ۵۳ جب حضرت عیسٰیؑ آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے اس وقت حضرت مریمؑ کی عمر ۵۳ برس تھی۔

(۲۲۴) شیخ محمد الحنفی رحمہ نے اس کتاب کے حاشیہ ص ۳۲ میں لکھا وحکمۃ نزول عیسٰیؑ دون غیرہ من الانبیاء الرد علی الیھود فی زعمھم انھم قتلوہ فبین اللہ کذبھم حضرت عیسٰیؑ کے نزول کی حکمت یہود کا رد کرنا مقصود ہے کیونکہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم نے عیسٰیؑ کو قتل کر دیا ہے تو ان کا نزول ہوگا جس سے اللہ تعالٰی ان کے جھوٹ کو ظاہر کر دیگا

(۲۲۵) علامہ ابن حزم ظاہری نے کتاب الفصل ج ۴ ص ۱۸۰ میں لکھا ہے فکیف یستجیز مسلم ان یثبت بعدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نبیا فی الارض حاشا ما استثناہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الآثار المسندۃ الثابتۃ فی نزول عیسٰی بن مریم علیہ السلام فی آخر الزمان پھر کیسے ایک مسلمان آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زمین میں کسی نبی کے آنے کا جواز تلاش کر سکتا ہے سوائے اس کے کہ جس کو حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مستثنٰی فرمایا اس کا ذکر مستند اور پختہ احادیث میں آچکا ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت عیسٰیؑ آسمان سے نزول فرمائیں گے۔

(۲۲۶) نیز اسی کتاب میں لکھا کہ واما من قال ان بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا غیر عیسٰی بن مریم علیہ السلام فانہ لا یختلف اثنان فی تکفیرہ جو کہیگا کہ حضرت محمد صلی

اللہ علیہ وسلم کے بعد سوائے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے کوئی اور نبی بھی ہے تو اس کے کافر کہنے میں دو آدمیوں کا بھی اختلاف نہیں ہوا۔

(۲۲۷) اور المحلّٰی ج ۱ ص ۹ میں لکھا ان عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سینزل حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے ۔ عیسیٰ علیہ السلام ضرور اتریں گے

(۲۲۸) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ نے الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح ص ۱۱۹ و ۱۶۵ میں لکھا بعث المسیح علیہ السلام رسلہ یدعونہم الی دین اللہ فذھب بعضھم فی حیاتہ فی الارض وبعضھم بعد رفعہ الی السماء فدعوھم الی دین اللہ پس حضرت عیسیٰ نے لوگوں کو دین خدا کی طرف دعوت دینے کے لیے اپنے ایلچی بھیجے جن میں سے بعض تو جب ہی چلے گئے تھے جب آپ ابھی زمین میں اپنی زندگی گذار رہے تھے اور بعض اس وقت گئے جب آپؑ آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے تھے پھر انہوں نے لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دی (طبع جدید ج ۱ ص ۱۱۵ و ۱۱۶) آگے چل کر ج ۱ ص ۲۸۷ طبع جدید میں لکھا ویقال ان انطاکیۃ اول المدائن الکبار الذین اٰمنوا بالمسیح علیہ السلام وذلک بعد رفعہ الی السماء کہتے ہیں کہ بڑے شہروں میں سے پہلا شہر جہاں کے باشندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے وہ انطاکیہ شہر تھا۔ اور یہ واقعہ اس وقت کے بعد کا ہے جب آپؑ کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا تھا۔

(۲۲۹) علامہ ابن قیم نے کتاب التبیان (ص ۲۲ طبع قدیم و ص ۳۷ طبع جدید) میں لکھا ہے واللہ تعالیٰ رفع عیسیٰ علیہ السلام الیہ حضرت حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو اپنی طرف اٹھا لیا اور ص ۱۳۹ طبع قدیم و ۲۴۲ طبع جدید فصل ۱۱۹ میں لکھا ھذا المسیح بن مریم حی لم یمت وغذاؤہ من جنس غذاء الملئکۃ اور یہ مسیح بن مریم ابھی زندہ ہیں ان کی وفات نہیں ہوئی۔ اور آپؑ کی غذا فرشتوں کی غذا کی جنس میں سے ہے۔ اور ہدایۃ الحیاریٰ مع ذیل الفارق ص ۴۳ طبع مصر میں اور اسی طرح

(۲۳۳) نواب صدیق حسن خان ؒ نے حجج الکرامۃ ص ۴۲۲ باب ۸ میں لکھا ہے وھو نازل من السماء فیحکم بکتاب اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول گے پھر قرآن مجید کے مطابق فیصلے فرمائیں گے۔

(۲۳۱) شرح عقائد جلالی ج ۲ ص ۱۰۸ میں جلال دوانی نے لکھا ہے واما نزول عیسیٰ علیہ السلام فھو متابعۃ لشریعۃ صلے اللہ علیہ وسلم فھو مما یؤکد کونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول پھر ان کا شریعت محمدیہ کی اتباع کرنا سو ان امور میں سے ہے جن سے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی اور زیادہ تائید و تاکید ہو جاتی ہے۔

(۲۳۲) کتاب الاسلام میں بحوالہ توضیح الکلام ص ۵۴ ج ۲ میں لکھا ہے انہ یحکم لشرع نبینا صلی اللہ علیہ وسلم و وردت بہ الاحادیث وعلیہ الاجماع حضرت عیسیٰ اتریں گے اتر کر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شرع شریف کے مطابق فیصلے فرمایا کریں گے اور اس بارے میں احادیث بھی وارد ہیں اور اسی عقیدہ پر تمام کا اجماع بھی منعقد ہوچکا

(۲۳۳) شرح فقہ اکبر ص ۹۲ طبع مصر ۱۳۲۳ھ و طبع مصر ۱۹۲۳ء ص ۱۶ و طبع ص ۱۳۶ میں ملا علی القاریؒ نے لکھا ہے انہ (الدجال) یذوب کالملح فی الماء عند نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کے وقت دجال ایسا پگھلنے لگ جائے گا جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے؛ اسی طرح مرقاۃ ج ۵ ص ۱۶۰ میں ہے فینزل عیسیٰ ابن مریم من السماء پس عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے اتریں گے:

(۲۳۴) عقیدۃ الاسلام ص ۱۲۴ میں بحوالہ کشف الاسرار مطبوعہ مصر لکھا ہے کہ جُبّائی باوجود معتزلی ہونے کے کہتا ہے انہ لما رفع عیسیٰ بات یہ ہے کہ جب عیسیٰ اٹھائے گئے الخ

(۲۳۵) امام تورپشتیؒ نے المعتقد فی المعتقد میں لکھا بعد از ظہور دجال و فساد وے در زمین نزول عیسیٰ از آسمان خواہد شد؛

(۲۳۶) مولانا صدر الدین صاحب بر دڈ دی عقائد اسلام ص ۱۲ میں لکھتے ہیں عیسیٰ جو تھے آسمان سے اتر کر امام مہدی کی مدد کریں گے

(۲۳۷) مولانا نجم الغنی صاحب مترجم تہذیب العقائد مذاہب اسلام ص ۶۵ میں لکھتے ہیں دجال اور دابۃ الارض کا ظاہر ہونا اور یاجوج ماجوج کا خروج کرنا اور حضرت عیسیٰ بن مریم کا مسلمانوں کی مدد کے لیے آسمان سے اترنا اور تین خسوف کا ہونا۔ یہ سب باتیں ہونے والی ہیں۔

(۲۳۸) شیخ عبد الغنی النابلسی الدمشقی (متوفی ۱۱۴۳ھ) نے رشحات الاقلام شرح کفایۃ العوام ص ۱۸ میں لکھا ویہزم الدجال ثم یہبط عیسیٰ علیہ السلام الی الارض وھو متعمم بعمامۃ خضراء متقلد بسیف راکب علی فرسہ وبیدہ حربۃ فیاتی الیہ فیطعنہ بہا ویقتلہ وقد بسطنا الکلام علی ذلک وامثالہ من اشراط الساعۃ فی کتابنا المطالب الوفیۃ وغیرہ دجال کو شکست ہوگی پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سبز رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے زمین کی طرف اتریں گے تلوار گلے میں لٹکائے ہاتھ میں ہتھیار لے کر گھوڑے پہ سوار ہو کر دجال کی طرف بڑھیں گے اُسے نیزہ مار کر قتل کر دیں گے۔ یہ اور دیگر علامات قیامت کا بیان ہم نے المطالب الوفیہ وغیرہ کتابوں میں بسط سے کیا ہے۔

(۲۳۹) رمضان آفندی نے شرح شرح عقائد نسفیہ ص ۳۱۸ میں دس نشان قیامت کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ دھوئیں ۲ دجال ۳ دابۃ الارض ۴ مغرب کی طرف سے سورج کا طلوع ہونا۔ ۵ عیسیٰ بن مریم کا نزول ۶ یاجوج و ماجوج الخ

(۲۴۰) محشی نے اس کے حاشیہ پر لکھا پھر مہدی لشکر اسلام لے کر دجال کی طرف بڑھے گا اس سے مٹھ بھیڑ ہوگی مہدی کے ساتھی ۳۰ ہزار فوجی دجال کے ماریں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ ع زمین کی طرف اتر آئیں گے۔ سبز رنگ کی پگڑی بندھی ہوگی الخ

(۲۴۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح نے تکمیل الایمان ص ۳۰۶ میں لکھا ہے کہ مخبر صادق از علاماتِ قیامت خبر دادہ است مثل برآمدنِ آفتاب از مغرب کہ روز بہ بستن درہائے توبہ است و خروج دجال و دابۃ الارض و نزولِ عیسیٰؑ ...... حق است

(۲۴۲) شیخ محمد بن احمد الاسفرائنی الحنبلی رح نے اپنی کتاب لوائح الانوار البہیہ ج ۲ ص ۹۰ میں لکھا من علامات الساعۃ العظیمۃ العلامۃ .... الثالثۃ ان ینزل من السماء عیسیٰ بن مریم . ونزولہ ثابت بالکتٰب والسنۃ واجماع الامۃ قیامت کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے .... تیسری نشانی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اتریں گے . اور آپؑ کا آسمان سے اترنا کتاب (قرآن) وسنّت (حدیث نبوی) سے بھی ثابت ہے اور اجماعِ امت سے بھی ثابت ہے .

(۲۴۳) شرح عقائد جلالی ج ۲ ص ۱۰۰ میں ہے واما نزول عیسیٰؑ فہو ومتابعتہ لشریعتہ فہو مما یؤکد کونہ علیہ السلام خاتم النبیین حضرت عیسیٰؑ کا نزول اور پھر آپؑ کا شریعتِ محمدیہ کی پیروی کرنا ایسی بات ہے جس سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا مسئلہ اور زیادہ مؤکد ہوجاتا ہے .

(۲۴۴) عصام الدین اسفرائنی رح نے حاشیہ شرح عقائد نسفیہ ص ۲۳۶ میں لکھا ورد فی الحدیث من انہ ینسخ حکم الجزیۃ وقت نزول عیسیٰ علیہ السلام ولا یبقی الا الاسلام او السیف حدیث میں وارد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت جزیہ کا حکم نہ رہیگا اس وقت یہی ہوگا یا اسلام لاؤ یا تلوار لو۔

(۲۴۵) عبدالحکیم سیالکوٹی رح نے خیالی کے حاشیہ ص ۳۴۰ میں لکھا حیاتہ ونزولہ الی الارض واستقرارہ علیہ قد ثبت باحادیث صحیحۃ بحیث لم یبق فیہ شبہۃ ولم یختلف فیہ احد عیسیٰؑ کا زندہ رہنا اور آپؑ کا زمین کی طرف اترنا اور ٹھیرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے ، ایسے کہ اس میں کچھ شبہ نہیں رہا اور نہ ہی اس میں کسی ایک کا اختلاف ہے۔

صوفیائے کرام رح کا عقیدہ دربارۂ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

(۲۴۶) ابن عربی مالکی نے فتوحات مکیہ باب ۳۶۷ جلد ۳ ص ۳۴۱ میں لکھا ہے انہ علیہ السلام لم یمت الی الآن بل رفعہ اللہ الی ھذہ السماء و اسکنہ فیھا حضرت عیسیٰ ؑ کے بارے کچھ شک شبہ نہیں کہ وہ ابھی تک فوت نہیں ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اِس آسمان کی طرف اٹھا لیا اور وہیں آپؑ کو سکونت کی جگہ دی۔ نیز

(۲۴۷) فتوحات مکیہ جلد ۲ ص ۱۲۵ میں لکھا ہے کہ ان عیسیٰ علیہ السلام ینزل فی ھذہ الامۃ فی آخر الزمان ویحکم بشریعۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت میں آخر زمانہ میں نزول فرمائیں گے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق فیصلے فرمایا کریں گے۔

یہی مضمون فتوحات مکیہ ج ۱ باب ۴۴ ص ۱۳۵ و ج ۲ باب ۴۹ ص ۳ و ۱۳۵ و ج ۳ ص ۵۱۰ میں مذکور ہیں

(۲۴۸) زرقانی مالکی رح نے المواہب اللدنیہ میں لکھا ہے رفع عیسیٰ علیہ السلام وھو حیّ الآن علی الصحیح یعنی صحیح مذہب کے مطابق یہی عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھایا گیا اسی حال میں کہ وہ زندہ تھے۔ اور اب بھی وہ زندہ ہیں۔ نیز ج ۲ ص ۲۴ میں ہے ثبت انہ علیہ السلام رفع بجسدہ یہ بات پایۂ ثبوت و تحقیق کو پہنچی ہوئی ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو جسم سمیت اٹھا لیا گیا۔

(۲۴۹) عبدالوہاب شعرانی رح نے طبقات کبریٰ ج ۱ ص ۲۰۶ میں لکھا ہے وانہ علیہ السلام رفع بجسدہ و انہ حیّ الآن وسیرجع الی الدنیا فیکون ملکا ثم یموت کما یموت الناس اور یہ عقیدہ رکھنا بھی ضروری ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم سمیت اٹھائے گئے ہیں اور ابھی وہ زندہ ہیں اور پھر دنیا کی طرف واپس آئیں گے پھر وہ حکومت

کریں گے پھر جیسے دوسرے لوگ مرتے ہیں ایسے وہ بھی وفات پائیں گے۔

(۲۵۰) نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۷۰ میں ہے رفع اللہ عیسیٰ علیہ السلام الی السماء اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھا لیا۔

(۲۵۱) شیخ فریدالدین عطار نے مثنوی عطار ص ۲۰ میں لکھا شعر

عشق عیسیٰ را بگردوں می برد ؛ یافت ادریس جنت از رحمل

(۲۵۲) خطیب شربینی رح سراج المنیر ج ۱ ص ۲۰۸ میں لکھتے ہیں وقیل یکلم الناس فی المهد صبیا وعند نزوله من السماء کهلا یکلم الناس فی المهد کا مطلب یہ بتایا گیا ہے کہ اے مریم! تیرا بیٹا گود میں لوگوں سے بات کرے گا یعنی بچہ ہونے کی حالت میں اور آسمان سے اترنے کے وقت ادھیڑ عمر کا ہو کر بھی لوگوں سے باتیں کرے گا۔

(۲۵۳) سید الطائفہ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رح نے غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۱۵۱ مصر میں فرمایا والتاسع رفع اللہ عزوجل عیسیٰ علیہ السلام بن مریم الی السماء اور نویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو آسمان کی طرف اٹھا لیا۔

(۲۵۴) محمد برکوی رح نے طریقۂ محمدیہ میں فرمایا ہے ونزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء ..... حق اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا برحق ہے۔

(۲۵۵) امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکتوبات کے دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۷ میں لکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ از آسمان نزول خواہد فرمود متابعت شریعت خاتم الرسل خواہد نمود حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آسمان سے نازل فرمائیں گے تو خاتم الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی فرمائیں گے۔

(۲۵۶) خواجہ معین الدین اجمیری رحمہ اللہ انیس الارواح ص ۹ میں فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام از آسمان فرود آید۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے

(۲۵۷) صوفی علاؤالدین خازن نے تفسیر ج۱ ص ۴۱۴ میں لکھا فی ھٰذا الحدیث دلیل علی ان عیسیٰ علیہ السلام ینزل فی اٰخر الزمان فی ھٰذہ الامۃ ویحکم بشریعۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وانہ لا ینزل نبیاً برسالۃ مستقلۃ ناسخۃ بل یکون حاکماً من حکام ھٰذہ الامۃ سو اس حدیث پاک میں اس عقیدہ کی دلیل ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت میں اتریں گے اور حضرت رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق فیصلے فرمائیں گے اور اس حدیث میں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہو کر بھی مستقل رسالت لے کر نہ اتریں گے جو شرع محمدی کی ناسخ ہو بلکہ عیسیٰ بحالت نبوت یعنی نبی رہ کر بھی اس امت کے حاکموں میں سے ایک اعلیٰ حاکم ہوں گے

(۲۵۸) امام عبدالوہاب شعرانی رح الیواقیت والجواہر ج۲ ص ۱۹۱ بحث ۶۵ میں لکھتے ہیں والحق ان المسیح رفع بجسدہ الی السماء۔ والایمان بذٰلک واجب قال اللہ تعالیٰ بل رفعہ اللہ الیہ اور امر حق ومذہب حق یہی ہے کہ حضرت مسیح (عیسیٰ بن مریم علیہ السلام) اپنے جسد (عنصری) سمیت آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں۔ اور اس بات پر ایمان رکھنا واجب اور فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے بل رفعہ اللہ الیہ؛

(۲۵۹) علامہ ابو طاہر قزوینی کا عقیدہ الیواقیت والجواہر ج۲ ص ۱۹۱ میں ذکر ہے قال ابو طاھر القزوینی واعلم ان کیفیۃ رفع عیسیٰ ونزولہ وکیفیۃ مکثہ فی السماء الی ان ینزل من غیر طعام ولا شراب مما یتقاصر عن ادراکہ العقل، اور یہ بات سمجھ لینی ضروری ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوپر اٹھائے جانے اور ان کے اترنے کی کیفیت اور بغیر کھائے پیئے آسمان میں آپ کے ٹھہرنے کی کیفیت یہاں تک کہ آپ اتریں ان امور میں سے ہے جن کا ادراک کرنے سے عقل قاصر ہے۔

(۲۶۰) حضرت خواجہ علی ہجویری (المعروف عوام بہ داتا گنج بخش) نے اپنی کتاب کشف المحجوب کے اردو ترجمہ مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور کے ص ۵۲ میں لکھا ہے کہ

حضرت عیسٰیؑ مرقع لکھنے تھے جس کو وہ آسمان پر لے گئے ؛ (مرقع لمبی گودڑی)

(۲۶۱) خواجہ عثمان ہرونی رحمہ کا عقیدہ انیس الارواح مطبوعہ نول کشور لکھنؤ ص ۹ میں لکھا ہے محمد بن عبداللہ یعنی امام مہدی بیروں آید از شرق تا غرب عدل دے بگیرد و حضرت عیسٰے علیہ السلام از آسمان فرود آید

(۲۶۲) خواجہ محمد پارسا رحمہ کا عقیدہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے مکتوبات دفتر سوم مکتوب ۵۵ میں لکھا کہ "حضرت خواجہ محمد پارسا رحمہ در کتاب فصول ستہ نقل معتمدی آرد کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بعد از نزول عمل بہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ خواہد کرد ۔

(۲۶۳) قاضی عیاض رحمہ کا عقیدہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۰۳ میں ذکر کیا قال القاضی رحمہ نزول عیسٰیؑ وقتل الدجال حق وصحیح عند اھل السنۃ بالاحادیث الصحیحۃ حضرت عیسے علیہ السلام کا اتر کر دجال کو قتل کرنا یہ عقیدہ احادیث صحیحہ کی رُو سے اہل السنۃ کے نزدیک برحق اور صحیح ہے۔

(۲۶۴) شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی رحمہ نے اپنی کتاب "علامات قیامت" مترجم اردو ص ۱۰۰ میں لکھتے ہیں "حضرت عیسٰے علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر تکیہ لگائے آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارہ پر جلوہ افروز ہوں گے

(۲۶۵) شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی نے موضح القرآن میں لکھا ہے حضرت عیسٰیؑ ابھی زندہ ہیں۔ جب یہود میں دجال پیدا ہو جائے گا تب اس جہان میں آکر اس کو مار یں گے ؛

(۲۶۶) حضرت محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ نے تحفۃ النصائح ص ۵۱ میں لکھا دانی قیامت را نشاں دجال دیگر دابہم ؛ عیسٰی فرو آید کشد دجال را از بہشت فر دجال اور دابۃ الارض کو بھی قیامت کا نشان جان۔ عیسٰی علیہ السلام بھی اتر کر دجال کو لُد سے

کی پشت سے کھینچ قتل کریں گے :

(۲۶۷) شاہ اہل اللہ برادر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہما اللہ تعالیٰ نے چہار باب ص ۴ میں لکھتے ہیں عقیدہ : روزِ قیامت با اشراط و علامات آں کہ در کتب مسطور و مذکور است چنانچہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام و خروج دجال و دابۃ الارض و یاجوج و ماجوج و طلوعِ آفتاب از طرف مغرب و غیر ذلک ہمہ راست و درست است۔ کتابوں میں جو جو قیامت کے نشان مذکور ہیں سب ٹھیک اور درست ہیں جیسے عیسیٰ کا اترنا دجال کا ظہور

(۲۶۸) مولانا جلال الدین مولائے روم رح نے مثنوی معنوی جزو اول ص ۱ میں لکھا ع جسمِ خاک از عشق بر افلاک شد ۔ بآیت کریمہ کہ در سورۃ النساء است در شان حضرت عیسیٰ علیہ السلام بل رفعہ اللہ الیہ یعنی بر داشت او را خدا بسوئے خود الخ

(۲۶۹) حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ کا عقیدہ علامہ دمیری رح کی کتاب حیاۃ الحیوان ج ۱ ص ۳۰۶ میں ہے عن ابی نعیم قال سمعت المعروف الکرخی رحمہ اللہ تعالیٰ یقول فاوحی اللہ عزوجل الی جبرئیل ع ان ارفع عبدی الیّ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل ع کی طرف وحی کی کہ میرے بندے کو میری طرف اٹھا لا۔

(۲۷۰) شیخ ابو علی زین الدین علی الحیری الفنانی نے سراج القلوب ص ۲۰۰ میں نشاناتِ قیامت میں لکھا قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہا لن تقوم الساعۃ حتی ترد قبلہا عشر آیات فذکر الدخان و الدجال و الدابۃ و طلوع الشمس من مغربہا و نزول عیسیٰ ابن مریم نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس نشان آنے سے پہلے قیامت برپا نہ ہوگی۔ دھوآں۔ دجال۔ دابۃ الارض۔ سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع کرنا اور حضرت عیسیٰ بن مریم کا اترنا۔

مؤرخین کا عقیدہ دربارہ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

(۲۷۱) مؤرخ ابن اثیر تاریخ الکامل ج ا ص ۱۰۹ میں لکھتے ہیں فرفع عیسیٰ علیہ السلام الی السماء من تلک الروزنۃ پھر حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کو اس روزن سے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا

(۲۷۲) مؤرخ مسعودیؒ تاریخ مروج الذہب (برحاشیہ ابن اثیر ج ۱ ص ۸۵) میں لکھتا ہے رفع الله عیسیٰ علیہ السلام وھو ابن ثلث وثلثین سنۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو ۳۳ سال کی عمر میں اٹھا لیا

(۲۷۳) مؤرخ خادم علی فاروقی نے تاریخ جدولیہ ص ۵۰۹ میں کہا حضرت عیسیٰؑ ۵۶۱۶ سنہ ہبوطِ آدمؑ میں آسمان پر اٹھائے گئے۔

(۲۷۴) مؤرخ ابن خلدون اپنی تاریخ ج ۲ ص ۲۰۷ میں لکھتے ہیں ان المھدی الاکبر الذی یخرج فی اٰخرالزمان وان عیسیٰ علیہ السلام یکون صاحبہ ویصلی خلفہ مہدی اکبر جو آخر زمان میں نکلیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھی ہونگے اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔

(۲۷۵) ابو القاسم اندلسی کا مذہب صاحب عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۴ میں لکھتے ہیں قال ابو القاسم الاندلسی لا شک ان عیسیٰؑ فی السماء وھو حیّ اس عقیدہ میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان میں ہیں اور وہ زندہ ہیں؛

(۲۷۶) تاریخ مدینہ دمشق میں ابن عساکر نے لکھا ہے (ص ۲۷) ان اللہ رفعہ بجسدہ وانہ حی الاٰن وسیرجع الی الدنیا فیکون فیہا ملکاً ثم یموت کما یموت الناس اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو اُن کے جسدِ مبارک سمیت اٹھا لیا۔ وہ یقیناً ابھی زندہ ہیں اور دنیا کی طرف واپس آکر بادشاہت کریں گے پھر دوسرے لوگوں کی طرح وفات پائیں گے

(۲۷۷) محمد بن سعد نے بھی اپنے طبقات ج ۱ ص ۲۶ میں اسی طرح لکھا ہے۔

اہلِ لغت کا عقیدہ دربارۂ حیاۃِ عیسیٰ علیہ السلام

(۲۷۸) علامہ مجد الدین فیروز آبادی نے قاموس ج ۱ ص ۳۴۸ میں لکھا (وفی الحدیث یقتل عیسیٰ ۔ الدجال عند باب لُدّ الخ) عیسیٰ دجال کو لد کے دروازہ کے پاس قتل کریں گے۔

(۲۷۹) مولوی فیروز الدین ڈسکوی نے لغات فیروزی ص ۳۰۰ میں لکھا ہے خدا نے عیسیٰ کو آسمان پر زندہ اٹھا لیا۔ قیامت کے نزدیک مسیح ۔ پھر اتریں گے

دیگر علماء کرام کا عقیدہ درباره حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

(۲۸۰) فقیہ ابو الولید ابن رشد کا قول ابو عبد اللہ الاُبّی نے شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۵ میں نقل کیا ولا بد من نزول عیسیٰ لتواتر الاحادیث فی ذٰلک ۔ وفی العتبیۃ کان ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ یلقی الفتی الشاب فیقول یا ابن اخی انک عسیٰ ان تلقیٰ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فاقرأہ منی السلام فحقیقا لنزولہ متواتر احادیث کی رو سے حضرت عیسیٰؑ کا نزول لازمی ہے۔ عتبیہ میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کو تحقیق و قطعی بتانے کے لیے نوجوان کو ملتے تو کہتے بھتیجے ! ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم سے تیری ملاقات ہو تو میرا اسلام انھیں پہنچا دینا۔

(۲۸۱) علامہ دمیری رح کا عقیدہ حیات الحیوان ج ۱ ص ۴ میں ہے ینزل عیسیٰؑ الی الارض وکان راسہ یقطر الماء حضرت عیسیٰ ؑ زمین کی طرف اتریں گے اور ان کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوں گے۔

(۲۸۲) جمع الوسائل مصر ص ۵۶۳ میں لکھا ان عیسیٰ علیہ السلام یدفن بجنب نبینا صلی اللہ علیہ وسلم بینہ وبین الشیخین حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پانے کے بعد ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آپ کے اور شیخین (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کے درمیان دفن ہوں گے۔

(۲۸۳) یوسف بن اسمٰعیل النبہانی نے حجۃ اللہ علی العالمین ص ۳۹۳ میں لکھا ان اللہ تعالیٰ رفع عیسیٰ علیہ السلام الی السماء وھو ابن ثلث وثلثین سنۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو ۳۳ برس کی عمر میں آسمان کی طرف اٹھا لیا۔

(۲۸۴) مصنف تحفۃ الباری ج ۲ ص ۲۰۹ میں لکھتے ہیں باب نزول عیسیٰؑ ای من السماء الی الارض یعنی یہ بیان ہے عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کا یعنی آسمان سے زمین کی طرف

(۲۰۵) محمد بن عبد اللہ کا عقیدہ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۳۰۳ میں لکھا ہے تواترت الاخبار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی نزول عیسیٰ من السماء بجسدہ العنصری الی الارض عند قرب الساعۃ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ کا اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان سے نزول فرمانے کے بارے میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر کثرت سے احادیث مروی ہیں جو تواتر کی حد کو پہنچی ہوئی ہیں پھر لکھا ان عیسیٰ حی فی السماء ینزل فی اٰخر الزمان بذاتہ الشریف یہ امر محقق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ موجود ہیں۔ آپ آخر زمانہ میں بذات خود نزول فرمائیں گے۔ نیز لکھا اتفق اھل السنۃ علی ان عیسیٰ ؑ الاٰن حی فی السماء لم یمت تمام اہل السنۃ کا اس عقیدہ پر اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب اس وقت زندہ آسمان میں موجود ہیں ان پر موت نہیں آئی

(۲۰۶) مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری نے صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۶۵ کتاب التفسیر کے حاشیہ ۳ میں لکھا فلما توفیتنی بالرفع الی السماء۔ نیز ص ۱۴۰ حاشیہ ۱۵ میں لکھا لاشک ان عیسیٰ علیہ السلام فی السماء وھو حی اس میں کچھ نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں ہیں اور وہ زندہ ہیں۔ نیز ص ۱۰۵۵ حاشیہ میں لکھا ان عیسیٰ علیہ السلام یقتل الدجال بعد ان ینزل من السماء فیحکم بالشریعۃ المحمدیۃ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد دجال کو قتل کریں گے پھر شریعت محمدیہ کے مطابق فیصلے فرمایا کریں گے:

(۲۰۷) مولانا شیخ الہند محمود الحسن دیوبندیؒ ابو داؤد ج ۲ ص ۲۴۵ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں ان عیسیٰ یقتل الدجال بعد ان ینزل من السماء فیحکم بالشریعۃ المحمدیۃ حضرت عیسیٰ ؑ آسمان سے اتر کر دجال کو قتل کریں گے پھر شریعت محمدؐ کے موافق فیصلے فرمایا کریں گے

(۲۸۸) مولوی وحید الزمان حیدر آبادی نے لملتقطات علی تبویب المشکوٰۃ ج ۳ص ۹۹ میں لکھا: قیامت کے قریب امام مہدی کے وقت میں عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے:

(۲۸۹) علامہ کاشفی نے معارج النبوۃ قلمی ورق ۳۰ صفحہ اول میں لکھا۔ عیسیٰ علیہ السلام را بآسمان چہارم بردند۔ بل رفعہ اللہ الیہ نیز ورق ۱۴۱ میں لکھا: اول عیسیٰ علیہ السلام بامداد خداوند تعالیٰ بآسمان رفت۔

(۲۹۰) محمد بن نصر الدین بن جعفر نے بحر ... فی میں لکھا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام من السماء الرابعہ الخ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو تھے آسمان سے اتریں گے

(۲۹۱) مولانا عبد الحی لکھنوی نے کتاب زجر الناس ص ۵ میں لکھا یاتی عیسیٰ ابن مریم فی اخر الزمان علی شریعۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وھو نبی حضرت عیسیٰ ؑ آخر زمانہ میں آئیں گے شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ربند ہوں گے اور وہ نبی بھی بدستور رہیں گے۔

(۲۹۲) یحییٰ بن اشرف محی الدین علامہ نووی ؒ نے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۰۳ میں کہ فیبعث اللہ عیسیٰ بن مریم ای ینزلہ من السماء حاکما بشریعتنا یعنی حضرت عیسیٰ ؑ کو اللہ تعالیٰ مبعوث فرمائے گا یعنی ان کو آسمان سے بدل کر ہماری شریعت کا حاکم امام بنائے گا۔

(۲۹۳) شیخ شہاب الدین الحافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۳۱۹ میں لکھا واما رفع عیسیٰ علیہ السلام فاتفق اصحاب الاخبار والتفسیر علی انہ رفع ببدنہ حیا یعنی اہل احادیث واہل تفسیر کا اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ اسی بدن (عنصری) کے ساتھ اٹھائے گئے!

(۲۹۴) علامہ بدر الدین عینی ؒ نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۵۴۵ میں

لکھا ہے ان عیسٰی علیہ السلام دعا اللہ لما رای صفۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وامتہ ان یجعلہ منہم فاستجاب اللہ دعاءہ وابقاہ حتی ینزل فی آخر الزمان ویجدد امر الاسلام حضرت عیسٰی علیہ السلام نے جب صفۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی امت کی صفت کو دیکھا تو اللہ تعالٰی سے دعا کی کہ اللہ تعالٰی مجھے بھی ان میں سے بنائے تو اللہ تعالٰی نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو باقی رکھا حتٰی کہ آخر زمانہ میں ان کو اتاریے گا اور اگر دینِ اسلام کی تجدید فرمائیں گے

عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۲۳ میں ہے الصحیح ان عیسٰی علیہ السلام رفع وھو حی صحیح یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام زندہ ہونے کی حالت میں اٹھائے گئے۔

عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۲۷ میں لکھا ان عیسٰی یقتل الدجال بعد ان ینزل من السماء حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان سے نزول فرمانے کے بعد دجال کو قتل کریں گے۔

(۲۹۵) علامہ قسطلانیؒ نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۳۱۱ میں لکھا توفیتنی ای بالرفع الی السماء اور ج ۵ ص ۴۱۹ میں لکھا ینزل عیسٰی من السماء الی الارض

(۲۹۶) مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان باب دوم ص ۱۳۱ میں لکھا ہے۔ قیامت کے دن حضرت عیسٰی علیہ السلام خدا کے آگے یوں عرض کریں گے۔ میرے آسمان پر جانے کے بعد ان لوگوں نے مجھ کو اور میری ماں کو پوجا اور پرستش کی جب تو نے مجھ کو اپنی طرف پھیر لیا اور میں آسمان پر گیا الخ

(۲۹۷) علامہ مناویؒ کا مشارق الانوار ص ۱۰۹ میں عقیدہ لکھا قال المناوی فی جوھر العقدین وفی مسلم خروج الدجال فیبعث اللہ عیسٰی علیہ السلام

(۲۹۸) علامہ نفراویؒ کا عقیدہ مشارق الانوار ص ۱۱۰ میں ہے ان جبریل یـنـزل علی عیسٰی علیہ السلام بعد نزول عیسٰی علیہ السلام من السماء حضرت عیسٰیؑ کے آسمان سے اترنے کے بعد آپؑ پر حضرت جبرئیل علیہ السلام اتریں گے۔

(۲۹۹) علامہ زرقانی رح نے شرح مواہب لدنیہ میں لکھا فاذا نزل سیدنا عیسیٰؑ فانہ بحکم بشریعۃ نبینا م جب ہمارے سردار عیسیٰ م اتریں گے تو وہ ہمارے نبی م کی شریعت کے مطابق فیصلے فرمایا کریں (نہ اپنی پہلی شریعت پر جو انجیل میں تھی۔

(۳۰۰) شیخ محمد اکرم صابری کا عقیدہ اقتباس الانوار ص ۷۲ میں ہے در اکثر احادیث صحیح و متواتر از حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ورود یافتہ کہ مہدی از بنی فاطمہ خواہد بود۔ و عیسیٰ م باو اقتداً کردہ نماز خواہد گذارد۔ و جمیع عارفان صاحب تمکین برایں متفق اند

(۳۰۱) رضی الدین حسن بن الحسن صغانی رح کا عقیدہ مشارق الانوار مصر ۱۱ میں ہے ان عیسیٰؑ حی فی السماء الثانیۃ لا یاکل ولا یشرب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان میں بغیر کھائے پیئے زندہ تشریف فرما ہیں۔

(۳۰۲) شیخ محمد حبانؒ کا عقیدہ اسعاف الراغبین بر حاشیہ مشارق الانوار مصر ص ۱۲۷ میں ہے ان عیسٰے یقتل الدجال بباب لد بارض فلسطین حضرت عیسیٰؑ دجال کو ارضِ فلسطین میں لُد کے مقام پر قتل کریں گے۔

(۳۰۳) آل حسن کا عقیدہ استفسار بر حاشیہ ازالۃ الشکوک مطبوعہ سید المطابع ص ۲۵۸ میں ہے "حضرت عیسٰے علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔

(۳۰۴) سید نذیر حسین دہلوی نے فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۸ میں لکھا "جو شخص اپنے کو عیسٰے موعود کہتا ہے، اور عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا قائل ہے وہ بڑا دجال کذاب منکرِ قرآن و احادیث متواترہ ہے۔ آگے دلائل لکھ کر خلاصہ نکالتے ہیں۔ بالجملہ جمیع اہل السنۃ والجماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں!

(۳۰۵) نظم المتناثر من الاحادیث المتواترۃ ص ۱۴۷ میں محمد بن جعفر کتانی رح نے لکھا ہے وقد ذکروا ان نزول سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ثابت بالکتاب والسنۃ والاجماع ...

علماء کرام نے ذکر فرمایا ہے کہ سیدنا عیسٰی علیہ السلام کا نزول قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے . . . . پھر پوری بحث سے فارغ ہو کر حاصلِ بحث لکھتے ہیں والحاصل ان الاحادیث الواردۃ فی المھدی المنتظر متواترۃ وکذا الاحادیث الواردۃ فی الدجال وفی نزول سیدنا عیسٰیؑ بن مریم علیہ السلام حاصل اس ساری مذکور کلام کا یہ ہے کہ مہدی منتظرؑ اور دجال اور سیدنا عیسٰی بن مریم علیہ السلام کے نزول کے بارے متواتر احادیث وارد ہیں (جن میں کسی طرح شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے)

(۳۰۶) شیخ محمد رحمت اللہ صاحب مکی رح نے ازالۃ الشکوک ج۱ ص ۳۴۵ میں اپنا عقیدہ لکھا " آسمان کی طرف حضرت عیسٰیؑ کی روح مع بدن کے اٹھائی گئی۔ کوئی روح کو بغیر بدن کے نہ سمجھے۔

(۳۰۷) مولانا خرم علی جونپوری رح تحفۃ الاخیار اردو ترجمہ مشارق الانوار ص ۳۴۶ میں لکھتے ہیں قیامت کے قریب امام مہدی کے وقت میں حضرت عیسٰیؑ آسمان سے اتریں گے۔ اور نصرانی دین کو مٹا دیں گے

(۳۰۸) مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دار العلوم دیوبند ہدیۃ الشیعہ ص ۲۱ میں لکھتے ہیں حضرت عیسٰیؑ حافظِ انجیل باتفاقِ شیعہ وسنی آسمان پر زندہ موجود ہیں

(۳۰۹) زجاج کا عقیدہ بحر محیط ج ۲ ص ۴۷۳ میں ذکر ہے کان عیسٰی فی بیت لہ کوۃ فدخل رجل لیقتلہ فرفع عیسٰیؑ من البیت حضرت عیسٰیؑ سوراخ والے مکان میں تھے تو ایک آدمی آپؑ کو قتل کے ارادے سے اندر گیا تو آپؑ اس مکان سے اٹھائے جا چکے تھے

(۳۱۰) ابو بکر بن ابی شیبہ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؓ نے فرمایا رفع اللہ عیسٰیؑ من روزنۃ کانت فی البیت (بحر محیط ج ۲ ص ۴۷۳) مکان کے روشن دان میں سے اللہ تعالٰی نے عیسٰیؑ کو اٹھا لیا؛ نیز آپؓ سے روایت ہے رفعہ الی

السما وسماء الدنیا فھو فیھا یسبح مع الملائکۃ ثم یھبطہ اللہ عند ظھور الدجال علی صخرۃ بیت المقدس اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو آسمان دنیا کی طرف اٹھایا جس میں آپؑ فرشتوں کے ساتھ تسبیح میں لگے ہوئے ہیں پھر جب دجال کا ظہور ہوگا تب آپؑ کو اللہ تعالیٰ صخرۂ بیت المقدس پہ اتارے گا:

(۳۱۱) امام بخاری رحمہ نے تاریخ کبیر ا قسم ا ص ۲۶۳ میں محمد بن یوسف بن عبداللہ بن سلام کے ترجمہ میں عبداللہ بن سلام کی روایت لکھی کہ یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللہ وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعا حضرت عیسیٰؑ نبی پاک اور ابوبکر و عمر کے ساتھ دفن ہوں گے پھر آپ کی قبر چوتھی ہوگی:

صاحب مجمع الزوائد نے ج ۸ ص ۲۰۶ میں

(۳۱۲) طبرانی سے یہی روایت بطریق عثمان بن ضحاک ذکر کی جس کو گو ابوداؤد نے ضعیف کہا ہے مگر ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے دیکھو درمنثور ج ۲ ص ۲۴۵

(۳۱۳) سعید بن مسیب سے بھی یہی روایت ابن نجار نے الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ ج ۲ ص ۳۹۱ ذکر کی اور

(۳۱۴) الزین المراغی نے بھی تحقیق النصرۃ ص ۱۰۰ میں یہی روایت بیان کی ہے۔

(۳۱۵) حضرت ابو سعید خدری رضہ کی روایت کنز العمال ج ۷ ص ۱۸۷، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۶۴، ذکر ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منا الذی یصلی عیسیٰ بن مریم خلفہ ہم اہل بیت نبوت میں سے وہ شخص ہوگا جس کے پیچھے عیسیٰ بن مریم نماز ادا کریں گے دہلوی کہتا ہے کہ اس سے واماکم منکم کی تائید ہوگئی۔ اور مرزا طاہر کی تاویل باطل ہوگئی جس نے کہا تقدیر عبارت یوں ہے وھو امامکم منکم)"

(۳۱۶) امام بخاریؒ نے تاریخ کبیر ج ۳ ق ۱ ص ۲۳۳، ۲۴۴ قوم ۲ ترجمہ کیسان میں اور ہیثمی نے مجمع الزوائد ۸: ۲۰۵ میں کنز العمال ۷: ۲۶۷ میں، تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۱

ص ۲۱۶ - ۲۱۷ میں کیسان بن عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے
ینزل عیسی ابن مریم عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق

(۳۱۷) سلمۃ بن نفیل رضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا لاینقطع الجہاد حتی ینزل عیسیٰ بن مریم (عیسے بن مریم کے نزول تک جہاد کا حکم جاری رہیگا) نسائی ج ۲ ص ۲۱۴ و مسند احمد ۴ : ۱۰۴

(۳۱۸) ابو یعلیٰ نے جابر بن عبداللہ رضہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیشہ میری امت حق پر ہوگی غالب رہیگی حتے کہ عیسیٰ ابن مریم اتریں گے۔ ان کا امام کہیگا آگے بڑھیں نماز پڑھائیے تو حضرت عیسیٰ فرمائیں گے تم زیادہ لائق ہو الخ

(۳۱۹) سلمۃ بن نفیل سکونی رضہ نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عیسیٰ ابن مریم ع کے نزول تک جہاد کا حکم بند نہ ہوگا (سنن نسائی ۶ : ۲۱۴ و مسند احمد ۴ : ۱۰۴) •

(۳۲۰) ابن عباس رضہ کا اثر طبقات کبریٰ ۱ : ۲۶ طبع مصر میں ہے اخبرنا ھشام محمد بن السائب عن ابیہ عن ابی صالح عن عبداللہ بن عباس رضہ قال کان بین موسیٰ ابن عمران وعیسیٰ ابن مریم علیہما السلام الف سنۃ وتسع مائۃ سنۃ وستۃ اشھر فلم یکن بینہم فترۃ وان عیسیٰ علیہ السلام حین رفع کان ابن اثنین وثلاثین سنۃ وکانت نبوتہ ثلاثون شھرا وان اللہ رفعہ بجسدہ وانہ الآن حی وسیرجع الی الدنیا فیکون فیہا ملکا ثم یموت کما یموت الناس حضرت ابن عباس رضہ کی روایت محمد بن سائب وابی صالح کے واسطے سے ہشام نے بتائی کہ حضرت موسےٰ بن عمران ؑ اور عیسیٰ بن مریم ؑ کے درمیان ایک ہزار نوسو سال اور چھ مہینہ کا عرصہ گذرا جو نبوت سے خالی نہیں گذرا اور حضرت عیسیٰ بن مریم ؑ بعمر ۳۳ برس اٹھائے گئے اور ان کی نبوت کا زمانہ ۳۰ ماہ تھا اور اللہ نے ان کو جسم سمیت اٹھا لیا اور وہ ابھی زندہ

ہیں اور ضرور اس دنیا کی طرف واپس آئیں گے حکومت کریں گے پھر جس طرح اور لوگ مرتے ہیں وہ بھی وفات پائیں گے

نوٹ: اس حدیث سے مرزا کے تمام توہمات رفع ہو جاتے ہیں باین طور کہ

I حضرت عیسیٰؑ کا رفع جسمانی ہوا۔ رفع روحانی کا ڈھکوسلا غلط ہوا

II 〃 〃 〃 〃 〃 ۳۳ برس کی عمر میں ہوا ۱۲۰ برس یا قبر کشمیر کا رد ہوا

III 〃 〃 زندہ اٹھایا جانا ثابت ہوا۔ وفات مسیح کا ڈھکوسلا غلط ہوا

IV وہی حضرت عیسیٰ بذات خود واپس تشریف لائیں گے جو آسمان کی طرف اٹھائے گئے نہ یہ کہ ان کا کوئی مثیل آئے گا۔

V حضرت عیسیٰؑ آپ عادل بادشاہ ہوں گے اور جزیہ معاف کر دیں گے۔ اور جزیہ وہی معاف کر سکتا ہے جو بادشاہ ہو۔ اور مرزا بادشاہ نہ تھا بلکہ انگریز کا محکوم تھا!

VI حضرت عیسیٰؑ کا نزول کے وقت تک زندہ رہنا ثابت ہوا کیونکہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ثم یموت کما یموت الناس یعنی نزول سے کافی دیر بعد آپؑ وفات پائیں گے جس طرح اور لوگ فوت ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضؓ کا یہ ہرگز عقیدہ نہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ دوسرے نبیوں رسولوں اور انسانوں کی طرح وفات پا چکے ہیں۔

نیز اس عبارت سے آپؓ کے ممیتک فرمانے کا صحیح مفہوم سمجھ میں آگیا کہ آپؑ نزول کے بعد اپنی طبعی موت سے وفات پائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ وعدہ فرما رہا ہے کہ اے عیسیٰؑ تم بے فکر رہو۔ یہ یہود نہ تو آپ کو قتل کر سکیں گے نہ سولی پر چڑھا سکیں گے بلکہ آپؑ تک یہود کا ہاتھ تک نہ پہنچ سکے گا۔ سردست آپؑ کو آسمان کی طرف اٹھاؤں گا پھر ایک وقت آئے گا آپ کو واپس دنیا میں لاؤں گا پھر حکومت کرکے ہی آپکو ماروں گا

آپ نے یہ حوالجات تو دیکھ لیے ان کے علاوہ بڑے بڑے علماء نے مستقل کتابیں اس عقیدہ پر لکھیں وہ خدا کو معلوم ہے کہ ان چودہ صدیوں میں کتنے علماء نے کتنی کتب

لکھی ہیں۔ معمولی نظر کے ساتھ دیکھنے سے ہمارے سامنے یہ مطبوعہ کتابیں ہیں

عقیدۃ الاسلام از سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام از مولنا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

التصریح بما تواتر فی نزول المسیح از سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رح

نظرۃ عابرۃ فی مزاعم من ینکر نزول عیسیٰؑ قبل الآخرۃ طبع مصر ۱۳۶۳ھ للعلامۃ کوثری

عقیدۃ اہل الاسلام فی نزول عیسیٰ علیہ السلام للشیخ عبداللہ بن صدیق الغماری رح

اقامۃ البرہان علی نزول عیسیٰؑ فی آخر الزمان " " " " "

محمد مرتضیٰ زبیدی نے تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۹۳ میں اور زمخشری نے اساس البلاغۃ میں لکھا ومن المجاز ادرکتہ الوفاۃ ای الموت والمنیۃ وتوفی فلان اذا مات وتوفاہ اللہ عزوجل اذا قبض نفسہ وفی الصحاح روحہ یعنی اور کہ الوفات میں وفات کے معنے موت کے مجازی ہیں اسی طرح توفی فلان کے معنے مرگیا مجازی ہیں اسی توفاہ اللہ عزوجل کے معنے اللہ تعالیٰ نے اس کی جان (روح) قبض کر لی یعنے وہ مرگیا مجازی ہیں۔ حقیقی معنے نہیں ہیں۔ اور حقیقی معنے اسی سطر میں لکھے استوفاہ وتوفاہ ای لم یدع منہ شیئاً یعنی اس کو پورے کا پورا لے لیا اس میں سے ذرہ سی چیز بھی بغیر لیے نہیں چھوڑی۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ توفاہ اللہ کے دو معنے ہیں ایک حقیقی اور دوسرا مجازی تو قرآن کریم میں جب یہ لفظ آیا تو اس میں بھی یہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ یہاں بھی دونوں معنوں کا احتمال ہو سکتا ہے۔ مگر قانونی طور پہ دونوں معنے حقیقی و مجازی بیک وقت مراد نہیں لے سکتے اب سوچنا یہ ہے کہ یہاں کونسے معنے مراد ہیں؟

تو زبان عربی سمجھنے کے لیے علماء نے جو قاعدہ بتائے ہیں ان میں سے یہ قاعدہ بتایا کہ حقیقی معنے اگر محال ہو یا مہجور عرفی یا شرعی ہو تو اس وقت مجازی معنے ہی لیا جاتا ہے حقیقی معنے نہیں لیا جاتا

جب حقیقی معنے مستعمل ہوں اور مجاز متعارف نہ پایا جائے تو بالاتفاق حقیقی معنے مراد لیا ہوتا ہے کیونکہ کلام میں اصل حقیقت ہے اور جب کوئی اس کا معارض ذکر نہ ہو تو اسی حقیقت پر عمل واجب ہوگا

مجاز متعارف وہ ہوتا ہے کہ بہ نسبت حقیقت کے عرف میں اس کا استعمال

زیادہ ہو اور معنے حقیقی بھی متروک نہ ہوں

اور اگر حقیقت مستعمل تو ہے مگر مجاز متعارف ہے تو اس کے حکم میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک ایسی حالت میں بھی حقیقت اولیٰ ہے کیونکہ جب اصل پر عمل ممکن ہے تو اس کے ہوتے ہوئے غیر اصل کی طرف بغیر دلیل کے رجوع کرنا مناسب نہیں۔ اور صاحبین کے نزدیک حقیقت مراد لینے کی بجائے عموم المجاز مراد لینا اولیٰ ہے۔ مثلاً کسی نے قسم کھائی ہے کہ میں اس گیہوں میں سے نہ کھاؤں گا تو امام اعظم رح کے نزدیک اگر وہی گیہوں کھائے گا جن کے کھانے کی قسم کھائی تھی تو قسم ٹوٹ جائے گی اور ان کے آٹے کی روٹی کھانے سے قسم نہ ٹوٹے گی۔ لیکن امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک بطریق عموم المجاز دونوں طرح کھانے سے قسم ٹوٹ جائیگی۔ خود گیہوں کھانے سے بھی اور ان کے آٹے کی روٹی کھانے سے بھی۔

اسی طرح اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں جہلم دریا سے پانی نہ پیوں گا تو امام اعظم کے نزدیک منہ سے پانی پینا مراد ہوگا بغیر کسی برتن کے۔ پس اگر اس نے جہلم دریا کا پانی کسی برتن میں ڈال کر پیا تو قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ دریا میں منہ لگا کر پانی پینا مستعمل ہے جو اس کا حقیقی معنے ہے۔ گاؤں والے اکثر اسی طرح پیتے ہیں۔ اور صاحبین کے نزدیک مجاز متعارف مراد ہوگا۔ پس جہلم دریا کا پانی جس طرح پیے منہ لگا کر یا کسی برتن میں ڈال کر۔ قسم ٹوٹ جائے گی۔ جیسے کہہ دیا کرتے ہیں کہ فلاں علاقہ کے لوگ جہلم کا پانی پیتے ہیں۔

اسی طرح توفی کا مسئلہ ہے کہ توفی کے دو معنے ہیں ایک حقیقی معنے دوسرا مجاز متعارف۔ جنہوں نے اخذ الشئی وافیا (چیز کو پورا پورا لینا) معنے لیے وہ حقیقی ہیں اور عرب میں مستعمل ہیں اور جنہوں نے موت معنے کیے ہیں وہ مجازی ہیں جو عام عرف میں ان معنوں میں بولا جاتا ہے۔

لیکن باوجود اس کے کہ وہ توفی کے معنے موت کے کرتے ہیں مذہب ان کا بھی یہی ہے کہ دوبارہ آپؑ کو زندہ کرکے آسمان پر اٹھایا گیا۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ وفات پا گئے اور ان کو غسل دے کر کفن دے کر جنازہ پڑھ کر قبر کھود کر اس میں آپؑ کو دفن کیا گیا۔ البتہ عیسائیوں کا قول جو بھی ہے وہ غلط ہے

یہ الگ بحث ہے کہ ان کا قول مقبول ہے یا مردود۔ قرآنی دیگر آیات کو دیکھا جائے تو یہ معنے صحیح نہیں بیٹھتے۔ البتہ جو موت کا معنے اس طرح لیتے ہیں کہ تقدیم و تاخیر ہو۔ جب واپس زمین پر تشریف لائیں گے اس کے بعد وفات پائیں گے۔ خوش قسمت مسلمانوں کے ہاتھوں غسل دیے جائیں گے کفن دیے جائیں گے آپؑ پر نماز جنازہ پڑھیں گے آپؑ مسلمانوں کے ہاتھوں مقبرۂ نبویؐ میں دفن ہوں گے۔ لیکن سردست آپؑ کو آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ اور یہ تقدیم و تاخیر یہودیانہ تحریف نہیں[1] بلکہ بڑے بڑے جید علماء متقدمین و سلف صالحین کا ہے دیکھو تنویر المقباس ص ۴۵ در منثور ج ۱ ص ۳۶ و معالم التنزیل ج ۱ ص ۱۶۲ عن ضحاک؛ ابن کثیر ج ۱ ص ۲۲۹ عن قتادہ؛ فتح القدیر و مجمع البحار ج ۳ ص ۵۴۳ عن الفراء؛ و مدارک ج ۱ ص ۱۲۶ و کبیر ج ۲ ص ۳۶۵ و خازن ج ۱ ص ۲۴۹ و ابو السعود ج ۱ ص ۱۳۷ و فتوحات الٰہیہ ج ۱ ص ۳۳۴ و کشاف ج ۱ ص ۳۰۶ و بحر محیط ج ۲ ص ۴۷۳ و فتح البیان ج ۱ ص ۳۹۸ وغیرہ اور تقدیم و تاخیر کے نظائر قرآن و سنت میں بکثرت ملتے ہیں مثلاً ان ھی الا

---

[1] جیسے ازالہ اوہام ج ۲ ص ۹۲۳، ۹۲۶ اور عسل مصفی ص ۲۱۳ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ رافعک الی مقدم ہے اور متوفیک مؤخر ہے سو یہ یہودیوں کی طرح تحریف ہوگی کہ جن پر بوجہ تحریف کے لعنت ہو چکی ہے۔ لیکن مرزا تحریف کا مفہوم ہی نہیں سمجھا۔ تحریف وہ ہے جو قواعد صرف و نحو و بلاغت کے خلاف ہو اور نہ اس کی نظیر ہو نہ دلیل؛

حیوتنا الدنیا نموت ونحیی یہی تو دنیا کی زندگی ہے جو ہم مرتے اور جیتے ہیں۔
ظاہر ہے کہ پہلے زندہ ہوتے ہیں پھر مرتے ہیں۔
طحاوی ص ۳۰۰ میں ہے فقام علیہ السلام فطرح السکین جب بلال نے عرض کی
کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے پھر چھری پھینک دی
تفسیر بیضاوی جز ۳ ص ۱۳۲ میں ہے ؛ فما الدھر الا تارتان فمنھما ؛ اموت
واخری ابتغی العیش اکدح ؛
تک کہا اللازم من الواو ھو الاجتماع فی اصل الثبوت واو کا مفہوم یہی ہوتا ہے کہ
واو سے پہلے اور بعد دونوں کا ثبوت ہے تقدیم تاخیر کا لحاظ نہیں ہوتا
اور جو قاعدہ مستنبط کیا گیا ہے صرف عیسیٰؑ کی موت ثابت کرنے کے لیے گھڑا گیا ورنہ تو خود

مرزا جی کی طرف توفی کی نسبت ہو تو موت مراد نہیں ہوتی

چنانچہ براہین احمدیہ باب ا ص ۵۹۸ میں مرزا کی الہامی کتاب میں حاشیہ در حاشیہ میں ہے
انی متوفیک ورافعک الیّ وجاعل الذین اتبعوک ....
میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔
مرزا کا خلیفہ اول حکیم نور الدین بھیروی تصدیق ۸ میں آیت قرآنیہ یا عیسیٰ
انی متوفیک کا ترجمہ اس طرح کیا "جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ! میں لینے والا ہوں
تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف" معلوم ہوا کہ یہ قانون خلیفہ اول کو مسلم نہیں۔
بلکہ خود "سراج منیر" ص ۲۰ میں مرزا نے انی متوفیک کے معنے لکھے کہ میں تمہیں ذلیل اور لعنتی
موتوں سے بچاؤں گا اور کہا کہ اس وقت آیت کے معنے خوب کھلے ہیں۔
تو یہ الہام ہوا اور وحی۔ اور نبی کی وحی غلط نہیں ہو سکتی۔ بلکہ وحی قطعی ہوتی ہے
جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وحی نے قانون کو رد کر دیا۔

الزامی جواب

نیز مرزا نے ازالہ اوہام ج ۲ ص ۱۳۰ ، ۲۰۱ میں لکھا: مسیح بن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اول درجہ کی پیش گوئی ہے جس کو سب نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے۔ اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پلہ اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے اور انجیل بھی اس کی مصدق ہے

جواب

مرزا حضرت عیسیٰؑ کی موت پر تو بہت زور دیتا ہے۔ اور قد خلت من قبلہ الرسل اپنے استدلال میں پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سب کے سب رسول وفات پا چکے ہیں۔ مگر یہی مرزا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ ص ۲۴ طرلبوہ و نور الحق جزو اول ص ۵۰ میں صریح طور پر لکھا ہے کہ هٰذا هو موسیٰ فتی اللہ الذی اشار اللہ فی کتابہ الیٰ حیاتہ وفرض علینا ان نؤمن بانہ حیّ فی السماء ولم یمت ولیس من المیتین واما نزول عیسیٰ من السماء فقد اثبتنا بطلانہ فی کتابنا الحمامۃ۔ اس کا ترجمہ بھی خود ہی لکھا جو درج ذیل ہے

یہ وہی موسیٰ مرد خدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہو گیا کہ ہم اس بات پر ایمان لاویں کہ وہ زندہ آسمان میں موجود ہے۔ اور مُردوں میں سے نہیں۔ مگر یہ بات کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نازل ہوں گے سو ہم نے اس خیال کا باطل ہونا اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ میں بخوبی ثابت کر دیا ہے

مرزائیوں کا استدلال اس آیت کریمہ سے اگر وفات عیسیٰؑ کے لیے ہے کہ الرسل کے عموم میں حضرت عیسیٰؑ بھی آ گئے۔ تو اگر عموم آیت کو دیکھیں تو بزعم امت مرزا جیسے وفات عیسیٰؑ ثابت ہوتی ہے ایسے ہی وفات موسیٰ بھی ثابت ہوئی ہے اور مرزا کا جھوٹ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ حضرت موسیٰؑ کو آسمانوں پر زندہ مان چکا ہے۔ اور

اگر مرزا الرسل کے لفظ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مستثنیٰ سمجھتا ہے تو حضرت عیسیٰؑ کو الرسل کے عموم سے مستثنیٰ کہنے میں کونسی رکاوٹ ہے جب کہ قرآن پاک کی دوسری آیات اور احادیثِ متواترہ اور اجماعِ امت سے بھی آپؑ کا آسمانوں پہ زندہ ہونا صراحت سے ثابت ہے۔ اور عقلِ سلیم بھی آپؑ کو زندہ صحیح سلامت آسمانوں پر ہونے سے ابلہ اور انکار نہیں کرتی۔ بلکہ

خود مرزا نے چشمۂ معرفت ص ۲۱۹ میں اس عقیدہ کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا کہ "ہماری طرف سے یہی جواب کافی ہے کہ اوّل تو خدائے تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ انسان مع جسمِ عنصری کے آسمان پر چڑھ جائے الخ

نیز اسی کتاب کے ص ۹۶ میں لکھا "خدا تعالیٰ کے قانون کی حد بست کرنا بے ایمانی ہے۔ کیونکہ اپنا قانون اپنے خاص بندوں کے لیے بدل لیتا ہے۔ مگر وہ بدلنا بھی اس کے قانون میں داخل ہے۔

نوٹ:- یاد رہے کہ "چشمۂ معرفت" وہ کتاب ہے جس کو مرزا نے اپنی وفات سے کچھ ہی پہلے چھپوایا یعنی ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء میں

ایسا لگتا ہے کہ مرزا اپنے عقیدہ وفاتِ مسیحؑ سے رجوع کر گیا اور اپنے سابقہ عقیدہ کو پھر سے اپنا لیا جو حاشیہ براہین احمدیہ ص ۴۹۹ میں لکھا تھا کہ

"ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق یہ آیت جسمانی اور سیاست کے طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبۂ کاملہ دینِ اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح علیہ السلام کے ذریعے سے ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے جمیع آفاق واقطار میں دینِ اسلام پھیل جائے گا۔

نیز براہین احمدیہ ص ۳۶۱ میں کہا حضرت مسیح نے کہا تھا کہ میرے بعد ایک

دوسرا آنے والا ہے وہ سب باتیں کھول دے گا اور علم دین کو بمرتبۂ کمال پہنچا دے گا۔ سو حضرت مسیح انجیل کو ناقص کی ناقص چھوڑ کر آسمان میں جا بیٹھے۔

اور ص ۴۹۳ میں لکھا کہ مسیح ایسے ایسے دکھ اٹھا کر باقرار عیسائیوں کے مرگیا!

پھر مرزا نے ۲۲ر جنوری ۱۸۹۱ء کو توضیح المرام لکھی تب بھی وہی عقیدہ تھا جو مسلمین کا اجماعی عقیدہ ہے۔ ص ۳ میں لکھا کہ اب ہم صفائی کے ساتھ بیان کرنے کے لیے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائیبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رُو سے جن نبیوں کا اسی وجودِ عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے' وہ دو نبی ہیں ایک یوحنا جن کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔ اور دوسرے مسیح بن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔ کیا مرزائی بتا سکتے ہیں کہ یہ دیکھو حدیث میں "جسم عنصری کا لفظ"

فائدہ:۔ توضیح المرام کی اس عبارت سے دو مزید فائدے ہاتھ لگے ایک تو یہ کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں جو قرآن حکیم میں آیا ہے ورفعناہ مکانا علیا سو اس رفع سے مراد مرزا نے جسم عنصری کے ساتھ آپؑ کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا لیا ہے اور مرزا صاحب کے نزدیک رفع کے یہی معنے صحیح ہیں جو بائیبل' قرآن' احادیث' اخبار سے ثابت ہیں۔ باوجودیکہ مکانا علیا کے صریح الفاظ ورفعناہ کے بعد مذکور ہیں۔

دوسرا فائدہ یہ نکلا کہ یسوع اور عیسیٰؑ دونوں ایک ہی ہستی کے نام ہیں اور وہ ہیں المسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے و لقد ارسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لھم ازواجا و ذریۃ بجز اپنی ذاتِ کبریائی کی قسم کہ ہم نے تم سے پہلے بھی بہتیرے پیغمبر بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں بھی دیں اور اولاد بھی دی۔ لیکن ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی نہ بیوی تھی نہ اولاد۔ خود مرزا جی نے بھی تریاق القلوب حاشیہ ص ۲۰۱ میں اسی بات کی تصدیق کی اور لکھا "ظاہر ہے کہ دنیوی رشتوں کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

ی کری آں نہ تھی۔

پھر آئینہ کمالات اسلام ص ۴۰۹ کے حاشیہ میں لکھا کہ" اس عبارات انجیل کے بعد اشارات سے پایا جاتا ہے کہ حضرت مسیح بھی جورو کرنے کی فکر میں تھے۔ مگر تھوڑی سی عمر میں اٹھائے گئے، ورنہ یقین تھا کہ اپنے باپ دادے کے نقش قدم پہ چلتے۔ (مرزائی بتائیں "تھوڑی سی عمر" سے کیا مراد ہے؟ - نیلوی)

پس اس بنا پر ضروری ہے کہ حضرت المسیح عیسیٰ ابن مریم ابھی زندہ ہوں۔ پھر آسمان سے نزول فرمانے کے بعد شادی کریں اور صاحب اولاد ہوں پھر اس کے بعد وفات پائیں۔ جیسے مشکوٰۃ شریف ص ۴۸۰ میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی منقول ہے ینزل عیسٰی ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد له ویمکث خمسا واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری حضرت عیسیٰ آسمان سے زمین کی طرف نزول فرمائیں گے۔ پھر شادی کریں گے۔ اور آپ کی اولاد بھی ہوگی پھر جب آپ کی عمر مبارک ۴۵ سال کی ہوگی تب وفات پائیں گے۔ پھر میرے مقبرے میں میرے ساتھ کی جگہ میں دفن ہونگے

اور اس بات کو خود مرزا جی نے بھی حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳ وحاشیہ آئینہ کمالات اسلام ص ۵۷۸ میں تسلیم کیا ہے کہ یتزوج ویولد له جیسے اثر کہ نکاح کرینگے

پھر چونکہ اس دوران میں مرزا صاحب کے خیالات میں تبدیلی رونما ہو چکی تھی۔ بس لیے ازالہ اوہام ص ۱۹۲ میں یوں لکھ دیا" ممکن ہے کوئی مثیل مسیح ایسا بھی آجائے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے پاس مدفون ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے وما انزلنا علیك الکتٰب الا لتبین لهم الذی اختلفوا فیه لے پیغمبر! ہم نے تم پہ یہ کتاب مستطاب اسی غرض سے اتاری ہے کہ جن باتوں میں یہ لوگ آپس میں اختلاف کرتے ہیں وہ ان کو اچھی طرح سمجھا دو

اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے یہود و نصاریٰ وغیرہ کا اختلاف تھا۔ تو فصاحت و بلاغت کا تقاضا یہ تھا کہ مطابق مقتضیٰ حال کے صریح عبارت کے ساتھ قرآن مجید میں اس طرح ارشاد ہوتا ما المسیح ابن مریم الا رسول وقد مات کسائر الرسل حضرت مسیح ابن مریم تو آخر رسول ہی تو ہیں خدا تو نہیں جو زندہ نہ میرندہ ہے اور مسیح ابن مریم دوسرے رسولوں کی طرح وفات بھی پا چکے ہیں۔

دیکھیے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں موت و حیات کا اختلاف نہ تھا پھر بھی صریح الفاظ میں فرمایا ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت بھلا کیا تم اس وقت موجود تھے جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے موت آ کھڑی ہوئی۔

اسی طرح حضرت سلیمان ؑ کے بارے فرمایا فلما قضینا علیہ الموت ما دلھم علی موتہ الا دابۃ الارض پھر جب ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر موت کا حکم جاری فرمایا تو جنات کو کسی چیز نے اُن کے مرنے کا پتہ نہ دیا مگر گھن کے کیڑے نے؛

اسی طرح حضرت یوسف ؑ کے بارے میں فرمایا ولقد جاءکم یوسف من قبل بالبینات فما زلتم فی شک مما جاءکم بہ حتیٰ اذا ھلک الآیۃ؛ خط کشیدہ لفظ کے یہ معنے ہیں یہاں تک کہ جب وہ (حضرت یوسف علیہ السلام) فوت ہو گئے۔۔۔

مگر حضرت عیسیٰ کے بارے میں موت کا صریح لفظ کہیں نہیں آیا۔ بلکہ بل رفعہ اللہ الیہ فرمایا۔ جو ایسا لفظ ہے جس سے بظاہر نصاریٰ کے عقیدہ کی تائید ہوتی ہے کیونکہ یہ لفظ سن کر فوری طور پر ذہن اسی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اگرچہ دوسرے معنیٰ کا ایک موہوم سا احتمال نکالا جا سکتا ہے۔ مگر اس کی تائید میں کوئی چیز نہیں ملتی

پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو اول مفسر قرآن ہیں نے بھی ایسی ارشادات فرمائے ہیں جو نصاریٰ کے عقیدہ کی تائید کرتے ہیں جیسے شروع رسالہ میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

اگر رفع منزلت مراد ہوتی تو حق تعالیٰ خود ہی ایسی عبارت فرما دیتے جس سے

رفع منزلت کا مفہوم واضح ہو جاتا یا خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم رفع منزلت کے ساتھ اس عبارت کی تفسیر فرما دیتے تاکہ آنے والے مغالطہ میں نہ رہتے۔ پھر آپ کا یہ بیان صحابہ کرام رض ضبط اور محفوظ فرما لیتے۔ پھر وہ ضبط و محفوظ کیا ہوا بیان ہم امتیوں تک عن دعن پہنچا دیتے کیونکہ یہ ان کا فرض منصبی تھا چنانچہ

شیخ الاسلام ابن تیمیہ حرانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جیسے الفاظِ قرآنِ مجید کی تعلیم پر مامور تھے ویسے ہی قرآن پاک کے معانی کی تعلیم پر بھی مامور من اللہ تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیۂ کریمہ میں ارشاد فرمایا ہے لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ تو اس آیۂ کریمہ میں جیسا کہ الفاظ کے بیان کرنے کا حکم ہے ویسا ہی معانی کے بیان کرنے کا بھی حکم ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ابو عبد الرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم سے ان بزرگوں نے بیان کیا جو قرآن کے پڑھنے والے تھے جیسے حضرت عثمان رض اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رض اور ان کے ماسوا کہ جب ہم حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیتیں نہ سیکھ لیتے تب تک آگے نہ بڑھتے یہاں تک کہ ہم سیکھ لیتے تمام وہ کچھ جو اُن میں علم و عمل ہوتا۔ اسی لیے ان بزرگوں کو ایک سورت کے حفظ کرنے میں مدتِ دراز لگ جاتی جیسا کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ انہوں نے آٹھ برس کی مدت میں صرف ایک سورۂ بقرہ حفظ کی۔ تو

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن حکیم کے صرف وہی معنی معتبر ہیں جو صحابہ کرام رض نے کیے ہیں اور ان معانی کے خلاف جو معانی کسی اور نے کیے وہ مردود ہیں (اتقان)

اور مسئلہ متنازع فیہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معنے فرمائے ہیں وہ آپ شروع رسالہ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ؑ زندہ آسمان پر موجود ہیں۔

اُن پر تا حال موت نہیں آئی۔ آپ آخر زمانہ میں نزول پھر ملکت وسلطنت وقتل دجال وغیرہا کے بعد وفات پائیں گے

خدا معلوم مرزاجی کو اس انوکھے معنے کی کیا سوجھی جو نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی، نہ صحابہ کرام سے ثابت، نہ سلف و خلف سے منقول۔ حالانکہ مرزاجی نے خود ازالۂ اوہام ص ۷۲۶ میں کہا "میں کہتا ہوں کہ میں نے کوئی ایسے اجنبی معنے نہیں کیے جو مخالف ان معنوں کے ہوں جن پر صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کا اجماع ہو۔

پھر کمال ڈھٹائی کی بات کرتے ہیں کہ اکثر صحابہ مسیح کا فوت ہو جانا مانتے ہے ..... پھر مخالفانہ اجماع کہاں سے ثابت ہوا دیکھو ازالۂ اوہام ص ۷۲۱۔

پھر ہم سے مرزاجی کا مطالبہ ہے کہ "اگر (حیاتِ مسیح پر صحابہ کا اجماع) ہے تو کم سے کم تین سو یا چار سو صحابہ کا نام لیجیے جو اس بارہ میں اپنی شہادت ادا کر گئے ہیں۔ ورنہ ایک یا دو آدمی کے بیان کا نام اجماع رکھنا سخت بد دیانتی ہے۔

کیا ہم بھی اسی طرح مرزاجی سے مطالبہ کر سکتے ہیں کہ تم بھی وفاتِ مسیح پر صحابہ کا اجماع دکھا سکتے ہو کہ کم سے کم تین سو یا چار سو صحابہ اس بارہ میں شہادت دیں۔

آپ مرزاجی اپنے زعم میں بخاری ص ۶۶۵ میں منقول ہے اور وہ بھی بے سند قال ابن عباس رض متوفیك ممیتك قطع نظر سند اور مرادی معنے کے ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہی معنے کم از کم تین سو یا چار سو صحابہ سے دکھائیں ورنہ ایک یا دو آدمی کے بیان کا نام اجماع رکھنا سخت بد دیانتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مرزاجی کے اس دعویٰ کی بنیاد بالکل کھوکھلی ہے کیونکہ تفسیر ابن جریر ج ۳ ص ۲۰۳ و ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۶ میں اس قول کو بایں سند بیان کیا حدثنی المثنی ثنی معاویۃ عن علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قولہ انی متوفیك

بقول انی ممیتک۔ اس سند میں علی بن ابی طلحہ ہیں لہٰذا اشیاء منکرات جو ایسی حدیثیں بیان کرتا تھا جو دوسرے ثقہ راویوں کے خلاف ہوتی تھیں یہ امام احمد بن حنبلؒ نے بتایا۔ اور ابن دحیم بتاتے ہیں کہ علی بن ابی طلحہ نے تو عبداللہ بن عباس رضؓ سے تفسیر سنی ہی نہیں بلکہ علی و ابن عباس رضؓ کے درمیان واسطہ ہے۔ یعقوب بن سفیان نے تو یہ بھی بتایا کہ علی بن ابی طلحہ ضعیف الحدیث اور منکر ہونے کے ساتھ ساتھ بد مذہب بھی تھا لیس بمحمود المذہب تقریب ص ۲۴۸ میں تو ہے کہ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباسؓ کو دیکھا تک نہیں۔ یہ تحقیق ابن عباس سے مرسل روایتیں بیان کرتا ہے۔ خلاصہ میں دولوی نے بھی علی بن ابی طلحہ کو ضعیف الحدیث کہا (تفصیل کے لیے دیکھو میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۲۷، تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۳۹، ۳۴۰)

پھر سوچنے کی بات ہے کہ جب توفی کا لفظ بزعم مرزا بین دلیل ہے وفات مسیح کی اور قرآن مجید کی ۳۰ آیات میں موت کے معنوں میں استعمال ہوا تو ایسے واضح الدلالۃ کی تشریح کی کونسی ضرورت پڑی تھی کہ ابن عباس جیسے اہل لسان بھی اس کی تشریح پر مجبور ہو گئے۔ پس یہ وہ کوئی اور بات ہے جس کو راوی نے بیان نہیں کیا یا راوی نے کسی وجہ سے اختصار کر لیا۔ اور یہ بات دل کو لگتی بھی ہے کیونکہ شروع رسالہ میں خود حضرت ابن عباس رضؓ کی روایت گذر چکی ہے جس میں پوری بات بیان ہے انی متوفیک ممیتک بعد انزالک من السماء فی اٰخر الزمان

تو مطلب حضرت ابن عباس رضؓ کا یہ تھا کہ وفات دینا میرا کام ہے مگر وفات دوں گا اس وقت جب آخر زمانہ میں آسمان سے اتارے جاؤ گے۔ ابھی نہیں۔ اور اس میں کئی مصالح ہیں۔

اور اگر یہ مطلب نہ ہوتا تو صحابہ کرام میں یہ اختلاف مشہور ہوتا اور علماء اس روایت کا کچھ نہ کچھ جواب دیتے اور یہ ایک مبحث شہیر ہوتا

بخاری رحؒ جو اس قول کو ذکر فرماتے ہیں وہ صرف متوفیک میں احتمال معنی ممیتک

کا بیان کرنا چاہتے ہیں تو مطلب یہ ہے کہ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ ورنہ اگر متوفیک کے معنی میتک لیے جائیں تو اس آیت کا مطلب اس وقت کیا ہوگا تو یہ دوسری روایات کے سمجھنے سے حاصل ہوگا۔ سو بخاری رح امتحان لیتے ہیں کہ دوسری روایات کو تلاش کرو۔ اور ان روایات کو ملحوظ رکھ کر آیت کا مطلب حل کرو جبکہ متوفیک بمعنے ممیتک کے ہوں۔

نیز امام سخاوی نے فتح المغیث ص ۱۹ میں لکھا واقطع بصحۃ ما قد اسندا ای ات الذی اوردہ البخاری ومسلم مجتمعین ومنفردین باسنادیھما المتصل دون ما سیاتی استثناؤہ من المنتقد وشبھہ مقطوع بصحتہ کذا الذی لابن صلاح حدیث صحیح باختیارہ لہ والجزم بانہ ھو الصحیح منتقد وغیرہ آنے والے مستثنیات کے ماسوا بخاری ومسلم دونوں میں ایک کی بسند صحیح لائی ہوئی حدیث قطعاً صحیح ہے مقدمہ ابن صلاح ص ۳۰ میں بھی یوں ہی ہے۔ آگے چل کر فتح المغیث ص ۲۰ میں ہے وبما تقدم تاید حمل قول البخاری ما ادخلت فی کتابی الا ما صح علی مقصودہ بہ وھو الاحادیث الصحیحۃ المسندۃ دون التعالیق والآثار الموقوفۃ علی الصحابۃ فمن بعدھم والاحادیث المترجم بھا بخاری نے فرمایا کہ میں نے اپنی اس کتاب "صحیح البخاری" میں صرف وہ حدیثیں درج کیں جو صحیح مسند ہوں ماسوائے تعلیقات کے اور ان آثار کے جو صحابہؓ یا ان کے بعد والوں پر موقوف ہوں' نیز ماسوائے ان احادیث کے جو ترجمہ وغیرہ کی زینت ہیں

تو بخاریؒ نے ہمیں سمجھا دیا کہ ابن عباسؓ کی طرف منسوب کردہ یہ قول متوفیک ممیتک صحت کے معیار سے گرا ہوا ہے۔ کیونکہ یہ تعلیق ہے پھر صحابی کا اثر موقوف ہے۔ یہ بسند متصل حدیث صحیح مرفوع نہیں۔

اس لیے اس قول کو اپنے باطل مذہب کی دلیل اور ثبوت میں پیش کرنا بے انصافی اور ظلم یعنی وضع الشئ فی غیر محلہ ہے

نیز جب یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں صحابہ کرام رض سے آج تک

تمام امت مسلمہ کا اجماع و اتفاق ہے کہ آپؑ آسمانوں میں ابھی تک زندہ ہیں قیامت کے قریب آپؑ آسمان سے زمین کی طرف نزول فرمائیں گے دجال کو قتل کریں گے سلطنت کریں پھر ان پر موت طاری ہوگی تو معلوم ہوا کہ یہی ہے سبیل المؤمنین

اور فرمانِ الٰہی ہے ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولیٰ ونصله جهنم وساءت مصیراً اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس کو امرِ حق ظاہر ہو چکا اور مسلمانوں کا رستہ (سبیل المؤمنین) چھوڑ کر دوسرے رستہ پر ہو لیا تو جو کچھ وہ کرتا ہے ہم اس کو کرنے دیں گے۔ اور آخر کار اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔ اور وہ جگہ رہنے کی ہے بہت بُری۔

اب یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰؑ ۱۲۰ سال کی عمر پاکر کشمیر میں وفات پا گئے ہیں اور وہیں دفن ہیں اور وہیں آپؑ کی قبر ہے یہ عقیدۂ مومنین نہیں ہے اور غیر سبیل المؤمنین ہے جس پر چلنا وعید کا سامنا کرنا ہے اعاذنا اللہ من شر الناس وشر الشیٰطین

خصوصاً جب کہ ان میں وہ وہ ہستیاں بھی ہیں جن کے نام پر مرزاجی سر دھنتے ہیں اور انکے مداح ہیں مثلاً امام اعظم ابوحنیفہؒ جن کے بارے میں ازالۂ اوہام ص ۲۲۰ میں لکھا

" مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب موصوف (امام اعظم کوفی ؒ) اپنی قوتِ اجتہادی اور اپنے علم اور درایت اور فہم و فراست میں ائمۂ ثلثہ باقیہ سے افضل و اعلیٰ تھے۔ اور ان کی خداداد قوتِ فیصلہ ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ثبوت و عدم ثبوت میں بخوبی فرق کرنا جانتے تھے اور ان کی قوتِ مدرکہ کو قرآن شریف کے سمجھنے میں ایک خاص دستگاہ تھی۔ اور ان کی فطرت کو کلام الٰہی سے ایک خاص مناسبت تھی اور عرفان کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ چکے تھے اسی وجہ سے اجتہاد و استنباط میں ان کے لیے وہ درجہ علیا مسلم تھا جس تک پہنچنے سے دوسرے لوگ قاصر تھے۔ سبحان اللہ اس زیرک و امامِ ربانی نے الخ"

ازالۂ اوہام طبع ص ۱۳۱ میں ابن حزم ظاہری کے بارے میں لکھا (طبع ص ۱۱۰)

جناب حافظ ابن کثیر ان اکابر محققین میں سے ہیں جن کی آنکھوں کو خدا تعالےٰ نے نور معرفت عطا فرمایا تھا۔

اب جب مرزا صاحب ان حضرات کی اس قدر مدح سرائی کرتے ہیں تو پھر ان کو چاہیے کہ انکی باتیں بھی تسلیم کریں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں مرزا کی کیفیت اس کے برعکس ہے۔

بحث توفی بانداز دیگر

توفی کے حقیقی معنی ہیں ایک چیز کو پورا پورا قبضہ میں کر لینا مکمل اٹھا لینا۔

لسان العرب میں ہے توفیت المال منہ واستوفیتہ اذا اخذتہ کلہ، جب انسان دوسرے سے پورے کا پورا سارے کا سارا مال لے لے تو کہتے ہیں کہ توفیت المال منہ میں نے اس سے پورا پورا مال لے لیا وصول کر لیا اب اس کے پاس باقی کچھ نہیں رہا۔ صافی ج ا ص میں ہے التوفی اخذ الشیء وافیا چیز کو پورا پورا لے لینا جس میں سے کچھ باقی نہ رہے۔ دیکھو عسل مصفے ص ۲۶۳

صاوی حاشیہ جلالین ج ا ص ۳۱۵ میں ہے یستعمل التوفی فی اخذ الشیء وافیا

یعنی کاملاً توفی کا استعمال کسی چیز کو کامل و مکمل طور پر لے لینے میں ہوتا ہے

جامع البیان ص ۱۱۱ میں ہے التوفی اخذ الشیء وافیاً

مجمع البحار میں بھی اسی طرح ہے

مغرب ج ۲ ص ۲۵۶ میں ہے استوفاہ و توفاہ اخذہ کلہ پورا پورا اس کو لے لینا

آگے لکھتے ہیں لان الترکیب دال علی التمام والکمال یہ د۔ ف۔ ی حرفوں کا جوڑ تمام اور کمال کے معنے کی نشان دہی کرتا ہے۔ مقاییس اللغۃ میں ابن فارس نے یہی لکھا

تاج العروس ج ص ۳۹۴ میں ہے استوفاہ و توفاہ ای لم یدع منہ شیئا فہما

ستادعان باُذفاہ ووفاہ ووافاد۔ استوفاہ اور توفاہ دونوں کے یہ معنی ہیں کہ چیز کو اس طرح اپنے قبضے میں لیا کہ اس میں سے کچھ بھی باقی نہ چھوڑا۔

مجمع البحار میں ہے ویکون الوفاۃ قبضا لیس بموت - وفاۃ ایسے قبض (قبضے میں لے لینے) کو بھی کہتے ہیں جو موت نہ ہو (مثلاً نیند اور آسمان کی طرف اٹھا لینا)

صافی نے لکھا والموت نوع منہ وفات کے معنے جنس قبض۔ موت بھی قبض اور توفی کے انواع میں سے ایک نوع ہے

بیضاوی: التوفی اخذ الشیٔ وافیا والموت نوع منہ فان اصلہ قبض الشیٔ بتمامہ

ابوالسعود

رازی:

قسطلانی:

حسینی: پس آن ہنگام کہ مرا فراگرفتی یعنی رفع کردی بآسمان

تفسیر بحر مواج: پس آنگاہ کہ مرا متوفی گردانیدی و بہ جہانے دیگر رسانیدی

تفسیر خازن: فلما توفیتنی یعنی فلما رفعتنی الی السماء فالمراد بہ وفاۃ الرفع لا الموت

تفسیر شیخ اکبر محی الدین ابن عربی: فلما توفیتنی جب تونے مجھے محجوب کیا (نفس عیسوی)

شاہ اسمٰعیل شہید نے یہ معنے کیے پھر جب تونے مجھ کو اپنی طرف پھیر لیا اور میں آسمان پہ گیا پھر مجھ کو خبر نہیں کہ انھوں نے میرے بعد کیا کیا (تذکیر الاخوان ص ۱۲۹)

یاد رہے ہمارا تنازع اس وفات میں ہے جو نزولِ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے سمجھی گئی ہے جس کے مدعی مرزا جی ہیں کہ وہ عیسیٰ بن مریم ناصری نبی جس کے نزول کی خبر حدیثوں میں ہے وہ مرزا کے نزدیک ایک سو بیس برس کی عمر پاکر فوت ہو چکا ہے وہ اب نہیں آسکتا۔ اس کی جگہ مرزا کہتا ہے میں آیا ہوں

یہ مرزا کی بات غلط ہے کیونکہ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ

وسلم اُن کی وفات کی خبر دیتے (کیونکہ بزعم مرزا حضرت عیسیٰ ابن مریم کی وفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ساڑھے چار سو سال پہلے ہو چکی۔ لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موت کی خبر دی نہیں بلکہ حیات عیسیٰ کی خبر دی اور نزول من السماء الی الارض کے بعد وفات کفن دفن ان کا بتایا۔ اگر مرزا کی بات صحیح مانیں تو حضور کی بات کو جھوٹ کہنا ہوگا جو صریح کفر ہے بلکہ والعیاذ باللہ ہمارے نبیؐ نے اپنی امت کو مغالطہ میں رکھا۔ اور بھول بھلیوں میں پڑا چھوڑ گئے۔ کہ مسیح م سے مراد مثیل مسیح لیا۔ عیسیٰ بن مریم سے مراد غلام احمد بن چراغ بی بی لیا اور ملک شام سے مراد ملک پنجاب لیا۔ بیت المقدس سے مراد قادیان لیا لد سے مراد لدھیانہ لیا نزول سے مراد خلق لیا وغیرہ وغیرہ۔ پھر صحابہ کرام رضؓ جو آپ کے اولین مخاطب تھے ان کو ظاہری مفہوم سمجھ آیا وہ بھی اسی مغالطہ کا شکار رہے پھر سلف و خلف محدثین و مفسرینؒ ائمہ مجتہدینؒ متکلمینؒ مؤرخینؒ صوفیائے کرامؒ فقہاء عظامؒ مصنفینؒ شارحینؒ سب کے سب اسی مغالطہ میں رہے اور لوگوں کو بھی اسی مغالطہ میں ڈالا تیرہ صدیاں اسی غلط عقیدہ پر گذر گئیں۔ اب چودھویں صدی کے سر پر ایک شخص انگریزی سیاست میں ملوث پنجابی قادیان کا باشندہ اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ جو میں سمجھا ہوں وہی صحیح ہے باقی سب فرقے غلط ہیں۔ جب دلیل پوچھی جائے تو اپنا کشف و الہام پیش کرتا ہے جو ظنی اور وہمی بات ہے۔ پھر یہ بات کی جاتی ہے کہ کشف و الہام تو ظنی ہیں عقیدہ کے لیے کارآمد نہیں تو جواب ملتا ہے کہ میں نبی ہوں میرا کشف و الہام قطعی ہے اس پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہے جیسے تورات انجیل قرآن پر بلکہ ان سے بھی بڑھ کر اور اس کی حالت ایسی ہے کہ مراق مالیخولیا ذیابیطس ہسٹریا وغیرہ ایسی بیماریوں میں مبتلا ہے جن سے پیغمبروں کی ذات پاک اور منزہ رہے ہیں۔ اور فاسق فاجر زناکار شرابی کبابی کھاؤ پیو جھوٹا ہیری پھیری کرنے والا چالاک عیار اس ملک میں موجودہ

دور میں انسانوں کی کمی نہیں ہے۔ کئی اندر باہر سے ایک ہی ہوتے ہیں اور کئی تقدس کے بھیس میں لوگوں کو خراب کرتے ہیں۔ اللہ ان سے محفوظ رکھے۔

جو خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول ہیں ان کے کشف و الہام کے بارے تو مرزا کا نظریہ یہ ہے کہ "پیشگوئیوں کی تاویل و تعبیر میں انبیاء علیہم السلام بھی کبھی غلطی کھاتے ہیں" اس سے پہلے کہا "کئی پیشگوئیاں ان کی بہ سبب غلط فہمی کے پوری نہیں ہو سکیں"۔ آگے لکھا "چونکہ وہ (نبی) انسان ہیں، اس لیے تفسیر میں کبھی احتمال خطا کا ہوتا ہے"۔ دیکھو

ازالۂ اوہام ط ۵ ص ۲۸۱۔

مگر مرزا اپنے کشف و الہام میں غلطی کا احتمال نہیں سمجھتا

آگے چلیے۔ مرزا کا نظریہ ہے کہ نبیوں پر شیطانی الہام بھی ہوتے ہیں۔ ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۰ میں لکھا "والعیاذ باللہ عیسیٰؑ کو تین مرتبہ شیطانی الہام ہوا جس کی وجہ سے خدا سے منکر ہونے کے لیے تیار ہو گئے"

کیا مرزا پر شیطانی الہام نہ ہوتا تھا؟ یقیناً شیطانی الہام ہوتا ہے جس کی دلیل ہے قرآن و سنت اور اجماع صحابہ و سلف و خلف کے خلاف ہونا۔

یاد رہے کہ نبی، رسول کا کشف و الہام قطعی ہوتا ہے۔ غیر نبی اگر ولی ہے تو اس کا کشف و الہام ظنی ہوتا ہے اگر شرع شریف کے موافق ہو تو مقبول۔ ورنہ مردود اور فاسق و فاجر بلکہ کافر کو بھی کشف ہو جاتا ہے وہ البتہ شیطانی ہے جو استدراج ہے گمراہی کی طرف جانے کا سبب بنتا ہے۔

امام مالک کا عقیدہ نمبر ۱۵ میں گزر چکا اب امام مالکؒ کی طرف نسبت کرنا کہ وہ وفاۃ عیسیٰؑ کے قائل تھے بہتان عظیم ہے۔ اس رسالہ کا صفحہ ۴۳ دوبارہ دیکھیں تسلی ہو جائیگی امام بخاری نے باب نزول عیسیٰؑ بن مریم منعقد کیا ہے وہ اگر وفاۃِ مسیح قبل نزول من السماء کے قائل ہوتے تو یہ باب منعقد فرماتے خاص کر جب کہ بزعم مرزا مسئلہ مختلف فیہ تھا

ابن جریر کا عقیدہ نمبر ۲، میں گذر چکا اب ان کی طرف وفاۃ مسیح کی نسبت بہتان ہے
جبائی معتزلی کا عقیدہ نمبر ۲۰ میں گذر چکا ان کی " " " " " "
امام حسن رض کا عقیدہ نمبر ۳ میں گذر چکا۔ ان کی " " " " " "
شیخ عبدالحق محدث " نمبر ۲۰ میں گذر چکا۔ ان کی " " " " " "
حافظ محمد لکھوکے " نمبر ۲۱ میں گذر چکا ان کی " " " " " "
نواب صدیق حسن خان کا عقیدہ نمبر ۳۳ میں گذر چکا۔ ان کی طرف وفاۃ مسیح کی نسبت بہتان ہے
ابن تیمیہؒ کا عقیدہ نمبر ۲۲ میں گذر چکا ان کی طرف وفاۃ مسیح کی نسبت بہتان ہے۔
ابن قیمؒ کا عقیدہ نمبر ۲۹ میں گذر چکا " " " " " " "

کیا مسیح ناصری اور مسیح محمدی دو شخصیتیں ہیں؟

ازالۃ الاوہام حصہ اول ص ۲۱ میں ہے کہ مسیح اول اور ہے اور مسیح ثانی اور ۔

بخاری ص ۴۸۹ میں بروایت ابن عمرؓ مسیح ناصری کے بارے حضورؐ کا فرمان ہے رأیت عیسٰی و موسٰی و ابراهیم فاما عیسٰی فاحمر جعد میں نے عیسٰیؑ موسٰیؑ و ابراہیمؑ کو دیکھا۔ تو عیسٰیؑ سرخ رنگ کے اور گھنگریالے بالوں والے ہیں۔ اور مسیح محمدی کے بارے بروایت ابن عمرؓ آپؐ کا فرمان ہے تضرب بین منکبیه رَجِلَ الشعر حضرت عیسٰیؑ کے بال دو کندھوں کے درمیان اور سیدھے تھے اور رنگ گندمی تھا۔

جواب: رَجِل کے معنے "سیدھے بال" نہیں۔ لسان العرب ج ۴ ص ۴۹ میں ہے الجعد من الشعر خلاف السبط وقیل هو القصیر منه جَعْد وہ بال ہیں جو خلاف سبط ہوں۔ بعض نے جَعْد کے معنے کیے "چھوٹے بال"

ج ۱۳ ص ۳۸۹ میں ہے الرَّجِل بین السبوطة والجعودة وہ بال رَجِل کہلاتے ہیں جو نہ سیدھے ہوں اور نہ بہت پیچیدہ۔ وفی صفته صلی اللہ علیہ وسلم کان

شعرہ صلی اللہ علیہ وسلم رَجِلاً ای لم یکن شدید الجعودۃ ولا شدید السبوطۃ بل بینھما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بال رَجل تھے یعنی درمیانے خمدار۔

مختار الصحاح ص ۲۴۱ میں ہے شعر رَجْلٌ و رَجِلٌ لیس شدید الجعودۃ ولاسبط شعر رَجْلٌ رَجَلٌ رَجِلٌ جو بال نہ بہت پیچیدہ ہوں اور نہ بالکل سیدھے

قاموس ج ۳ ص ۳۸۲ میں ہے شَعْرٌ رَجْلٌ کَجَبَلٍ وکَتِفٍ بین سبوطۃ والجعودۃ اسی طرح تاج العروس ج ۷ ص ۳۳۶ میں ہے

اقرب الموارد ج ۱ ص ۴۰۰ میں ہے شعر رَجْلٌ بین السبوطۃ والجعودۃ۔

فقہ اللغۃ ص ۶۶ میں ہے و رَجِلٌ اذا کان غیر جعد ولا سبط

منجد ص ۲۵۲ میں ہے الرَّجِل من الشعر ما بین الجعودۃ والاسترسال

اساس البلاغۃ ص ۱۶۱ میں ہے شعر رَجِل بین السبوطۃ والجعودۃ۔

غیاث اللغات ص ۱۹۳ میں ہے رَجِل بالفتح را وکسر جیم موئے فرو ہشتہ خلاف جعد۔ از منتخب مصباح اللغات ص ۲۵۰ میں ہے الرَّجِل من الشعر کم گھنگھریالے بال؛

مصباح اللغات ص ۱۰۵ میں ہے الجعد من الشعر گھنگھریالا

اقرب الموارد ج ۱ ص ۱۲۵ میں ہے الجعد من الشعر ما فیہ التواء وتقبض او القصیر منہ جُعد وہ بال ہیں جن میں موڑ کنڈل اور سکڑنا پایا جائے یا چھوٹے بال۔

منتہی الارب ج ۱ ص ۱۹۰ میں ہے جعد کے معنے موئے مرغول یا موئے کوتاہ؛ یعنی پیچ وخم والے بال یا چھوٹے بال

غیاث اللغات ص ۱۲۰ میں ہے جَعْد بالفتح موئے مرغول سر و بالضم خطا است از منتخب و سروری و موید و سراج و کشف؛

منجد ص ۲۰۵ میں ہے السبط الشعر السھل واسترسل وھوضد جعد

سیدھے بال نیچے لٹکے ہوئے بال۔ جعد کے الٹ

منتہی الارب ج۲ ص ۹۰ سبط موئے فرو ہشتہ نقیض جعد

اقرب الموارد ج۱ ص ۴۹۰ سبط الشعر سھل واسترسل

مختار الصحاح ص ۲۸۰ میں ہے شعر سبط ای مسترسل غیر جعد نیچے لٹکے ہوئے بال جو گھنگریالے اور خم دار نہ ہوں

فقہ اللغۃ ص ۲۲ میں ہے سبط اذا کان مسترسلا لٹکے ہوئے بال۔

غیاث اللغات ص ۲۱۷ میں ہے سَبِط بالفتح و بفتحتین و بہ فتح اول و کسر بائے موحدہ بمعنے موئے کہ جعد نباشد یعنی فرو ہشتہ باشد۔ از منتخب و لطائف

مصباح اللغات میں ہے شعر سبط سیدھے بال

بخاری ص ۸۷۴ میں ہے کان شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا لا جعد ولا سبط نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال رجل تھے یعنی درمیانے نہ کسی قدر بل کھائے ہوئے

ابن ماجہ ص ۲۶۷ میں ہے کان شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعرا رجلا۔ حاشیہ انجاح الحاجہ میں رجل کا مفہوم لکھا ای بین الجعودۃ والبسوطۃ درمیانے خم دار آپ کے بال تھے۔

مسلم میں ہے کان شعرا رجلا لیس بالجعد ولا السبط

نسائی ج۲ ص ۲۹۱ میں ہے رجلا ھو الذی بین الجعودۃ والسبوطۃ قالہ الاصمعی وغیرہ رجل وہ بال ہیں جو نہ پورے پیچ و خم والے اور نہ سیدھے ہوں اصمعی وغیرہ نے کہا۔

یہ روایۃ حضرت علیؓ، ابوہریرہؓ، انسؓ، براء بن عازبؓ، عائشہ صدیقہؓ، ابن ابی ہالہؓ، ابو جحیفہؓ، جابرؓ، ام معبدؓ، ابن عباسؓ، معرض بن معیقیبؓ، ابو الطفیلؓ، عداء بن خالدؓ، خزیم بن فاتکؓ، حکیم بن حازمؓ وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے۔

....

تطبیق

تطبیق: جعد کے دو معنے ہیں ۱۔ پیچیدگی ۲۔ چھوٹا پن۔ اس لئے ممکن تھا کہ کوئی شخص جعد سے دوسرا معنے مراد لے جو کہ بالوں کے عیبوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے سبط کا لفظ بڑھایا تاکہ لمبائی اور استرسال پر بھی دلالت کرے جس کے ملانے سے جعد السبط ہوئے یعنی لٹکے ہوئے اور تھوڑے خمدار جو بالوں کی غایت درجہ وصف حسن ہے۔ چنانچہ لسان العرب میں ہے واذا قالوا رجل جعد السبوطۃ مدح۔

اس کی تشریح دوسرے عنوان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رجل الشعر یعنی حضرت عیسےؑ کے بال قدرے گھنگریالے تھے

(۲) احمر (سرخ) آدم (گندمی رنگ) سو اس طرح دونوں کا اجتماع ممکن ہے خود امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا فاذا رجل آدم کاحسن ما تریٰ من اٰدم الرجال (حضرت عیسٰے علیہ السلام گندمی رنگ والوں میں سے نہایت عمدہ رنگ والے تھے) تو جب گندمی رنگ احسن طریق پر ہو تو ضرور سرخی دے گا۔ نہ کہ گویا پورا سرخ رنگ ہو۔

عن سالم عن ابیہ قال لا واللہ ما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعیسٰی علیہ السلام احمر ولکن قال بینما انا نائم اطوف بالکعبۃ فاذا رجل آدم

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسٰی علیہ السلام کو احمر نہیں فرمایا۔ بلکہ فرمایا کہ میں نیند میں طواف کر رہا تھا کہ اچانک ایک آدمی نظر آیا گندمی رنگ کا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے بھی دو قسم کے لفظ آتے ہیں۔ مگر یہاں سے کسی نے دو محمد نہیں سمجھے۔

نہایت درجہ کا اتصال یہ ہے کہ ایک بعینہٖ وہی ہو جائے جس میں وہ ظاہر ہوا اور خود نظر نہ آئے جیسا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے ابو محمد بن حزم محدث سے معانقہ کیا پس ایک دوسرے میں غائب ہو گیا۔ بجز ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نظر آیا۔

خدا بخش قادیانی منظور نظر اصحابی مرزا قادیانی عسل مصفیٰ ج ۱ ص ۱۹۱ میں لکھا

امام حسن بصری۔ دنیائے اسلام میں صوفیائے کرام کے سلسلے کے سرتاج مسلمہ بیسیوں مجددین امت کو ان کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ امام حسن حبر حقی بن عباسؓ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ اور نیم یہودیو! کسی ایک بزرگ کے فرمان کو تو قبول کرو۔ میں نہ مانوں میں نہ مانوں کی رٹ کب تک لگاؤ گے۔

امام بخاریؒ کے بارے میں ازالۃ اوہام کے مختلف مقامات میں لکھا

امام بخاری کی کتاب صحیح بخاری شریف اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے یعنی قرآن کریم کے بعد اس کا درجہ ہے۔ امام بخاری فن حدیث میں ناقد بصیر ہیں۔ امام بخاری کی تبلیغ رسالت ج ۲ ص ۲۵ میں ہے: صحیحین بخاری اور مسلم کو تمام کتب پر مقدم رکھا جائے۔ اور بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے لہٰذا اس کو مسلم پر مقدم رکھا جائے۔

ازالۃ اوہام ج ۵ ص ۳۰۰ میں ہے: میرے پر یہ بہتان لگانا کہ گویا میں صحیحین کا منکر ہوں آپ کے لیے کچھ بھی مفید نہ ہوگا......... اگر میں بخاری اور مسلم کی صحت کا قائل نہ ہوتا تو میں اپنے تائید دعویٰ میں کیوں بار بار ان کو پیش کرتا؟

ابن جریر کے بارے آئینہ کمالات اسلام ص ۱۶۸ میں لکھا کہ " اور ابن جریر بھی جو رئیس المفسرین ہے۔ اور چشمہ معرفت کا حاشیہ ص ۲۵۰ میں ہے: ابن جریر جو نہایت معتبر اور ائمہ حدیث میں سے ہے۔

ابن کثیر کے بارے آئینہ کمالات اسلام ص ۱۵۸، ۲۵۰ میں لکھا

۱ کانما صیغ من فضۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر مطہر معطر ایسا قدر سفید تھا کہ گویا چاندی سے ڈھالا گیا ہے۔ اور

۲ ابیض مشرب۔ والمشرب الذی فی بیاضہ حمرۃ آپ گورے رنگ کے مشرب تھے۔ اور مشرب وہ رنگ ہے جس کی سفیدی میں سرخی بھر دی گئی ہو

تو جس طرح ان دو قسموں کے اوصاف سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو ذاتیں تصور نہیں کی سکتیں۔ اسی طرح حضرت عیسٰے علیہ السلام کی بھی دو ذاتیں تصور نہیں کی جاسکتیں۔

کثرت یا قلت استعمال کا بہانہ

کہتے ہیں کہ توفاہ اللہ کے معنے تمام قرآن وحدیث وغیرہ ہزاروں جگہ موت ہی کے معنے میں استعمال ہوا۔ پھر ازالہ اوہام ص ۴۰۷ کے حاشیہ میں مرزا جی نے لکھا ہے "قرآن شریف میں اول سے آخر تک جس جس جگہ توفّی کا لفظ آیا ہے ان تمام مقامات میں توفی کے معنے موت ہی لیے گئے ہیں ۱۲ منہ"

پھر ص ۲۶۲ میں لکھا "کم سے کم ۷ ہزار مرتبہ توفی کا لفظ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے بعثت کے بعد اخیر عمر تک نکلا ہے اور ہر ایک لفظ توفی کے معنے قبض روح اور موت تھی"

مع ہذا براہین احمدیہ ۱۔ باب ص ۵۹۸ میں اپنی الہام شدہ عبارت انی متوفیک ورافعک الیّ۔۔۔۔ اپنے متعلق فٹ کی ہے اس کا ترجمہ خود لکھا "میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا

۳ نیلوی کہتا ہے کہ یہ کونسا قاعدہ ہے کہ جب فعل توفی ہو اور فاعل اللہ ہو اور مفعول مرزا جی ہوں تب توفی کے معنے ہوں گے پوری نعمت دینا ہوگا۔ لیکن جب

متوفی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں پھر بلا چون و چرا معنے وفات دینے کے ہونگے
ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جی ذی روح نہیں تبھی لیے تو فی میں توفی کا لفظ موت
کے معنے نہیں لیتے

پھر کثیر الوقوع ہونے کو آڑ بناتے ہیں حالانکہ قلیل الاستعمال ہونا ایک لفظ کا
یہ مانع نہیں بن سکتا۔ دیکھو قرآن کریم میں بہت سے الفاظ ایسے ہیں کہ ان کو ایک
معنے میں بکثرت استعمال کیا گیا ہے مگر ایک دو مقام میں دوسرے معنے میں استعمال ہو
مثلاً بَعْل کا لفظ قرآن پاک میں کئی جگہ ذکر ہے سب جگہ شوہر کے معنے ہیں مگر
وَتَدْعُوْنَ بَعْلًا میں بَعْل سے مراد بُت ہے

اسف کے لفظ سے قرآن میں ہر جگہ حزن و غم کے معنے لیے گئے ہیں مگر
فلما اٰسفونا انتقمنا منھم میں غصہ دلانے کے معنے لیے گئے ہیں یعنی پھر جب ان
لوگوں نے اپنی نافرمانیوں سے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلے لیا

مصباح سے مراد قرآن میں عموماً ستارہ ہے مگر سورۃ نور میں مثل نورہ
کمشکوٰۃ فیھا مصباح میں مصباح سے چراغ مراد ہے یعنی اس کی نور کی
مثال ایسی ہے جیسے طاق میں چراغ رکھا ہو

قنوت سے مراد قرآن میں ہر جگہ اطاعت ہے مگر کل لہ قانتون میں قانتون
سے مراد اقراری ہے

صلوٰۃ سے مراد قرآن میں ہر جگہ نماز، دعا، شاباش ہے مگر لھدمت صوامع
وبیع وصلوات ومساجد میں صلوات سے یہود کے عبادت خانے مراد ہیں۔

بروج کے معنے قرآن میں ہر جگہ "ستارے" ہیں مگر ولو کنتم فی بروج
مشیدۃ میں بروج کے معنے پختہ مکانات کے ہیں

فحشاء کے معنے قرآن میں ہر جگہ بے حیائی کے ہیں مگر الشیطٰن یعدکم الفقر

دیا مو کہ بالفحشاء میں فحشاء سے بخل مراد ہے۔ شیطان تم کو بخل کرنے کا حکم دیتا ہے
یقین کے معنے قرآن میں ہر جگہ پختہ اعتبار کے ہیں مگر واعبد ربك حتى ياتيك
اليقين میں موت معنے ہیں موت آنے تک اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو۔

اسی طرح اگر توفی کا لفظ مجاز متعارف ہونے کی وجہ سے دوسرے مقامات پر موت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے تو کیا ہوا اس مقام پر بہرحال زندہ آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے ہی معنے ہیں کیونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی معنے بتائے ہیں اور بڑی وضاحت کے ساتھ اس کا مفہوم سمجھایا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اوپر سے ہو آئے ہیں جنت دوزخ بھی دیکھ آئے ہیں اور آپ سے پہلے بھی بائیبل وغیرہ کے کہنے کے مطابق کئی آدمی آسمان کو زندہ اٹھا لیے گئے جنہیں مرزا جی بھی تسلیم کرتا ہے

دبستانِ مذاہب ص ۸۹ میں ہے چوں زردشت بکنارِ آب آمد سر و تن راچوں دلِ خویش فرو شت باجامہائے پاک مشغولِ نماز گشت ہمدراں روز بہمن کہ بزرگترین ملائکہ ہست واہلِ اسلام اورا جبرئیل نامند بیاید باجامہائے نورانی آں زردشت نام پرسیدہ گفت از دنیا چہ کام جوئی؟ زردشت جواب داد کہ مرا جز رضائے یزدان آرزوئے نیست وغیر از راستی دلِ من نمی پژوہد وگمانم کہ تو مرا بہ نیکی راہ نمائی۔ پس بہمن گفت برخیز تا نزد یزدان شوی۔ وآنچہ خواہی از حضرت او سوال کنی کہ از کرم ترا پاسخ سود مند دہد۔ پس زردشت برخاست بفرمودۂ بہمن یک لحظہ چشم فروبست چوں چشم بکشاد خود را در روشن منیر یافت الخ

سلاطین باب ۲ آیت ۱۔ اور یوں ہوا کہ جب خداوند نے چاہا کہ ایلیا کو بگولے میں اڑا کر آسمان پہ لے جاوے۔ تب ایلیاس الیسع کے ساتھ جلجال سے چلا۔۔۔۔ آگے آیت" میں لکھا اور جب وہ دونوں چلے جاتے اور باتیں کرتے جاتے تھے تو دیکھو ایک آتشی

گاڑی اور آتشی گھوڑوں نے ان دونوں کے درمیان جدائی کر دی اور الیاس بگولے میں آسمان کی طرف چڑھ گیا۔ اور الیسع نے اسے دیکھا اور چلایا ....
اور الیاس کی چادر جو اس سے گر گئی تھی اس نے اٹھا لی۔ اور واپس چلا

تکوین ۵: ۲۴: اور حنوک (ادریس) کے کل ایام تین سو پینسٹھ برس ہوئے اور وہ خدا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ اور خدا نے اسے اٹھا لیا۔ اور وہ موجود نہ رہا۔

اور یشوع بن سیراخ ۴۴: ۱۶: حنوک نے خداوند کو خوش کیا۔ اور فردوس میں منتقل کیا گیا۔ وہ تمام پشتوں کے لیے تعجب انگیز صاحب عرفان ہے؛

عبرانیوں کے نام ۱۱: ۵: ایمان ہی سے حنوک اٹھا لیا گیا تاکہ موت کو نہ دیکھے اور وہ موجود نہ رہا۔ اس لیے کہ خدا نے اسے اٹھا لیا تھا

مرزائیوں کے اعتراض کا جواب

اعتراض: رفعہ اللہ الیہ کے ساتھ الی السماء کا اضافہ تحریف قرآن ہے

جواب الزامی: رفعہ اللہ الیہ کے ساتھ رفع روحانی کا اضافہ بھی تحریف قرآن ہے بلکہ بہت سے الفاظ بڑھانے پڑتے ہیں مثلاً وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ وصلب جسدہ ورفع روحہ یہ تحریف بھی ہے اور عیسائیوں کا مذہب بھی یہی ہے جیسے گذر چکا تو قرآن میں جیسے آسمان کا لفظ نہیں ایسے ہی روح کا لفظ بھی نہیں

جواب تحقیقی: انجیل میں آسمان کا لفظ موجود تھا اور اب بھی موجود ہے قرآن مجید واقعات گذشتہ کو اختصاراً بیان کر دیتا ہے۔ جو کتب سابقہ میں غلطی ہو اس کی اصلاح فرما دیا کرتا ہے اب جو ان کتب میں حضرت عیسیٰؑ کا صلیب دیا جانا ذکر تھا اس کی تردید کر دی اور رفع آسمان کا ذکر تھا اس کی تصدیق رفعہ اللہ الیہ کہہ کر کی کیونکہ متبادر رفع سے رفع جسم ہی ہوتا ہے اور انجیل میں اس کی تفصیل بھی ہوئی پھر سنت و اجماع امت سے

تائید بھی ہوئی۔ اس لیے الیہ سے مراد لِلّٰی سماٰئی ہوگا جیسے صاحب کشاف معتزلی کو بھی تسلیم ہے حالانکہ معتزلہ فرقہ عقل سے نص کی تاویل کرتے ہیں مگر یہاں تاویل نہیں کی

اس سے یہ بات بھی سمجھ آگئی کہ جسم عنصری کا آسمان پر جانا خلافِ عقل نہیں ہے

اعتراض: کیا خدا آسمان پر ہی ہے زمین پر نہیں ہے ؟ خدا تو ہر جگہ ہے !

الزامی جواب: مرزائیوں کا خدا تو واقعی آسمان پر ہے۔ جس نے مرزا کا نکاح آسمان پر پڑھا۔ پھر حقیقۃ الوحی ص ۹۵ میں ہے (بیٹے کے بارے) کَاَنَّ اللّٰہ نزل من السماء گویا آسمان سے خدا اتر آئے گا۔ حقیقۃ الوحی ص ۹۰ میں ہے قال ربک انی نازل من السماء مایرضیك تیرا رب فرماتا ہے کہ ایک امر آسمان سے نازل ہوگا کہ تو خوش ہو جائے گا

اس قسم کی بہت سی عبارتیں مرزا جی کی کتب میں موجود ہیں

تحقیقی جواب: خدا کی حکومت' علم' قدرت' جلوہ' تصرف ہر جگہ ہے زمین میں بھی آسمانوں میں بھی۔ مگر آسمانی کتابوں کا یہ محاورہ ہے کہ علو شان خداوندی اور غایت شرف کے اظہار کے لیے السماء کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اسی محاورہ میں بل رفعہ اللہ الیہ فرمایا۔ جیسے ثم استوٰی علی العرش اور ءَ امنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ھی تمور ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبًا اس کا ترجمہ مرزائی عبدالحکیم خان ایم۔ بی نے اس طرح کیا کیا تم اس سے نڈر ہو گئے جو آسمان میں ہے کہ وہ تمہیں زمین میں دھسا دے۔۔۔۔۔ کیا تم نڈر ہو گئے اس سے جو بلندیوں میں ہے۔

پھر یہ کہ رفع روحانی تو سب نیکوں کا ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی کیا خصوصیت تھی ؟

پھر کہا جاتا ہے کہ یہود کہتے تھے کہ جو صلیبؑ مرا وہ لعنتی موت مرا اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لعنتی موت سے بچ گیا اور روحانی رفعت اسے حاصل ہوئی۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہود کا ہرگز یہ اعتقاد نہ تھا کہ اگر کوئی بے گناہ بھی پھانسی دیا جائے تو ملعون ہوتا ہے۔ کیونکہ تورات میں صاف لکھا ہے اور اگر کسی نے

کچھ ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور وہ مارا جائے اور تُو اسے درخت پر لٹکا دے تو اس کی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے بلکہ تُو اسی دن اسے گاڑ دے۔ کیونکہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے۔ اس لیے چاہیے کہ تیری زمین جس کا وارث خداوند تیرا خدا تجھ کو کرتا ہے ناپاک نہ کی جائے" (استثناء ۲۱: ۲۲-۲۳)

مگر پولوس جس کے نزدیک شریعت لعنت ہے۔ ماقبل عبارت کو نظر انداز کرکے مطلق کہہ دیتا ہے "جو کوئی دار پہ لٹکایا گیا وہ ملعون ہے" (غلاطیوں کے نام ۳: ۱۳)

مرزائی صاحبان نے بھی پولوس کی بات تسلیم کر لی جو ایک جھوٹا نبی تھا۔ سچ کہتے ہیں،

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز ؛ کبوتر با کبوتر باز با باز

سو جھوٹے نبی نے جھوٹے نبی کی اتباع، اقتداء، تقلید میں کیں اور نام امام کا۔

رفع الی السماء کو توفی سے تعبیر کرنے کا نکتہ

نکتہ رفع الی السماء کی توفی سے تعبیر کرنے کا یہ ہے کہ لما علم اللہ ان من الناس من یخطر بباله ان الذی رفعه الله هو روحه لا جسده ذکر هذا الکلام لیدل علی انه علیه السلام رفع بتمامه الی السماء بروحه وجسده (رازی ج ۲)

چونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ کسی شخص کے دل میں خیال بھی گذرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صرف روح کو اٹھایا تھا اور جسم کو نہیں اٹھایا تھا اس لیئے اللہ نے انی متوفیك فرمایا تاکہ اس امر پہ دلالت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتمامہ مع جسم اور روح کے زندہ آسمان پر اٹھا لیا

رفع کے معنے "عزت کی موت" کہیں نہیں ہے۔ نہ کسی محاورہ میں اس معنی میں مستعمل ہے۔ اعزاز و اکرام کے معنے بھی نہیں

صراح میں رفع کے معانی لکھتے لکھا و نزدیک گردانیدن کسے را بہ کسے صلتہ بالیٰ ومن ذلک قولھم رفعتہ الی السلطان کسی کو کسی کے نزدیک کرنا۔ اس کا صلہ الیٰ ہوتا ہے محاورہ ہے رفعتہ الی السلطان میں اس کو بادشاہ کے سامنے لے گیا اس محاورہ میں عزت واحترام ملحوظ ہے نہ ذلت وامتہان۔ اگر وہ شخص بادشاہ کا منظورِ نظر ہے تو حضورِ شاہی میں اس کی عزت ہوگی اور اگر کوئی مجرم ہے تو مستوجبِ سزا ہوگا۔ بادشاہ کے حضور میں عزت و ذلت یعنی اپنی حیثیت کے لحاظ سے ہے۔

فتح الباری مصری جزء ۹ ص ۱۳۴ میں رفعہ الی الحاکم کے معنے احضرہ للشکویٰ لکھے یعنی شکایت کے لیے حاکم کے حضور میں لے گیا۔

رفع کا صلہ الیٰ ہو تو ضروری نہیں کہ اعزاز ہی مراد ہو۔ بغیر ارادۂ اعزاز کے صرف رفع جسمی بھی مراد لیتے رہتے ہیں۔ جیسے فیومی نے المصباح المنیر میں لکھا ہے رفعت الزرع الی البیدر صراح نے لکھا برداشتن غلہ درودہ و بخرمن گاہ آوردم۔ میں کھیت کو کاٹ کر اور غلہ اٹھا کر کھلیان میں لے آیا۔ قاموس میں ہے والزرع حملوہ بعد الحصاد الی البیدر یعنی رفعوا الزرع کے یہ معنے ہیں کہ کسان کھیت کاٹنے کے بعد اٹھا کر کھلیان میں لے آئے

علامہ محمود جاراللہ زمخشری نے بھی اپنی تصنیف اساس البلاغۃ میں یونہی لکھا؛ مشکوٰۃ ص ۱۶۷ میں ہے رفع رأسہ الی السماء اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا یہاں بھی بلا ارادۂ رفعِ منزلت رفع جسمی مراد ہے

مشکوٰۃ ص ۱۴۲ میں فَرُفِعَ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبی وہ لڑکا (نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ کے پاس اٹھا کر لایا گیا۔ یہاں اس بچے پر موت کی حالت طاری ہے اور بغیر ارادۂ ثبوت اعزازی کے صرف رفع جسمی مراد لیا گیا ہے۔

سورۂ فاطر میں الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ کی تفسیر صاحب فتح البیان

نے یوں لکھی الیہ تعالیٰ لا الیٰ غیرہ یصعد الکلم الطیب الصعود ھو الحرکۃ الی فوق و ھو العروج ایضا۔ وموضع الثواب فوق وموضع العذاب اسفل۔ ومعنی صعودہ الیہ قبولہ لہ او صعود الکتبۃ من الملٰئکۃ بما یکتبونہ من الصحف کلم طیب صرف خدا ہی کی طرف چڑھتا ہے، اور صعود اس حرکت کو کہتے ہیں جو اُوپر کی طرف ہو۔ اور اُسے عروج بھی کہتے ہیں۔ اور ثواب کی جگہ اُوپر کو ہے۔ اور عذاب کی جگہ نیچے کو ہے۔ اور خدا کی طرف کلمہ کے صعود کے معنے ہیں خدا کا اس کو قبول کر لینا۔ یا اُس کے معنے ہیں کراماً کاتبین فرشتوں کا ان صحیفوں کولے کر چڑھنا جو وہ لکھتے ہیں؛ اور اس دوسرے معنے کی تایید میں حدیث بھی ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

ان العبد المسلم اذا قال سبحٰن اللّٰہ وبحمدہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر وتبارک اللّٰہ قبض علیھن ملک فضمھن تحت جناحہ ثم یصعد بھن الی السماء فلا یمر بھن علی جمع من الملٰئکۃ الا استغفروا لقائلھن حتی یحیی بھن وجہ الرحمٰن ثم قرء الیہ یصعد الکلم الطیب جس وقت کوئی مسلمان سبحان اللہ وبحمدہ الخ پڑھتا ہے تو ایک فرشتہ جو ان کلمات پر موکل ہوتا ہے ان کلمات کو لیتا ہے۔ اور اپنے بازوؤں کے نیچے لگا کر آسمان پر لے چڑھتا ہے۔ پس فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے وہ گذرتا ہے وہ سب اس کے قائل کے لیے دعاء استغفار کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی جناب پاک میں تحفۃً پیش کیے جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ حدیث سنا کر پھر یہ آیت الیہ یصعد الکلم الطیب الآیہ پڑھی۔

یہاں صعود کا اسناد الیٰ ہے اور مراد صعود حقیقی ہے نہ کنائی نہ مجازی۔ اور صعود الی اللہ سے کنائی معنے قبولیت بھی مجازاً مراد لے سکتے ہیں۔ البتہ حقیقۃً مجاز مجازاً مراد نہیں لے سکتے

بہرحال رفع کے حقیقی اور وضعی معنے نیچے سے اوپر کو حرکت و انتقال کے ہوتے ہیں فالرفع فی الاجسام حقیقۃ فی الحرکۃ والانتقال (المصباح المنیر) اور رفع الخ...

کے معنے ہیں ایک شے کا دوسری شے کی طرف اٹھانا۔ پس رافعک الی کے معنے ہوئے
تجھے مع جسد و روح کے آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں۔

اور جہاں محاورہ میں ایک فقرہ استعمال کیا جاتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا
کہ یہ فقرہ اپنے حقیقی معنے پر کبھی استعمال ہوتا ہی نہیں ہے
مثلاً کشفت عن ساقیھا کنایہ ہے شدت مستعدی پر مگر یہ محاورہ مانع نہیں
حقیقی معنے (پنڈلی کو برہنہ کرنا) کے مراد لینے سے۔ چنانچہ بلقیس کے بارہ میں وکشفت عن
ساقیھا اپنے حقیقی معنے مراد ہیں

کسی لفظ کا کسی معنے میں زیادہ مستعمل ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ وہ ان معنوں
میں مخصوص ہو گیا ہے۔ اور اس کے دوسرے معنے متروک ہیں، جیسے دَآبۃ اصل لغت میں ہر
جاندار چیز کو کہتے ہیں جو زمین پہ چلے مَادَبَّ من الحیوانات اور غالب استعمال اس کا سواری
والے جانوروں پہ ہوتا ہے (قاموس)

تو صاحب قاموس کے اس لکھنے سے وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا
کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف سواری کے جانوروں کا رازق ہے۔ بلکہ یہ
لفظ اپنے وسیع معنوں میں لیا گیا ہے جو اس کا اصلی وضعی معنے ہے

اسی طرح اگر کتبِ لغت میں توفی کے معنے مستعمل موت لکھے ہیں تو اس سے یہ
ثابت نہیں ہوتا کہ یہ لفظ صرف انہی معنوں کے لیے موضوع ہے یا انہی معنوں میں بند
ہے بلکہ کتبِ لغت میں ہر قسم کے معنے وضعی' مجازی' منقولی (منقول شرعی و منقول
عرفی، منقول اصطلاحی) سب لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان میں سے کسی خاص مقام پر معانی
مخصوصہ کا چسپاں کرنا سلسلۂ عبارت و قرائنِ حالیہ و مقالیہ و عقلیہ پر موقوف ہے،
اور یہ ضروری نہیں کہ جملہ قرائن کتب لغت میں صراحتاً ذکر ہوں کیونکہ قرائن کی کوئی
حد بندی نہیں۔ بلکہ موقع محل کے مطابق سلسلۂ عبارت و مفہوم کلام میں مختلف
قرینے ہوتے ہیں

رفع الی السماء کی حکمت

حکمت رفع الی السماء کی علامہ عمامی نے تفسیر تعبیر الرحمٰن میں یہ لکھی ہے کہ وھی حفظہ لتقویۃ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم حین انتھاء ہ الی غایۃ الضعف لظھور الدجال فیقتلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع میں یہ حکمت ہے کہ خدا نے آپؑ کو دینِ محمدی کی تقویت کے لیے محفوظ رکھا۔ جب کہ وہ دینِ محمدی دجال کے ظہور سے بہت ہی ضعف میں ہو جائے گا۔ تو آپؑ اس دجال کو قتل کریں گے

منتخب کنز العمال میں ہے فعند ذلک ینزل اخی عیسیٰ بن مریم من السماء الخ ان مذکورہ واقعات کے وقت میرا بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے اترے گا۔

رہا یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماسوا کوئی اور اس کی نظیر دکھاؤ جو آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا ہو۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر پیغمبر کا الگ الگ معجزہ ہوا ہے جیسے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے غنیۃ الطالبین ص ۵۰ میں لکھا ہے وانما لم یؤت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل عصا موسیٰ و ید ہ البیضاء و احیاء الموتیٰ و ابراء الاکمہ والابرص ومثل ناقۃ صالح بل خص کل نبی بمعجزۃ غیر معجزۃ من کان قبلہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام کے عصا اور ید بیضاء جیسا معجزہ اور حضرت عیسیٰؑ کے مردوں کو زندہ کرنے اور اندھے مادر زاد کو بینا کرنے اور کوڑھی کو چنگا کرنے کا معجزہ اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا سا معجزہ نہ لائے

نیلوی کہتا ہے کہ مرزائی تو یہ سوال اٹھا ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ ان کے نبی یا مجدد، ایلیا کے زندہ آسمان پہ جانے کے قائل ہیں۔ پھر اور کس قسم کی نظیر کا مطالبہ ہے۔ نیز جیسے حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ اب کوئی مطالبہ کرے کہ اس کی نظیر پیش کرو۔ اور آدمؑ کے سوا کوئی ایسا انسان بتاؤ جو بغیر والدین کے پیدا ہوا ہو

بقیہ بحث تقدیم و تاخیر

تقدیم و تاخیر تحریف نہیں۔

معالم التنزیل ضحاک اور جماعت مفسرین نے کہا ان فی ھذہ الآیۃ تقدیما وتاخیرا

اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے

ابن کثیر نے اور سیوطی نے اتقان میں قتادہ سے نقل کیا کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے

فتح القدیر میں فراء سے نقل کیا ان فی الکلام تقدیما وتاخیرا آگے لکھا مُتَوَفِّيكَ بَعْدَ اِنْزَالِكَ پہلے تو آپ کو یہاں سے اٹھائے جاؤں گا پھر اتار دوں گا۔ اتارنے کے بعد میں تجھے وفات دوں گا

جلالین میں ہے قال ابن عباس رض انی متوفیک مُمِیْتُکَ بَعْدَ اِنْزَالِكَ مِنَ السَّمَاءِ فِی اٰخِرِ الزَّمَانِ انی متوفیک کا مطلب یہ ہے کہ آخر زمانہ میں آسمان سے آپ کو اتارنے کے بعد میں آپ کو وفات دوں گا؛

مجمع البحار ۳: ۴۵۴ میں ہے متوفیک ورافعک الیّ علی التقدیم والتاخیر

تنویر المقباس مقدم ومؤخر یقول انی رافعک الیّ ثم متوفیک قابضک بعد النزول پہلے تو میں تجھ کو اپنی طرف اٹھاؤں بعد میں میں تجھ کو زمین پر اتاروں گا پھر تجھے قبض کروں گا

مدارک ۱: ۲۶۹ ای ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء تجھے اپنے وقت میں یعنی آسمان سے اترنے کے بعد وفات دوں گا۔

تفسیر کبیر ۲: ۴۶۵ لَا تُفِیْدُ التَّرْتِیْبَ فَلَمْ یَبْقَ اِلَّا اَنْ یَقُوْلَ فِیْھَا تَقْدِیْمٌ وَتَاْخِیْرٌ وَالْمَعْنٰی اِنِّیْ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَمُتَوَفِّیْكَ بَعْدَ اِنْزَالِیْ اِیَّاكَ فِی الدُّنْیَا یعنی ترتیب کا تقاضا ان الفاظ میں نہیں ہے۔ ترتیب نہ رہی۔ بلکہ تقدیم و تاخیر ہے مطلب یہ ہوا کہ اے عیسیٰ! میں تجھ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ اور تجھ کو کافروں سے

پاک کرنے والا ہوں پھر تجھ کو دنیا میں اتار کر فوت کرنے والا ہوں۔

خازن ۱: ۲۹۹ ان فی الآیۃ تقدیماً و تاخیراً تقدیرہ انی رافعک الیّ و مطھرک من الذین کفروا و متوفیک بعد انزالک الی الارض آسمان سے زمین پر اتارنے کے بعد میں تجھ کو وفات دوں گا۔

قرآن حکیم میں اور کئی مقامات پر تقدیم و تاخیر ہے مثلاً ۱۔ و اوحینا الی ابراھیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب والاسباط و عیسیٰ و ایوب و یونس و ھارون و سلیمان و اٰتینا داؤد زبوراً۔ کیا حضرت عیسےٰ حضرت ایوب سے پہلے ہوئے۔ کیا عیسےٰ و سلیمان حضرت داؤد سے پہلے ہوئے؟

۲۔ کذبت قبلھم قوم نوح و عاد و فرعون ذوالاوتاد و ثمود و قوم لوط و اصحٰب الایکۃ اس آیت میں بھی ترتیب نہیں۔

۳۔ ولقد خلقنا السمٰوٰت والارض میں ترتیب نہیں آسمان سے پہلے زمین بنی۔

۴۔ نموت و نحییٰ میں بھی ترتیب نہیں پہلے انسان جیتا ہے پھر مرتا ہے۔

سوالوں کے جوابوں کا خلاصہ اور حاصل

(۱) خلاصہ اور حاصل اس سارے جواب کا یہ ہے کہ تمام امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الف صلوٰۃ و تحیہ کا اجماع ہے کہ قرآن و حدیث سے بطریق تواتر ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسدہٖ و بروحہٖ آسمان پر اٹھا لیے گئے اور آیت کریمہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ رفع آسمانی میں نص قطعی ہے جو چھٹے پارہ کے دوسرے رکوع میں واقع ہے۔

(۲) اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کا یہی مفہوم سمجھا اور بتایا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا بجسدہٖ و بروحہٖ بنفس نفیس آسمان سے اترنا قرب قیامت کا نشان ہے۔

(۳) اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدہٖ و بروحہٖ بنفس

نفیس آسمان پر اٹھائے گئے

(۴) اور احادیث متواترہ ہی سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ و بجسمہ بنفس نفیس آسمان سے زمین پر نزول فرمائیں گے :

(۵) اور حضرت ابو ہریرہ رضی کی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی آیت کریمہ وان من اھل الکتٰب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ کی تفسیر بیان فرماتے تھے اور ان کے عہد میں صحابہ کرام رض ہزاروں کی تعداد میں تھے کسی نے اس تفسیر پر اعتراض نہیں کیا تو تمام صحابہ رض کا اس تفسیر کی صحت پر اجماع ہو گیا

(۶) یہ کہنا کہ توفی کے معنے میں اختلاف ہے سائل کو مفید نہیں اور مجیب کو مضر نہیں کیونکہ اول تو اس آیت کریمہ میں جمہور علماء توفی سے رفع جسمانی آسمان کی طرف مراد لیتے ہیں اور جنہوں نے نیند یا موت کا معنے کیا بھی ہے جمہور نے اس کی پر زور تردید کر دی ہیں

دوسرے یہ کہ جنہوں نے نیند کے معنے کیے ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سلا کر اور زندہ آسمان پہنچایا کہ تاکہ بشری تقاضا سے آپ ڈر نہ جائیں۔

اور جنہوں نے موت کے معنے کیے ہیں ان کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ صولی پانے کے بعد نیم مردہ سے ہو گئے پھر زخموں کا علاج کرتے رہے پھر اچھا ہونے کے بعد کشمیر گئے وہاں بقیہ زندگی گذار کر ۱۲۰ سال کی عمر میں وفات پا گئے

بلکہ توفی کا معنے جنہوں نے موت کیا ہے وہ دو گروہ ہیں

ایک گروہ تو کہتا ہے کہ کچھ گھنٹوں کے لیے آپ کو موت دی (نہ سولی کے ذریعے اور کسی کے ہاتھ سے بلکہ اللہ نے ان پر موت طاری فرمائی پھر زندہ کر کے آسمانوں کی طرف اٹھا لیے ۔ مگر اس قول کی سب نے تردید کی ہے

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ توفی سے مراد وہ موت ہے جو قرب قیامت کو آپ آسمان سے زمین پر اتریں گے اس کے بعد کچھ سال حکومت کر کے وفات پائیں گے ؛ اور جو معنے مرزا جی سمجھے ہیں یہ معنے کسی عالم کتاب و سنت نے نہیں سمجھے

الحاصل جن علماء نے توفی کے معنے موت کیے ہیں وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسدہ و روحہ زندہ آسمانوں پر مانتے ہیں پھر آخر زمانہ میں آپ کا آسمان سے زمین

پر اتنا ہی مانتے ہیں پھر کچھ سال حکومت کرنے کے بعد وفات پانا اور نبی پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبرہ میں جو مدینہ منورہ ملک عرب میں واقع ہے دفن ہونا مانتے ہیں

اور سوال میں توفی کے بارے جو اصول بیان ہے یہ خانہ زاد اور من گھڑت ہے۔

کسی اہل لغت نے یہ اصول لکھا ہی نہیں۔ محض کشید ہے۔ بلکہ خود اہل لغت قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں توفی کے معنے رفع جسمانی آسمان کی طرف کرتے ہیں۔ اگر اہل لغت کے ہاں یہ من گھڑت اصول مسلم ہوتا تو یہ معنے کبھی نہ کرتے بلکہ وہ معنے کرتے جو مرزا نے کیے ہیں؛ معلوم ہوا کہ مرزا نے جو معنے کیے ہیں وہ ان کی اپنی کشید ہے

بلکہ مرزا جی کو اپنے متعلق جب الہام ہوتا ہے انی متوفیک تو اس وقت موت کے معنے نہیں کرتے۔ اب یہ چیلنج خود مرزا جی کو مضر ہے

نیز مرزا جی کے خلیفۂ اول جناب حکیم نورالدین صاحب بھی توفی کے معنے اسی قاعدہ کے مطابق موت نہیں کرتے

تو یہ چیلنج مرزائیوں کو ہر طرح مضر ہے۔ اور کسی حال میں مفید نہیں ہے۔

(۷) اسی توفی کی طرح رافعہ کا مسئلہ ہے کہ تمام امت کا اجماع ہے اس مسئلہ پر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمانوں کی طرف اٹھا لیے گئے ہیں۔ اور رفع منزلت کا کوئی منکر نہیں ہے اور رفع منزلت کے معنے کنائی طور پر ہیں جو رفع جسمانی کے خلاف نہیں بلکہ دونوں معنے بیک وقت مراد لیے جا سکتے ہیں جیسے کنایہ کا قاعدہ ہے۔

مجاز نہیں جو حقیقت کے ساتھ جمع نہ ہو سکتا ہو۔

خود مرزا جی نے دو ہستیوں کا زندہ آسمانوں پہ اٹھائے جانے کا اقرار کیا ہے۔ تو نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت عیسیٰ ؑ کو زندہ آسمانوں پہ مانتے ہیں اور وفد نجران کے سامنے آپؐ نے یاتی علیہ الفناء فرما کر انہیں خاموش کیا اور صحابہ کرام رضؓ کو بھی یہی سمجھایا کہ آپؑ کو زندہ آسمانوں پہ اٹھایا گیا اور اب بیسویں صدی اور ساتویں صدی عیسوی میں زندہ آسمانوں پہ موجود ہیں میری ان سے ملاقات اور گفتگو ہوئی جس میں عیسیٰؑ نے فرمایا کہ مجھے خدا پاک نے فرمایا ہے کہ قیام قیامت سے پہلے پہلے میں تم کو پھر زمین پر واپس بھیجوں گا۔ لہٰذا آپؑ آخر زمانہ میں ضرور تشریف

لائیں گے دجال کو قتل کریں گے۔ حکومت شرع محمدی کے مطابق کریں گے۔ حاکم عادل اور بادشاہ ہوں گے (کسی بادشاہ کی رعیت اور محکوم نہ ہوں گے) پھر شادی کرینگے اور ان کی اولاد بھی ہوگی۔ وہ ملک شام میں دمشق کے جامع مسجد کے مشرقی منارہ پر جو پہلے بنا ہوا ہوگا آسمان سے وہاں اتریں گے۔ ان کی حکومت میں شرع محمدی کے مطابق تمام روئے زمین پر حکم چلیگا۔ اس وقت تمام دنیا کے باشندے مسلمان ہوں گے۔ کوئی کافر روئے زمین پر نہ ہوگا۔ اسی لیے نہ کسی سے جزیہ لیا جائے گا اور جہاد رہیگا یہ مطلب نہیں کہ جہاد کا حکم منسوخ ہو جائے گا۔ بلکہ اس وقت جہاد کی علت ہی نہ رہے گی یعنی فتنہ فساد و کفر و شرک۔

آیات قرآنی کے اصول قائم کرنا ہمارا کام نہیں۔ نہ ہم اپنی طرف سے قرآن حکیم کی تفسیر کرنے کے مجاز ہیں۔ یہ کام صرف حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ قرآن فہمی اور تفسیر کا کام خدا نے کسی دوسرے کے سپرد ہی نہیں کیا تاکہ لوگوں کے مابین اختلاف وقوع پذیر نہ ہو۔ اور جس نے تفسیر نبوی سے ہٹ کر قرآن فہمی میں کوشش کی اور اپنی سمجھ کو قرآن فہمی کا معیار بنایا وہ بہک گیا۔ خود بھی گمراہ ہوا اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا اور اس طرح فساد مچا اور لوگوں میں فرقے بنے

مشاہدہ ہے کہ خود مرزائیوں میں اٹھارہ فرقے ہو چکے ہیں۔ ہر فرقہ اپنی سمجھ کے مطابق تفسیر کرتا ہے۔ یہی دیکھو کہ بعض آیات سے مرزا بشیر الدین نے اجرائے نبوت مستنبط کیا، اور محمد علی لاہوری نے اس کی تردید کر دی۔ اسی طرح دوسری پارٹیوں کا حال ہے۔

غلام احمد پرویز نے اپنی سمجھ کو دخل دیا اور قرآن مجید کی تفسیر کی مفہوم القرآن نام رکھ۔ غلام نبی چکڑالوی نے اپنی سمجھ کو دخل دے کر قرآن مجید کی تفسیر کی۔

اگر فتنہ فساد اور اختلاف سے بچنا ہے تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تفسیر کے آگے سر تسلیم خم کیا جائے اور اپنی رائے کو دخل نہ دیا جائے

والسلام خیر ختام

احقر الثقلین محمد حسین مین عن الشین مدرس
جامعہ ضیاء العلوم سرگودھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ وعلیٰ آلہ واصحٰبہ القادۃ البررۃ الکملۃ ذوی المودۃ امابعد۔ اس وقت دیکھا جا رہا ہے کہ جہالت عوام سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ہر باطل مذہب سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے سادہ مسلمانوں کو علماء کی صحبت کم نصیب ہوتی ہے پھر علماء حق سے متنفر کرنے والے بھی بہتیرے ہیں۔ اس لیے خیال ہوا کہ کچھ مختصر سے رسالے لکھے جائیں تاکہ باطل مذاہب کی قلعی کھول دی جائے اور سادہ مسلمان سبز باغ باطل کا دیکھ کر دل لچانے نہ لگ جائیں والہدایۃ بید اللہ یؤتی من یشاء

مرزا قادیانی کی چند متضاد باتیں درج کی جاتی ہیں۔ سچا آدمی ایسی متضاد کلام نہیں کرتا۔

(۱)

ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۶۴۷ و ۶۴۸ میں لکھا "

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہو کہ یہ سوال حضرت مسیح سے عالم برزخ میں ان کی وفات کے بعد کیا گیا تھا۔ نہ یہ قیامت میں کیا جاوے گا

اس کے برعکس نصرۃ الحق صفحہ ۴۰ میں لکھا

اس تمام آیت کے اول آخر کی آیتوں کے ساتھ یہ معنے ہیں کہ خدا قیامت کے دن حضرت عیسےٰ کو کہے گا کہ کیا تو نے ہی لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اپنا معبود ٹھیرانا؟

(۲)

ازالہ اوہام صفحہ ۶۰۲ میں لکھا

"اور ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے قبل اذ موجود ہے جو خاص ماضی کے واسطے آتا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا، نہ زمانہ استقبال کا"

اس کے برعکس ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۶ میں لکھا

"جس شخص نے کافیہ یا ہدایۃ النحو بھی پڑھی ہوگی وہ خوب جانتا ہے کہ ماضی مضارع کے معنوں پر بھی آجاتی ہے۔ بلکہ ایسے مقامات میں جب کہ آنے والا واقعہ متکلم کی

نگاہ میں یقینی الوقوع ہو مضارع کو ماضی کے صیغہ پر لاتے ہیں تا اس امر کا یقینی الوقوع ہونا ظاہر ہو۔ اور قرآن شریف میں اس کی بہت سی نظیریں ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ونفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الیٰ ربھم ینسلون اور جیسا کہ فرمایا ہے واذ قال اللہ یا عیسیٰ ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ

(۳)

نصرة الحق صفحہ ۴۰ میں لکھا

دوسری یہ کہ آیت میں صریح طور پر بیان فرمایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن اپنی امت کے بگڑنے کی بابت لاعلمی ظاہر کریں گے اور کہیں گے کہ مجھے تو اس وقت تک ان کے حالات کی نسبت علم تھا جب کہ میں ان میں تھا۔ اور پھر جب مجھے وفات دی گئی تب سے میں ان کے حالات سے محض بے خبر ہوں۔ مجھے خبر نہیں کہ میرے پیچھے کیا ہوا!

اس کے برعکس آئینۂ کمالاتِ اسلام ص ۲۵۴ میں لکھا

اور میرے پر کشفاً ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ زہرناک ہوا جو عیسائی قوم سے دنیا میں پھیل گئی ہے حضرت عیسیٰؑ کو اس کی خبر دی گئی۔ تب ان کی روح روحانی نزول کے لیے حرکت میں آئی اور اس نے جوش میں آکر اور اپنی امت کو مفسدہ پر پاکر زمین پر اپنا قائم مقام اور شبیہ چاہا جو اس کا ہم طبع ہو کہ گویا وہی ہو۔

(۴)

۴ نزول المسیح ص ۵۷ میں لکھا

بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔ جیسا کہ براہین احمدیہ میں کچھ نمونہ ان کا لکھا گیا

اس کے برعکس چشمۂ معرفت ص ۲۰۹ میں لکھا

اور یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور

الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے۔ اور ایسے الہام سے فائدہ کیا ہوا جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہو

(۵)

۵ حاشیہ ازالہ اوہام ص ۳۰۷ میں لکھا

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کا ہلنا اور جنبش کرنا بھی بپایۂ ثبوت نہیں پہنچتا۔

اس کے برعکس آئینہ کمالات اسلام میں لکھا

اور حضرت مسیح کی چڑیاں باوجودیکہ معجزہ کے طور پر اُن کا پرواز قرآن کریم سے ثابت ہے۔ مگر پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھی۔ اور کہیں خدا تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ وہ زندہ بھی ہو گئیں

(۶)

۶ حاشیہ ازالہ اوہام ص ۲۱۳، ۲۱۴ میں لکھا

خدا تعالیٰ اپنی ہر ایک صفت میں واحد لاشریک ہے اپنی صفاتِ الوہیت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ فرقان کریم کی آیات بینات میں اس قدر اس مضمون کی تائید پائی جاتی ہے جو کسی پر مخفی نہیں ..... اور صاف فرماتا ہے کہ کوئی شخص موت اور حیات اور ضرر اور نفع کا مالک نہیں ہو سکتا ہے۔

اس کے برعکس حقیقۃ الوحی ص ۱۰۵ و براہین احمدیہ حصہ ۵ ص ۹۵ میں لکھا

انما امرت اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون ۔ تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے (اے مرزا) وہ تیرے حکم سے فوراً ہو جاتی ہے

خطبہ الہامیہ ص ۲۳ میں لکھا واعطیت صفۃ الافناء والاحیاء من الرب الفعال اور مجھ کو فانی کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے۔ اور یہ صفت خدا کی طرف سے مجھ کو ملی ہے۔

(۷)

۷ حمامۃ البشریٰ مترجم ص ۷۷ میں لکھا

ہاں بعض احادیث میں عیسیٰ بن مریم کے نزول کا لفظ پایا جاتا ہے۔ لیکن کسی حدیث میں نہیں پاؤگے کہ اس کا نزول آسمان سے ہوگا

اس کے برعکس اخبار "بدر قادیان" ۷ جون ۱۹۰۶ء ص ۵ میں لکھا

فرمایا کہ دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں ہوئی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی۔ اور اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی مراق اور کثرت بول۔

(۸)

۸ ازالہ اوہام حصہ ۲ ص ۶۲۳ میں لکھا

یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح بن مریم اس امت کے شمار میں ہی آگئے ہیں

اس کے برعکس ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ ۵ ص ۱۹۲ میں لکھا

اور جو شخص امتی کی حقیقت پر نظر غور ڈالے گا وہ بہ بداہت سمجھ لیگا کہ حضرت عیسیٰ کو امتی قرار دینا کفر ہے۔ کیونکہ امتی اس کو کہتے ہیں کہ جو بغیر اتباع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور بغیر اتباع قرآن شریف محض ناقص اور گمراہ اور بے دین ہو۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور قرآن شریف کی پیروی سے اس کو ایمان اور کمال نصیب ہو۔

(۹)

۹ ازالہ اوہام حصہ ۲ ص ۵۸۶ میں لکھا

خدا وعدہ کرچکا ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائیگا

اس کے برعکس دافع البلاء ص ۱۱ میں لکھا

سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
مرزا قادیانی
کی
تضاد بیانی
ماخوذ از اختلافاتِ مرزا قادیانی
مؤلفہ
شیخ الحدیث والتفسیر حضرت العلامہ السید محمد حسین النیلوی مدظلہ العالی
سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی، حال صدر مدرس ضیاء العلوم سرگودھا

(۱۰)

۱۰ سرمہ چشم آریہ ص ۲۰۸ میں لکھا

مشاہدہ سے ثابت ہوا ہے کہ بعض نے حال کے زمانہ میں تین سو برس سے زیادہ عمر پائی ہے جو بطور خرقِ عادت ہے

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ ۵ ص ۹ میں لکھا

اور لبید کے فضائل میں سے ایک یہ بھی تھا جو اُس نے نہ صرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا۔ بلکہ زمانہ ترقیات اسلام کا خوب دیکھا اور ۴۱ھ میں ایک سو ستاون (۱۵۷) برس کی عمر پاکر فوت ہوا۔

اس کے برعکس ازالہ اوہام حصہ ۲ ص ۶۲۵ میں لکھا

اس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ جو شخص زمین کی مخلوقات سے ہو وہ شخص سو برس کے بعد زندہ نہیں رہیگا۔ اور ارضی کی قید سے مطلب یہ ہے کہ تا آسمان کی مخلوقات اس سے باہر نکالی جائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ حضرت مسیح بن مریم آسمان کی مخلوقات میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ زمین کی مخلوقات اور مَا عَلَى الْاَرْض میں داخل ہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو زمین پر پیدا ہوا اور خاک میں سے نکلا وہ کسی طرح سو برس سے زیادہ نہیں رہ سکتا

(۱۱)

۱۱ براہین احمدیہ حصہ ۵ ص ۲۲۸ میں لکھا

ماسوا اس کے وہ لوگ شہزادہ نبی کا نام یوز آسف بیان کرتے ہیں۔ یہ لفظ صریح معلوم ہوتا ہے کہ یسوع آسف کا بگڑا ہوا ہے۔ آسف عبرانی زبان میں اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو قوم کو تلاش کرنے والا ہو۔ چونکہ حضرت عیسیٰ اپنی اس قوم کو تلاش کرتے کرتے جو بعض فرقے یہودیوں میں سے گم تھے۔ کشمیر میں پہنچے تھے اس لیے انھوں نے اپنا نام یسوع آسف رکھا گیا

اس کے برعکس ست بچن حاشیہ متعلقہ ص ۱۶۴ میں لکھا

دراصل یہ لفظ یسوع آسف ہے۔ یعنی یسوع غمگین۔ آسف آزردہ اور غمگو

کہتے ہیں۔ چونکہ حضرت مسیح نہایت غمگین ہوکر اپنے وطن سے نکلے تھے اس لیے اپنے نام کے ساتھ آسف بڑھا لیا۔

نوٹ :۔ لغت کی کتابوں مثلاً لسان العرب، قاموس، تاج العروس، منتھی الارب، مفردات امام راغب، مجمع البحار، وغیرہ میں لفظ آسف کے معنے قوم کو تلاش کرنے والا نہیں لکھے۔ بلکہ اس کے معنے ہیں افسوس اندوہ غم وغصہ

(۱۲)

۱۲ کشتی نوح ص ۱۵ میں لکھا

یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف میں بلکہ توریت کے بعض صحیفوں میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔ بلکہ حضرت مسیح نے بھی انجیل میں یہ خبر دی ہے۔ اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشگوئی ٹل جائے۔

اس کے برعکس اعجاز احمدی ص ۱۴ میں لکھا

ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔ اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کرسکے۔

(۱۳)

۱۳ توضیح المرام ص ۹ میں لکھا

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسیح کا مثل بھی نبی چاہیے کیونکہ مسیح بھی نبی تھا تو اس کا اول جواب تو یہی ہے کہ آنے والے مسیح کے لیے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھیرائی۔

اس کے برعکس نزول المسیح ص ۴۸ میں لکھا۔

میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے۔ اور اس کو سلام کہا ہے۔

(۱۴)

۱۴ ازالہ اوہام ص ۲۲۰، ۲۲۱ میں لکھا

پھر حضرت ابن مریم دجال کی تلاش میں نکلیں گے اور لُد کے دروازہ پر جو بیت المقدس کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے اس کو جا پکڑیں گے اور قتل کر ڈالیں گے۔

ازالہ اوہام ص ۷۳۰ میں اس کے برعکس لکھا۔

پھر آخر (دجال) باب لُد پر قتل کیا جائے گا۔ لُد اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو بے جا جھگڑا نے والے ہوں یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے جب دجال کو بے جا جھگڑے کمال تک پہنچ جائیں گے تب مسیح موعود ظہور کرے گا اور اسکے تمام جھگڑوں کا خاتمہ کرے گا۔

(۱۵)

۱۵ ازالہ اوہام ص ۴۲۶ میں لکھا

آخری زمانہ میں دجال معہود کا آنا سراسر غلط ہے

اس کے برعکس اسی کتاب ازالہ اوہام ص ۷۲۶ میں لکھا

دجال معہود یہی پادریوں اور عیسائی منشوں کا گروہ ہے جس نے زمین کو اپنے ساحرانہ کاموں سے تہ و بالا کر دیا ہے۔ اور صفحہ ۴۹۶ میں لکھا دجال پادری ہیں اور کوئی دجال نہیں آئیگا

(۱۶)

۱۶ اعجاز احمدی ص ۷۱ میں لکھا

له خسف القمر المنیر وان لی ﴿غسا القمران المشرقان اتنکر﴾

اس (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا۔ اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کرے گا۔

اس کے برعکس چشمہ معرفت حصہ دوم ص ۲۱۲ میں لکھا۔

قرآن شریف میں مذکور ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا، اور کفار نے اس معجزہ کو دیکھا۔

۱۶ نوٹ:- قرآن مجید اور کسی صحیح حدیث میں یہ نہیں آیا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چاند گرہن کا نشان ظاہر ہوا۔ بلکہ سورۃ القمر میں ہے اقتربت الساعۃ وانشق القمر اور صحیح بخاری جلد ۲ ص ۲۱، ۷۲۲، ۷۲۲، و مسلم و سنن ترمذی و مسند احمد کی صحیح روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ اور دار قطنی کی جو حدیث دکھائی جاتی ہے اس کا یہ مطلب ہی نہیں نیز وہ بسند صحیح نہیں

(۱۷)

۱۷ حاشیہ چشمہ معرفت ص ۷۵ میں لکھا

اور یہ کہنا کہ وہ کتابیں محرف مبدل ہیں ان کا بیان قابل اعتبار نہیں ایسی بات وہی کہیگا جو خود قرآن شریف سے بے خبر ہے

اس کے برعکس اسی کتاب چشمہ معرفت کے ص ۲۵۵ میں لکھا

سچ تو یہ بات ہے کہ وہ کتابیں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ردی کی طرح ہو چکی تھیں اور بہت جھوٹ ان میں ملائے گئے تھے جیسا کہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کہ وہ کتابیں محرف و مبدل ہیں اور اپنی اصلیت پر قائم نہیں رہیں چنانچہ اس واقعہ پر اس زمانہ میں بڑے بڑے محقق انگریزوں نے بھی شہادت دی ہے پس جبکہ بائیبل محرف و مبدل ہو چکی ہے الخ

(۱۸)

۱۸ الحکم مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۵ میں لکھا ہے

بڑے ہی تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ جب یہ لوگ مانتے ہیں کہ یہ امت خیر الامم ہے تو کیا ایسی ہی امت خیر الامم ہوا کرتی ہے جس میں کسی کو مخاطبات و مکالمات الٰہیہ کا شرف حاصل نہ ہو۔ حضرت موسیٰ کی اتباع سے ان کی امت میں ہزاروں نبی ہوئے لیکن اس امت میں ایک بھی ان کا مثیل نہ ہوا۔ تو یہ امت کیونکر خیر الامم ہوئی۔

اس کے برعکس حاشیہ حقیقۃ الوحی ص ۹۷ میں لکھا۔

اور بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے۔ مگر ان کی نبوت موسیٰ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا بلکہ وہ نبوتیں براہ راست خدا کی ایک موہبت تھیں۔ حضرت موسیٰ کی پیروی کا اس میں ایک ذرہ دخل نہ تھا۔

(۱۹)

۱۹ الوصیت ص ۱۱ میں لکھا

پس ان دونوں خرابیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے خدا تعالیٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنا فی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا۔ اور امتی ہونے کا مفہوم اور پیروی کے معنے اتم اور اکمل درجہ تک ان میں پائی گئی۔ ...پس اس طرح پر بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا۔ کیونکہ ایسی صورت کی نبوت نبوت محمدیہ سے الگ نہیں۔

اس کے برعکس حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱ میں لکھا ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔

"پس اسی وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے۔ اور شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔

(۲۰)

۲۰ ازالہ اوہام حصہ ۲ ص ۵۱۸ میں لکھا۔

اگر مہدی کا آنا مسیح بن مریم کے زمانہ کے لیے ایک لازم غیر منفک ہوتا اور مسیح کے سلسلۂ ظہور میں داخل ہوتا تو دو بزرگوار شیخ اور امام حدیث کے یعنی حضرت محمد اسمٰعیل صاحب صحیح بخاری اور حضرت امام مسلم صاحب صحیح مسلم اپنی صحیحوں سے اس واقعہ کو خارج رکھتے۔ لیکن جس حالت میں انہوں نے اس زمانہ کا تمام نقشہ کھینچ کر سامنے رکھ دیا اور خلاصہ کے طور پر دعویٰ کر کے بتلا دیا کہ فلاں فلاں امر کا اس وقت ظہور ہوگا لیکن امام محمد مہدی کا نام تک بھی تو نہیں لیا۔ پس اس سے سمجھا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی صحیح اور کامل تحقیقات کی رو سے ان حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھا جو مسیح کے آنے کے ساتھ مہدی کا آنا لازم غیر منفک ٹھہرا رہی تھیں

اس کے برعکس شہادۃ القرآن ص ۴۰ میں لکھا

اگر حدیث کے بیان پر اعتبار ہے تو پہلے ان حدیثوں پر عمل کرنا چاہیے جو صحت اور وثوق میں اس حدیث پر کئی درجے بڑھی ہوئی ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے۔ خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کے لیے آواز آئے گی کہ ھٰذا خلیفۃ اللہ المھدی۔
اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ یا کس مرتبہ کی ہے جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے

(۲۱)

۲۱ ضمیمہ انجام آتھم کا حاشیہ ص ۷ میں لکھا

اور مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔

اس کے برعکس ریویو جلد اول نمبر ۲، ۴ ص ۱۵۹ میں لکھا

یہ قرآن شریف کا مسیح اور اس کی والدہ پر احسان ہے کہ کروڑہا انسانوں کی یسوع کی ولادت کے بارے میں زبان بندی کر دی اور ان کو تعلیم دی کہ تم یہی کہو کہ بے باپ پیدا ہوا

(۲۲)

۲۲ حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۶ میں لکھا

عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزے لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ (یعنی یسوع) سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔

اس کے برعکس ریویو جلد ۱ نمبر ۶ ص ۲۴۲ میں لکھا۔

اور مسیح صرف اسی قدر رہے کہ یسوع مسیح نے بھی بعض معجزات دکھلائے جیسے نبی دکھلاتے ہیں۔

(۲۳)

۲۳ براہین احمدیہ ص ۲۳۴ میں لکھا

انبیاء سے جو عجائبات اس قسم کے ظاہر ہوتے ہیں کہ کسی نے سانپ بنا کر دکھلا دیا،

اور کسی نے مردے کو زندہ کر کے دکھلا دیا۔ یہ اس قسم کی دست بازیوں سے منزہ ہیں جو شعبدہ باز لوگ کیا کرتے ہیں

اس کے برعکس حاشیہ ازالہ اوہام ص ۹۲۲ میں لکھا ہے

یہ سچ ہے کہ قرآن کریم کی سولہ آیتوں سے کھلے کھلے طور پر یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص یہ فوت ہو جائے پھر ہرگز دنیا میں نہیں آتا۔ اور ایسا ہی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے۔

(۲۴)

۲۴ الحکم جلد ۵ نمبر ۲۷ ۱۹۰۱ء ملفوظات احمد ص ۳۹ میں لکھا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ جو مہدی آنے والا ہے اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام اور اس کی ماں کا نام میری ماں کا نام ہوگا اور میرے خلق پر ہوگا۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی مطلب تھا کہ وہ میرا مظہر ہوگا۔

اس کے برعکس حقیقۃ الوحی ص ۲۰۸ میں لکھا

پھر مہدی کی حدیثوں کا حال یہ ہے کہ کوئی بھی جرح سے خالی نہیں اور کسی کو صحیح حدیث نہیں کہہ سکتے۔

(۲۵)

۲۵ ازالہ اوہام حصہ ا ص ۲۰۳ میں لکھا

اور واقعی یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ امت کے اجماع کو پیش گوئیوں کے امور سے کچھ تعلق نہیں۔

پھر اسی ازالہ اوہام ص ۱۸۵ میں اس کے خلاف لکھا

ہاں تیرھویں صدی کے اختتام پر مسیح موعود کا آنا ایک اجماعی عقیدہ معلوم ہوتا ہے!

(۲۶)

۲۶ ازالہ اوہام ص ۲۸۰ میں لکھا

اگر خدا تعالیٰ کو خلق اللہ کو منظور نہ ہوتا اور ہر طرح سے کھلے کھلے طور پر پیش گوئی کا

بیان کنا ارادۂ الٰہی ہوتا تو پھر اس طرح بیان کرنا چاہیے تھا کہ اے موسیٰ! میں تیرے بعد بائیسویں صدی میں ملک عرب میں بنی اسماعیل میں ایک نبی پیدا کروں گا جس کا نام محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہوگا۔

حاشیہ راز حقیقت ص ۱۵ میں لکھا

وہ نبی جو جاسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے گذرا ہے' وہ حضرت عیسیٰؑ ہیں۔ اور کوئی نہیں

اس کے برعکس کشتی نوح ص ۱۳۲ میں لکھا۔

مسیح بن مریم موسیٰؑ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا

نوٹ :۔ بقول مرزا صاحب کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بائیسویں صدی میں ہوتے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے ہوئے ہیں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام' حضرت موسیٰؑ کے بعد سولہویں صدی میں ہوئے ہیں ۔ مگر مرزا صاحب اپنے آپ کو مثیل مسیح اس بناء پر کہتے ہیں کہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی کے سر پہ آیا ہوں جیسے حضرت موسیٰؑ کے بعد چودھویں صدی کے سر پہ حضرت عیسیٰؑ آئے تھے

(۲۷)

۲۷ ازالہ اوہام ص ۳۲۵ میں لکھا وما جعلنا ھم جسد الا یاکلون الطعام وما کانوا خلدین یعنی کسی نبی کا ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا جو کھانے کا محتاج نہ پڑا اور وہ سب مر گئے۔ کوئی ان میں سے باقی نہیں

اس کے برعکس نور الحق ص ۱۲ ص ۵۰ میں لکھا

یہ وہی موسیٰ مرد خدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہو گیا کہ اس بات پہ ایمان لائیں کہ وہ زندہ آسمان میں موجود ہے۔ اور مُردوں میں سے نہیں۔

(۲۸)

۲۸ "مسیح ہندوستان میں" ص ۶۸ میں لکھا

اور ساتھ اس کے یہ بھی خیال ہے کہ کچھ حصہ اپنی عمر کا افغانستان میں بھی آئے ہوں گے اور کچھ بعید نہیں کہ وہاں شادی بھی کی ہو۔ افغانوں میں ایک قوم عیسیٰ خیل کہلاتی ہے کیا تعجب ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اولاد ہوں۔

اس کے برعکس حاشیہ تریاق القلوب ص ۹۹ میں لکھا

اور ظاہر ہے کہ دنیاوی رشتوں کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ کی کوئی آل نہیں تھی۔

ریویو جلد ۱ نمبر ۳ ص ۱۲۴ میں لکھا

اور کوئی اس کی بیوی نہ تھی

مواہب الرحمٰن ص ۷۶ میں لکھا

بودنِ عیسیٰ بے پدر و بے فرزنداں دلیلے بریں واقعہ بود بدلالۃ قطعیہ و اشارت بود سوئے قطع ایں سلسلہ۔

(۲۹)

۲۹ الحکم مورخہ ۳۰ جون ۱۹۰۱ء ص ۳ میں لکھا

اور پھر قرآن کہتا ہے کہ مسیح کو جو کچھ بزرگی ملی وہ بوجہ تابعداری حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ملی کیونکہ مسیح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام کے وجود کی خبر دی گئی۔

اور مسیح آنجناب پر ایمان لایا۔

اس کے برعکس اخبار بدر قادیان مورخہ ۱۸ رمضان ۱۳۲۰ھ ص ۶۸ میں لکھا

(۳۰)

۳۰ کرامات الصادقین ص ۸ میں لکھا

خدا تعالیٰ کا قانونِ قدرت ہرگز نہیں بدل سکتا

اس کے برعکس چشمۂ معرفت ص ۹۶ میں لکھا

اور خدا اپنے خاص بندوں کے لیے اپنا قانون بھی بدل لیتا ہے مگر وہ بدلنا بھی اس

کے قانون میں ہی داخل ہے۔

(۳۱)

۳۱ تبلیغ رسالت جلد ۱ ص ۱۳۲، ۱۳۳ میں لکھا

حضرت مسیح نے ابتلائی رات میں جس قدر تصرفات کیے وہ انجیل سے ظاہر ہیں تمام رات حضرت مسیح جاگتے رہے اور جیسے کسی کی جان ٹوٹتی ہے۔ غم و اندوہ سے ایسی حالت ان پر طاری تھی وہ ساری رات رو رو کر دعا کرتے رہے کہ وہ بلا کا پیالہ جو ان کے مقدر تھا ٹل جائے باوجود یکہ اس قدر گریہ وزاری کی پھر بھی دعا منظور نہ ہوئی۔ کیوں کہ ابتلا کے وقت کی دعا منظور نہیں ہوا کرتی

اس کے برعکس کتاب "مسیح ہندوستان میں" ص ۲۸، ۲۹ میں لکھا

اور منجملہ ان شہادتوں کے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب سے محفوظ رہنے کے بارے میں ہیں۔ انجیل سے ملتی ہیں۔ وہ شہادت ہے جو انجیل متی باب ۲۶ میں یعنی ۳۶ تا ۴۶ تک مرقوم ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام گرفتار کیے جانے کا الہام پاکر تمام رات جناب الٰہی میں رو رو کر سجدے کرتے ہوئے دعا کرتے رہے۔ اور ضرور تھا کہ ایسی تضرع کی دعا جس کے لیے مسیح کو بہت لمبا وقت دیا گیا تھا قبول کی جاتی۔ کیونکہ مقبول کا سوال جو بیقراری کے وقت کا سوال ہو ہرگز رد نہیں ہوتا۔ لہٰذا خدا تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا یہی تھا کہ اس دعا کو قبول کرتا۔ یقیناً سمجھو کہ وہ دعا جو تمام رات کی گئی تھی ضرور قبول ہو گئی تھی۔

(۳۲)

۳۲ کتاب البریہ ص ۱۴۹ میں لکھا

بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا، تو ایک فارسی خواں معلم میرے لیے نوکر رکھا گیا جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا۔

اس کے خلاف ایام الصلح ص ۱۴۷ میں لکھا۔

سو میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا یہی حال ہے کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی انسان

سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہو۔

(۴۳)

۴۳ حمامۃ البشریٰ ترجمہ ص ۶۶، ۶۷ میں لکھا

کیا تو نہیں جانتا کہ اس محسن رب نے ہمارے نبیؐ کا خاتم الانبیاء رکھا ہے اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طالبوں کے لیے بیان واضح سے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور اگر ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز رکھیں تو لازم آتا ہے کہ وہ نبوت کے دروازہ کا انفتاح بھی بند ہونے کے بعد جائز خیال کریں اور یہ باطل ہے جیسا کہ مسلمانوں پر پوشیدہ نہیں۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی کیونکر آوے حالانکہ آپ کی وفات کے بعد وحی نبوت منقطع ہو گئی ہے اور آپ کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا ہے

اس کے برعکس تجلیات الٰہیہ ص ۲۵ میں لکھا۔

میرے نزدیک بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا۔ اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے

(۴۴)

۴۴ ازالہ اوہام ص ۳۰۸ میں لکھا

مسیح ایک بے کس کی طرح دنیا میں چند روزہ زندگی بسر کر کے چلا گیا اور یہودیوں نے اس کی ذلت کے لیے بہت سا غلو کیا

اس کے خلاف "مسیح ہندوستان میں" ص ۵۳ میں لکھا

اور احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسیح کی عمر ایک سو پچیس برس کی ہوئی ہے" اور ص ۵۲ میں لکھا

مسیح کو خدا نے ایسی برکت دی کہ جہاں جائے وہ مبارک ہوگا۔ سو ان کے سکون سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نے خدا سے بڑی برکت پائی اور وہ فوت نہ ہوا جب تک اس کو ایک شاہانہ عزت نہ دی گئی۔

(۳۵)

۳۵ نزول المسیح کا حاشیہ ص ۴۵ میں لکھا
یہودیوں اور عیسائیوں اور مسلمانوں پر بباعث ان کے کسی پوشیدہ گناہ کے یہ ابتلاء آیا کہ جن راہوں سے وہ اپنے موعود نبیوں کا انتظار کرتے رہے ان راہوں سے وہ نبی نہیں آئے بلکہ چور کی طرح کسی اور راہ سے آ گئے۔

اس کے خلاف چشمۂ معرفت حصہ ۲ ص ۱۸ میں لکھا
اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے اور سب پر ایمان لانا فرض ہے پس مسلمانوں کو بڑی مسلمانوں کو بڑی مشکلات پیش آتی ہیں کہ دونوں طرف ان کے پیارے ہوتے ہیں بہرحال جاہلوں کے مقابل پر صبر کرنا بہتر ہے کیونکہ کسی نبی کی اشارہ سے بھی تحقیر کرنا سخت معصیت ہے اور موجب غضب الٰہی۔

(۳۶)

۳۶ مرزا صاحب کے مرید سید مولوی محمد سعید صاحب طرابلسی کے الفاظ مرزا صاحب کی کتاب اتمام الحجۃ ص ۲۰ و ۲۱ کے حاشیہ پر یوں ہیں "اور حضرت عیسیٰ کی قبر بلدۂ قدس میں ہے اور اب تک موجود ہے اور اس پر ایک گرجا بنا ہوا ہے اور وہ گرجا تمام گرجوں سے بڑا ہے اور اس کے اندر حضرت عیسیٰ کی قبر ہے اور اسی گرجا میں حضرت مریم صدیقہ کی قبر ہے۔

اس کے خلاف حقیقۃ الوحی کا حاشیہ ص ۱۰۱ میں لکھا۔
خدا کا کلام قرآن شریف گواہی دیتا ہے کہ وہ مرگیا ہے اور اس کی قبر سری نگر کشمیر میں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ یعنی ہم نے عیسیٰ اور اس کی ماں کو یہودیوں کے ہاتھ سے بچا کر ایک ایسے پہاڑ میں پہنچا دیا جو آرام اور خوشحالی کی جگہ تھی۔ اور مصفیٰ پانی کے چشمے اس میں جاری تھے سو وہی کشمیر ہے۔ اسی وجہ سے حضرت مریم کی قبر زمین شام میں کسی کو معلوم نہیں"

نتیجہ

۱ حاشیہ نسیم دعوت ص ۷۰، وحاشیہ ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ اپریل ۱۹۰۳ء ص ۱۵۳ میں لکھا ہے۔ "حافظہ اچھا نہیں۔ یاد نہیں رہا"

۲ فتح اسلام ص ۷۷ حاشیہ پر ہے۔ مرض ضعف دماغ کے سبب سخت دورے پڑتے تھے۔

۳ بدر مورخہ ۷ جون ۱۹۰۶ء ص ۵ میں مرزا صاحب نے خود تسلیم کیا ہے کہ مجھے بیماری مراق اور کثرت بول کی ہے۔

۴ سیرۃ المہدی جلد اول صفحہ ۱۳ میں مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے مرزائی نے لکھا ہے کہ مرزا صاحب کو دوران سر اور ہسٹریا کا دورہ پڑتا تھا۔

۵ مرزا غلام احمد دائم المرض آدمی تھا ۶ مرزا صاحب کو مرض درد اور دوران سر تھا۔

۷ مرزا صاحب کو اسہال کی بیماری تھی ۸ مرزا صاحب کو ذیابیطس شکری تھی۔

۹ مرزا صاحب کو سوء ہضم، نکمی خواب، تشنج، دل کی بیماریاں تھیں۔

خدا کا نبی اور رسول مراقی نہیں ہوتا اور نہ کسی نبی و رسول نے خود کہا کہ مجھے مراق ہے۔

پس مرزا غلام احمد قادیانی نہ نبی تھا نہ رسول۔

احسن التفسیر
تفسیر
تبیین القرآن
کامل چار حصے
مرآۃ القرآن
مکتبہ اشاعۃ العلوم
۱۷۹۰، کلاں محل، دریا گنج نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲ (انڈیا)